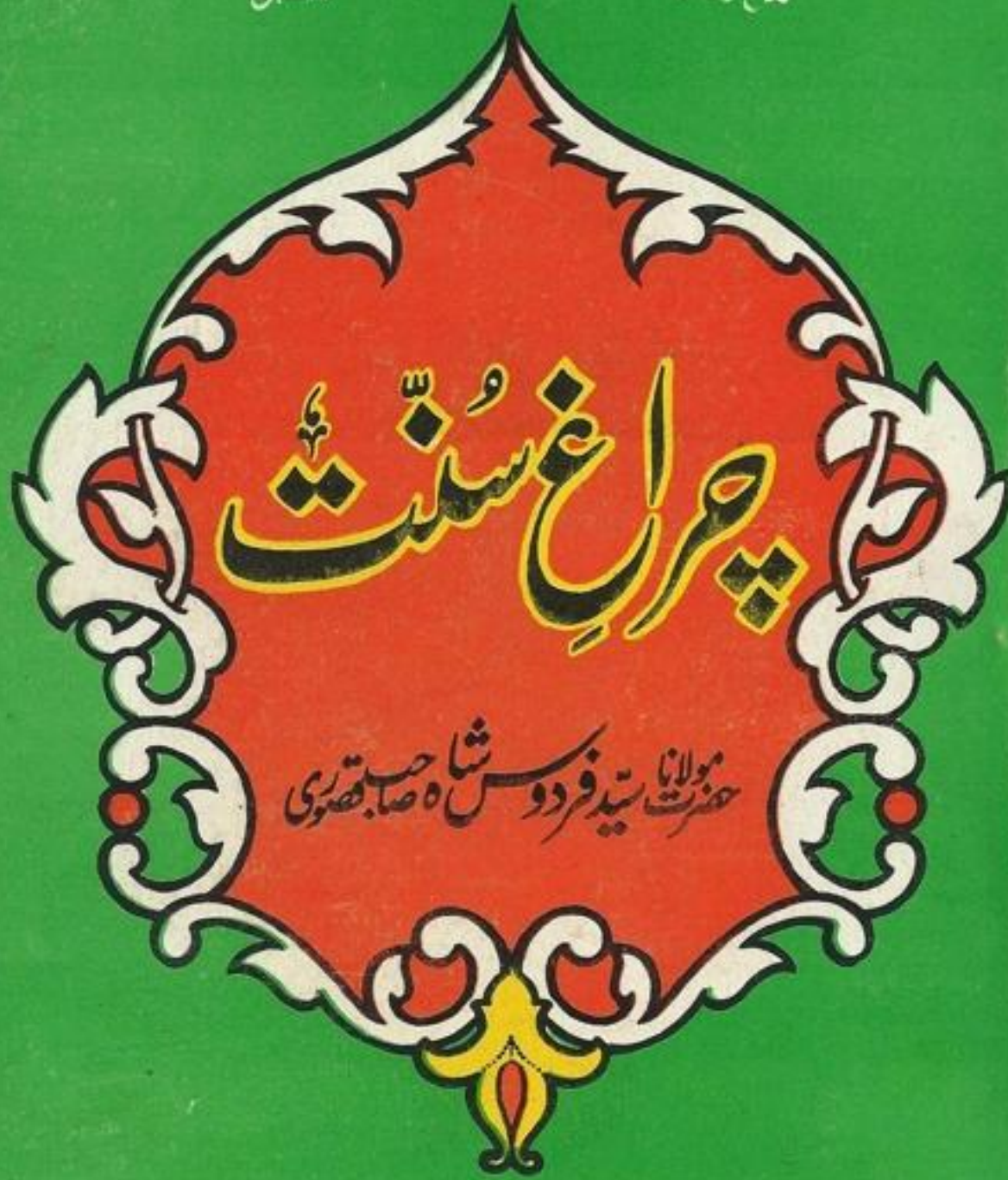


بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا
مَنْ رَعِبَ عَنْ سُنتِي فَلَيْسَ مِنِّي : مُحَمَّدٌ النَّبِيُّ



مکتبہ سائنس لاہور

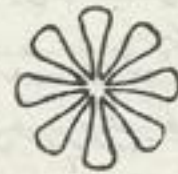
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
إِنَّ الصَّلَاةَ وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُفِرَّتْ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ

محمد عربی کا برتے ہر دوسرا ست
کسیکھ خاک ورش نیست خاک بر سر او

چرخ غنیمت

مؤلفہ

حضرت مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب



ناشر
قیمت - ۳۹ روپے

مکتبہ نذیریہ چناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

ہفت روزہ خدام الدین
۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء

مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب دنیا کے علم و عرفان کے عظیم فرزند ہیں آپ نے نصف صدی سے زائد کا وقت قصور جیسے شہر میں توحید و سنت کی مشعل جلائی اور اپنے بڑے بڑے اور نقابست کے باوجود اب بھی مصروف عمل ہیں۔ آپ کی تدریسی تصنیفی خدمات ہزاروں کم کردہ راہ لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروکار بن گئے۔

زیر تبصرہ کتاب پہل مرتبہ ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئی اور شائع ہوتے ہی توقعات کا مرکز بن گئی۔ چند در چند جو بات کی بنا پر اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود کتاب دوبارہ نہ چھپ سکی تبا آنکہ اب کچھ عرصہ پیشتر مصنفہ اعلام کے فیض یافتہ اور شاعت توحید و سنت سے وابستہ لگاؤ رکھنے والے ایک صاحب دل عالم دین نے اپنی تمام تر کس میری کے باوجود دین اسلام کی اشاعت کے جذبہ سے از سر نو چھپوایا جس میں حضرت مصنف کا مفصل دیباچہ طبع دوم شامل ہے جس سے کتاب کی تصنیف و اشاعت سے متعلق مکمل داستان اور حوالی کاروائیوں کا اندازہ ہو سکے گا۔

اس مجموعہ پر اب تک جو کتابیں سامنے آئی ہیں۔ ان میں اس کتاب کو چند وجوہات کی بنا پر بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس میں اہل حق کا مکمل دفاع کیا گیا ہے۔ ہم اہل دل مسلمانوں سے خاص طور پر توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب کی اشاعت میں پیش از پیش دلچسپی لے کر تبلیغی فریضہ سے سبکدوش ہوں گے۔

قیمت :-

اظہار تشکر

ہم حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب قصوری حفظہ اللہ تعالیٰ کے نہایت ممنون اور متشکر ہیں کہ انہوں نے ہمیں اپنی جملہ تصنیفات و تالیفات کی اجازت مرحمت فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ جزاء اللہ الحسن الجزاء فی الدنیا و الآخرة۔

خادم علماء ربانی وحقانی

محمد حنیف یزدانی
مدیر مکتبہ نذیریہ لاہور

۵ شوال ۱۴۰۱ھ
۲۲ مئی ۱۹۸۰ء
بروز اتوار

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ
کی دیگر تصانیف

التحیات للہ _____ قیمت ۱۸/- روپے
کلمہ طیبہ مع فسف نماز _____ ۷/۵۰
اعلان بالصلوۃ والسلام _____ ۱۵/-
قبل اذان _____
الصلوۃ والسلام _____ زیر طبع

لاہور ۱۵
مکتبہ نذیریہ چناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن
ناشر :-

تبصرے

ہفت روزہ "الاختصاص" لاہور
۱۵ نومبر ۱۹۸۵ء

بریلویت نے شرک و بدعت کا جو سلسلہ برصغیر ہندوپاک میں جاری کر رکھا ہے اس کی اصلاح کے لئے علماء بحق نے قرآن و حدیث کی تبلیغ و اشاعت میں اپنا پورا ذور صرف کیا ہے مگر افسوس کہ اس طائفہ نفس پرستان نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رکھی ہیں اور آنکھوں پر پٹیوں باندھ لی ہیں اور بیٹے کر لیا ہے کہ وہ ہندو یا عیسائی کی ہمنوائی تو کر سکتے ہیں مگر اہل حدیث عالم یا مکتبہ دیوبند کے کسی فاضل کی بات نہیں سنیں گے۔ تصوف کی آڑ میں قرآن و سنت کے واضح احکام و مسائل اور افکار و عقائد کو انہوں نے اتنا بدعت کر دیا ہے کہ عام آدمی ان کی اصل صورت پہچاننے سے قاصر رہ گیا ہے۔ شہر قصور کے کسی مولوی نے "نذر اولیاء" نامی کتاب لکھی جس میں بدعات کا طومار باندھ دیا اسی شہر کی فاضل شخصیت مولانا سید فردوس شاہ صاحب کی حمیت ایمانی جوش میں آئی اور انہوں نے اس کی تردید میں "پیرا غ سنت" کے نام سے کتاب شائع فرمائی۔ یہ کتاب اب سے کوئی پچیس تیس سال پہلے شائع ہوئی تھی۔ اب مکتبہ نذیریہ نے شاہ صاحب کی اجازت سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا ہے۔ اس اشاعت میں اب نذر اولیاء کے علاوہ دیگر جملہ بدعات کے رد میں بھی شاہ صاحب نے فکر انگیز مواد جمع کر دیا ہے۔ شاہ صاحب نے اس کتاب میں جو انداز استدلال اختیار کیا ہے وہ منفرد ہے یعنی کتاب و سنت سے تو اہل بدعت کی تشفی نہیں ہوتی کیونکہ وہ بزرگان کرام کی باتوں کو زیادہ وزنی تصور کرتے ہیں۔ اس لئے مؤلف نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت دہلویؒ، حضرت عبدالحقؒ، حضرت دہلوی اور شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی

کے اقوال و افکار کے حوالے سے تمام مسائل بیان فرمائے ہیں۔ ان میں علم غیب، ایصال ثواب، استمداد و توسل، سماع موتی اور دیگر اہم مسائل شامل ہیں۔ اس کے علاوہ جناب احمد رضا خاں بریلوی اور دیگر بریلوی حضرات کی طرف سے شاہ اسماعیل شہید اور علمائے دیوبند پر لگائے گئے الزامات کا جواب نہایت واضح دلائل سے دیا ہے جن کو پڑھ کر حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

شاہ صاحب کے قلم سے پہلے بھی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں کلمہ طیبہ، مع فلسفہ نماز، کاخیر یا بدعت، الصلوٰۃ والسلام اور درود شریف کے مسائل وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ شاہ صاحب نے توحید و سنت کا چراغ قصور شہر میں جلا رکھا ہے اللہ تعالیٰ اس کی روشنی سے شرک و بدعت کے اندھیروں کو دور فرمائے۔
ہو ابے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہے
وہ مرد درویش جس کو بخشے ہیں حق نے ناز و خیر وافر

مکتبہ نذیریہ اس کتاب کی اشاعت پر مبارک یادگار کا مستحق ہے کہ اس نے وقت کے چھتے چنگھاڑتے مسائل پر یہ کتاب شائع کر کے بریلویت کے قلعے میں دراڑیں پیدا کر دی ہیں۔ اس سے پہلے بھی اسی مکتبے نے نہایت اہم اور گرانبغا کتابیں شائع کی ہیں جن میں قاضی محمد سلیمانؒ منصور پوری کی اصحاب بدر اور شرح اسماء الحسنیٰ حضرت شیخ الکل میاں نذیر حسینؒ کی معیار الحق حضرت امام ابن تیمیہؒ کی تفسیر سورۃ اخلاص اور اصحاب صفہ مولانا امام خان نوشہرویؒ کی مکالمات نبویؐ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مکتبہ نذیریہ کے پروپرائٹر مولانا محمد حنیف یزدانی خود بھی ایک عالم اور اہل قلم ہیں۔ ان کی اپنی تالیفات میں سے مرشد جیلانیؒ کے ارشادات حقانی مرزاتے قادیان اور علمائے اہلحدیث، محمد رسول اللہؐ غیر مسلموں کی نظر میں، اور دیگر بہت سی کتب اس مکتبے نے شائع کی ہیں۔ ترویج و تبلیغ توحید و سنت میں اس مکتبے کی خدمات قابل قدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا یزدانی کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔

نذیر نظر کتاب اہل توحید و سنت کے لیے نہایت کارآمد ہے ہمارے

واعظ و مبلغین اس سے ہر قسم کے حوالے سے کام لے سکتے ہیں اور ابھی ہوئے مسائل کو سلجھانے کے لیے اس سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

ہفت روزہ ایشیا لاہور

نومبر ۱۹۸۰ء

اہل اسلام کے مختلف گروہوں کے آپس میں مختلف امور پر اختلافات سے سب حضرات آشنا ہیں۔ مختلف علماء نے اپنے اپنے طور پر ایسی کتب لکھی ہیں جن میں اس اختلاف کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ زیر نظر کتاب بھی ایک ایسی ہی کتاب ہے جس کے مصنف مولانا فردوس علی شاہ صاحب ایک نامور عالم دین ہیں۔ یہ کتاب آج سے کچھ عرصہ پہلے طبع ہوئی تھی اور نایاب تھی لیکن اب اس کا دوسرا ایڈیشن چھپ گیا ہے اس کتاب میں فاضل مصنف نے اختلاف کے خاتمے کے لیے ایک مستحسن کوشش کی ہے۔ انہوں نے اپنی بحث میں اور غلط عقائد کے رد کے لیے ایسے بزرگان دین اور اویلاتے کرام کی تعلیمات سے حوالہ جات لیے ہیں جو جملہ عوام مسلمانوں کے نزدیک قابل احترام ہیں۔ امید ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے طالب علمان دین اور علماء کرام کو اس کتاب کے مطالعہ سے فوائد حاصل ہوں گے اور اس سلسلہ میں ہونے والے کئی مباحث سے تفصیلی واقفیت حاصل ہوگی۔

تالیفات مولانا محمد حنیف یزدانی
ناظم مکتبہ نذیریہ چناب بلاک

علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

زیارت قبور کا شرعی طریقہ

روزنامہ 'نوائے وقت' ۲۸ مارچ ۱۳۹۰ ہفت روزہ چٹان ۲۶ اپریل ۱۳۹۰ اس کتاب مستطاب پر تبصرہ کر چکے ہیں۔ آج کل زیارت قبور کے سلسلہ میں جس طرح شرک و بدعت عام لوگوں میں راہ پائی ہے ان کے لئے بالخصوص اور اپنے عقیدہ کو مزید پختہ کرنے والوں کے لئے بالعموم اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ زیارت قبور کے متعلقہ جملہ مسائل، قبر کا طواف، مسح، بوسہ، سجدہ،

اس سے چٹنا، لپٹنا، قبر پر گنبد، عمارت قبہ

مجاور کا بیٹھنا، چادر چٹھانا، نذر و نیاز، قبر کی زیارت کے

لئے دور دراز سے سفر کر کے جانا، عرس، میلہ، اجتماع،

قبر پر جانا بالخصوص حضور و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

کی قبر شریف پر عافندی کے آداب و مسائل صاحب قبر کی روح کے لئے ایصالِ ثواب، دعا و مغفرت اور اس کے فہمن میں

موجودہ بدعات

تیسرے، ساتواں، چالیسواں اور سالانہ برسی

وغیرہم کلمہ کے متعلق مفصل و مدلل معلومات قرآن و حدیث و اقوال بزرگانِ دین باخصوص ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام غزالی، حضرت امام الادلیہ شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی مرہندی، حضرت امام ملا علی قاری، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حضرت شاہ محمد اسلمی محدث دہلوی اور بریلوی حضرات کے مولانا احمد رضا خاں، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مفتی احمد یار خاں گجراتی، مولانا عبد السمیع رامپوری، مولانا قلب الدین دہلوی، مولانا عبدالحق لکھنوی - فقہ حنفیہ کی بلند پایہ کتابوں (ہدایہ، مینی شرح ہدایہ، شرح وقایہ کنز الدقائق قدوری، نور الایضاح، معراج الدیایہ وغیرہم) کے حوالہ جات اور تشریحات سے کتب کو مزین کیا گیا ہے۔ آج ہی منکویئے اور اپنے ملکہ احباب میں تبلیغ دین کا مقدس فریضہ انجام دیئے۔

قیمت ۱۵/۱۰ روپے

کتابت طباعت آفٹ

نوبھورت ٹائٹل

گنج شکر پرنٹرز

فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۷	عرض مولف	۱
۹	دیباچہ طبع دوم بریلویوں کی تکفیری سرگرمیاں	۲
	باب اول	
۱۶	بریلویوں کے عقاید	۳
۲۳	توحید و شرک کی تعریف	۴
۲۳	تنقیح مسئلہ	۵
۲۵	عجاز کی بحث	۶
۲۷	کمالات انبیاء	۷
۵۲	بریلوی عقاید کا تجزیہ	۸
۶۱	محبت کا صحیح مفہوم	۹
۶۲	دینے والا کون ہے، مانگنا کس سے چاہیئے؟	۱۰
۶۵	رسالہ "نذر اولیاء" کی حقیقت	۱۱
۶۸	نذر کا بیان	۱۲
۶۹	نذر کا فائدہ	۱۳
۸۱	غیر اللہ کی نذر کے حرام ہونے پر اجماع اُمت	۱۴
۸۹	ایصالِ ثواب کا ایک ضروری اصول	۱۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۶	حضرت امام مجدد کا فیصلہ	۹۷
۱۷	مسئلہ ایصال ثواب	۱۰۵
۱۸	سماع موتی	۱۱۰
۱۹	استمداد و توسل	۱۱۰
۲۰	بدعت کیا ہے؟	۱۲۰
۲۱	بحث ندائے استمدادی	۱۳۴
۲۲	کیا اولیاء اللہ تفرقات میں واسطہ فی الحروف بھی بنتے ہیں؟	۱۴۴
۲۳	رسالہ "نذر اولیاء" کے حوالوں کا کتاب	۱۵۵
باب دوم		
۲۴	حضرات علمائے دیوبند کے عقاید	۱۵۴
۲۵	بریلویوں کی بلیک مارکیٹ	۱۶۴
۲۶	تمت اول: مولوی احمد رضا خاں بریلوی کی طرف سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند پر۔	۱۶۷
۲۷	اضافہ جوابات چراغ ہدایت	۱۷۸
۲۸	تمت دوم: حضرت مولانا رشید احمد گلگویی رحمۃ اللہ علیہ پر	۱۹۴
۲۹	تمت سوم: حضرت مولانا فیل احمد صاحب سہارن پوری پر	۱۹۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۳۰	تمت چہارم: حضرت مولانا تھانوی پر	۲۰۵
۳۱	تمت پنجم: حضرت شاہ اسماعیل شہید دیوبلی پر	۲۱۱
۳۲	مرکز مٹی میں مٹنے کا مطلب	۲۳۳
۳۳	انوارِ ساطعہ کی تصریحات	۲۴۷
۳۴	میلا و شریف کا بیان	۲۵۷
۳۵	حضرت امام مجدد کا فیصلہ	۲۶۳
۳۶	میلا و کا قیام	۲۶۴
۳۷	کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گیارہویں میلا و اور قبر میں تشریف لاتے ہیں؟	۲۷۱
۳۸	ضاری مخلوق اللہ کے سامنے عاجز اور ذلیل ہے	۲۷۷
۳۹	بخائی کے برابر ادب کرنے کا الزام اور اس کا جواب	۲۸۶
۴۰	مکتوبات حضرت امام مجدد الف ثانی پر ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف کی عنایات دن کے بعد اذان کہنے کا مسئلہ	۴۱
باب سوم		
۴۲	بریلویوں کی تاریخ	۲۹۵
۴۳	حضرات علمائے دیوبند کی شان میں	۳۰۹
۴۴	سید العلماء حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گوڑا وی کے چند فتاویٰ مبارکہ اور علماء اہل حدیث کیلئے دعائے خیر میں شیر محمد شریقی صاحب کے حضرات علمائے دیوبند اور علمائے اہل حدیث کے ساتھ تعلقات	۳۲۴

تہذیب و تحقیق مسئلہ امان بالصلوٰۃ والسلام مع کار خیر یا بدعت

معتمد، حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب دہلی، ناشر، مکتبہ نذیریہ، چناب بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور۔ ۱۹۵۷ء

مولانا محمد حنیف بزدانی، پرنٹر، مکتبہ نذیریہ، ایک بلند بخت ناشر اور جہاں طر خطیب و ادیب ہیں۔ تبلیغ دین کا ذوق بلکہ جنون ان کی متابع حیات ہے جس کے باعث وہ طرح طرح کی مفید کتب کی اشاعت پر کمر بستہ رہتے ہیں۔ اب تک وہ لاتعداد کتب شائع کر چکے ہیں جو کئی سال پہلے چھپ کر نایاب ہو گئی تھیں۔ اسی طرح وہ بعض متنازع مسائل پر فرامشی کتب تحریر کروا کر بھی شائع کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ خصوصاً پاک و ہند میں مسلمانوں کی طرف سے جاری کردہ بدعات و شرک کی تردید میں انہوں نے بہت سائل پر شائع کر دیا ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ہم نے بریلوی مکتب فکر نے "بدعت حسنہ" کی اثر میں قرآن و سنت کی تعلیمات کا جس طرح حلیہ بگاڑا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ زیر نظر کتاب ایسی ہی ایک بدعت۔ اذان سے قبل درود و سلام پر ایک فکر انگیز تالیف ہے جو مولانا محمد حنیف بزدانی کی فرامشی پر حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب دہلی نے تحریر فرمائی ہے۔ یہ کتاب مفت غلام سرور ٹکڑی لاہوری کی کتاب "مسئلہ صلوٰۃ و سلام قبل اذان" اور مولانا احمد علی قصوری کے ایک مضمون کا جواب ہے جو اسی موضوع پر نوائے وقت میں شائع ہوا تھا۔ حضرت سید فردوس شاہ صاحب کتاب و سنت کی تائید اور شرک و بدعت کی تردید کے لیے بقول مولانا بزدانی قصوری، سید بے نیام ہیں ساس سے بیشتر ان کے معجزات قائم سے اہل بدعت کی تردید میں "چراغ سنت" اور "کلمہ طیبہ مع فلسفہ نماز" جیسی دقیق کتب شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں جسکو مکتبہ نذیریہ ہی نے شائع کیا تھا۔ زیر نظر کتاب اذان سے قبل درود و سلام میں "بدعت تازہ تر" پر حرف آخر لکھنی چاہیے۔ معتمد کا اندازہ تو یہ اور اسلوب استدلال کتاب و سنت کے دائرے میں فکر و نظر کا پیش پا خزانہ ہے۔ ان کے دلائل قاطعہ کے سامنے اہل بدعت کے براہین کے تار و پود بکھر کر رہ گئے ہیں۔

کتاب کے آخر میں شاہ صاحب کا دوسرا رسالہ "کار خیر یا بدعت" بھی شامل کر دیا گیا ہے جو اس سے پہلے الگ شائع ہو چکا ہے اس میں بھی قصوری کے ایک بدعت ساز مولوی عبداللہ قادری کے رسالہ "ذکر جبر کا جواز" کا جواب دیا گیا ہے جو بدعت کے متذکرہ سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ معتمد، ناشر و ناول اس کتاب کی اشاعت پر تبریک و تحسین کے مستحق ہیں۔

قیمت ۱۵ روپے
الاعتصام، لاہور، اگست ۱۹۵۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

(طبع دوم)

حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب قصوری حفظہ اللہ تعالیٰ نے جب پہلا ایڈیشن "چراغ سنت" میں "چراغ سنت" کا شائع فرمایا تو پورے ملک میں عموماً اور شہر لاہور میں خصوصاً بریلوی حضرات کے کیمپ میں سناٹا اچھا گیا۔ حالانکہ اس کی اشاعت سے قبل بریلوی واعظین و مبلغین نے نوزائیدہ مملکت خدا داد پاکستان میں اور خاص طور پر میرے سابقہ پیرو مرشد مولوی محمد عمر صاحب اچھروی لاہوری المتنوفی دسمبر ۱۹۷۱ء، میرے استاد محترم مولوی محمد شریف صاحب نوری قصوری المتنوفی ۱۹۷۲ء اور میرے استاد محترم مولانا محمد عبداللہ قادری قصوری نے علماء حق پر دن رات الزامات کی بوچھاڑ کر رکھی تھی۔ شہر قصور میں مختلف انجمنوں نے آٹے دن بریلوی علماء حضرات کو مدعو کئے رکھنا، مسجد میاں نقیب کوٹ اندرون قصور جہاں جناب اچھروی صاحب خطبہ جمعہ کے لیے لاہور سے قصور تشریف لے جاتے اور اس کے علاوہ شہر میں مختلف مقامات پر ایسی فرقہ دارانہ اور اشتعال انگیز تقریریں ہوتیں کہ الامان الحفیظ۔ اور یہ سلسلہ اب تک قائم ہے۔ شاہی مسجد لاہور پر علامہ محمود احمد رقصی کی طرف سے ڈنڈا بردار جلوس نوجوان مولوی صاحبان وغیرہ مولوی صاحبان کا تو ہم نے اپنی گنہگار آنکھوں سے دیکھا ہے۔ پھر اس کے علاوہ آج کی مذہب دنیا میں اس وقت سے اب تک دہائیوں اور دیوبندیوں کے خلاف لڑ چکے بھی شائع فرمایا ہے۔ چنانچہ ان دنوں قصور میں مولانا قادری صاحب نے "النذر للادویاء" اور مولانا نوری صاحب نے "مسئلہ گیارہویں" اور مولانا اچھروی صاحب نے "مقیاس حنفیت" شائع فرما کر مزید فرقہ بندی اور انتشار پسندی کو ہوا دی یہ حضرات اس وقت سے فرقہ بندی کا ایندھن تیار کر رہے ہیں جب پاکستان علماء حق کی عظیم قربانیوں کے

بعد معروض وجود میں آگیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ پاکستان میں "اسلامی نظام" کی مخلصانہ مومنانہ کوششوں کو سبوتاژ کرنے کے لیے بریلوی دیوبندی وہابی کے معمولی لفظی نزاع کو ہوا دیئے رکھنا پیشہ ور دکاندار مولوی حضرات نے اپنی دنیا بنانے کے لیے ایسی ضد اور ہٹ دھرمی اختیار کر رکھی ہے کہ کہیں اسلامی نظام کا "آفتاب و ماہ تاب" طلوع نہ ہو جائے۔ اور ہماری اندھیر نگری کا کاروبار ٹھپ نہ ہو جائے۔

مصنف چراغ سنت نے ان تمام الزامات و تحرافات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے گندم نما جو فروش بریلوی علماء حضرات کی علمی جہالتیں اور خیانتیں واضح طور پر بیان فرمائی ہیں قارئین و ناظرین حضرات حیران ہونگے کہ اس زمرہ میں بریلوی حضرات کے شیخ الاسلام، شیخ الحدیث صف اول کے مجاہد ہیں اور حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب نے جو مدلل اور مضبوط گرفت کی ہے اس کا جواب دینے سے بریلوی علماء حضرات عاجز و ساکت ہیں۔

بڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

افسوس صد افسوس ہے کہ بریلوی حضرات کے ہاں وہابیوں، دیوبندیوں کے لئے ہنگامہ آرائی و انگشت نمائی تو بہت ہے لیکن جب کوئی علمی تحقیقی بات سنجیدگی سے ہوتی ہے تو ان حضرات کی طرف سے سنجیدگی کی بجائے بلطربازی اور محقق و مقل کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یہی معاملہ راقم الحروف کے ساتھ چراغ سنت کے نتائج ہونے کے بعد پیش آیا جب بندہ گنہگار ۱۹۸۵ء میں مولانا محمد عبداللہ صاحب قادری کے دارالعلوم جامعہ حنفیہ میں زیر تعلیم تھا۔ حضرت استاد صاحب اپنے رسالہ النذر للاولیاء جائز بلا غیباء پر اور اپنے بزرگ استاد حضرت علامہ ابوالبرکات صاحب المتوفی ستمبر ۱۹۹۱ء پر اور دیگر علماء بریلوی حضرات پر مصنف چراغ سنت کی طرف سے عائد کردہ اعتراضات و سوالات کا صحیح جواب نہ دے سکے اور نہ ہی دے سکتے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ

نہ خیر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزماتے ہوتے ہیں

خادم علم۔ ربانی

محمد حنیف یزدانی

مدیر مکتبہ نذیریہ لاہور

۵ شوال ۱۴۰۶ھ

۲۲ مئی ۱۹۸۸ء بروز اتوار

عرض مؤلف

ناظرین! یہ رسالہ "چراغ سنت" دینِ مظلوم کی ایک فریاد ہے کہ ایک شب ماہ یعنی بدعت کی سیاہ رات میں نورِ سنت کا ایک جگنو ہے۔ اگرچہ اس سلسلہ میں حضرات علماء کرام کی مساعی جمیلہ کچھ کم نہ تھیں لیکن اس رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ دلائل پیر پرست عوام کی سطح ذہن سے قریب تر ہیں۔ خاکسار مؤلف کی رائے میں بریلوی حضرات کی اصلاح قرآن کریم اور حدیث شریف کے معیاری دلائل سے نہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ تجربہ شاہد ہے۔ اس لیے غور و فکر کے بعد یہ تجویز سمجھ میں آئی کہ اختلافی مسائل کو حضرات بزرگان دین، صوفیائے کرام اور اولیائے اُمت کی تصنیفات سے حل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، اس رسالہ کے عناصر اربعہ ہیں۔ جو فریقین کے ہاں مسلم ہیں۔ تصوف اور شریعت کے جامع ہیں۔ ہمارا ماحول بھی ان سے متعارف ہے اسی خیال پر مسئلہ توحید حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ کے ارشادات حقہ سے واضح کیا گیا ہے مسئلہ بدعت کی پوری پوری وضاحت مکتوباتِ امام ربانی سرہندی سے کی ہے۔ مسئلہ نذر کو فقہائے حنفیہ کی معتبر ترین کتاب فتاویٰ عالمگیری، بحر الرائق شرح کنز الدقائق اور شامی سے بیان کیا ہے۔ ناظرین کو مختلف مسائل میں مکتوبات کے حوالے نظر آئیں گے۔ گویا اس رسالہ کا سب سے بڑا ماخذ مکتوبات

شریف ہے۔ اب یہ رسالہ بریلوی حضرات پر ایک محبت خداوندی ہے۔ ایک جدید انکشاف ہے۔ بزرگوں کی محبت اگر خلوص اور طلب حق پر مبنی ہے تو معاملہ صاف ہے۔ حضرات علمائے دیوبند کے عقاید میں بزرگان دین اور صوفیائے کرام کے عقاید ہیں۔ اگر نفس پرستی اور ہوا پرستی کو بزرگ پرستی سمجھ رکھا ہے تو بزرگوں کے پاکیزہ کلمات ان پر محبت الہی ہوں گے۔ کیا خوش قسمتی ہے کہ ہمارے اختلافات کو ختم کرنے کے لیے حضرت پیران پر قدس سرہ اور امام مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بزرگ تشریف لارہے ہیں۔ آئیے! اور اس پاکیزہ مجلس میں سنی سنائی باتوں کو جھلا کر، اور تعصب و عناد سے صاف ہو کر بزرگان دین کے فیصلے سنئے :

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ
أَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ

(مؤلف)

۶ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ
اکتوبر ۱۹۵۶ء



نوٹ: بغرض اختصار اکثر حوالے ترجمہ اردو میں دکھائے گئے ہیں۔
البتہ مفہوم کی ادائیگی میں سخت احتیاط کی ہے۔

دیباچہ طبع دوم

رسالہ چراغ سنت ایک وقتی اور فوری ضرورت کے لئے مصنف نے برداشتہ قلم نذر اولیائے کی تردید میں لکھا تھا لیکن حضرات سلف کرام اور اہل حق عوام کی پسندیدہ نے بریلوی عوام اور رسائل کی تیج و پکار اور تردید نے اسے چند دنوں میں وہ مقبولیت اور شہرت دے دی کہ آج بھدا اللہ پاکستان اور ہندوستان کے ہر طبقہ اور ہر طبقہ سے طبع دوم کے لئے ہزار مطالبات ہمارے پاس آچکے ہیں۔ کس زبان سے خداوند قدوس کا شکر ادا کروں کہ چراغ سنت کی اشاعت کے دورے روز خداوند تعالیٰ نے مجھ ناکارہ کو وہ جلیل القدر روحانی انعام عطا فرمایا جس کی پہنچی آرزو ہر مومن کے دل میں تڑپ رہی ہے اور رض فضل الہی کے بغیر اس کے حصول کا کوئی ذریعہ ہے ہی نہیں من رآنی فقد رآنی صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ دیدار جاں بخش ایسی کیفیات مثالیہ کا حامل تھا جس کی تعبیر بس یہی تھی کہ چراغ سنت ایک خبر ہے جو بدعت کی کمر میں بیوسست ہو چکا ہے فالحمد للہ رب العالمین۔ چراغ سنت کو ضبط کرانے کے لئے سرکاری اور درباری گوشیش جب ختم ہو چکیں تو ہندو پاک کے بریلوی رسائل نے اس کی تردید میں دل کی بھڑاس نکالی اس بے حقیقت گروہ کا سرخیل رسالہ ”ضوان“ لاہور ہے جس نے جواب لکھنے کی بجائے بے ہودہ کالیاں لکھ کر جماعت کو خوش کیا اور قصور کے ایک دل سوختہ نے انہی مفہامین کو چراغ بدایت کے نام سے سنا لے کیا تاب اللہ علیہم اجمعین۔

”چند غنئی کے اثرات

مولوی احمد رضا خاں صاحب سے لے کر مولوی حسنت علی وغیرہ اور حزب الاحناف کی متفقہ سرگرمیاں ملاحظہ ہوں اور چراغِ سنت کی اشتعال سے جہد و سار رسواں کی بالیسی میں بنیادی قلابازی دیکھ کر ناظرین فیصلہ کر سکیں گے کہ چراغِ سنت کے اثرات کیا ہیں مولوی احمد رضا خاں فرماتے ہیں:-

۱- آج کل کے دہائی رافضی وغیرہ ایسا شخص سب سے بدتر مرتد ہے اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا۔ اس کا نکاح کسی مسلم کا فرزند اس کے ہم مذہب ہوں، یا مخالف مذہب غرض انسان جو ان کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہو گا محض زنا ہو گا۔ مرتدوں میں سب سے بدتر منافق ہے خصوصاً دہادیہ دیوبندیہ۔ (احکام شریعت ص ۱۱)

۲- یہودی کا ذبح کیا ہو جانور حلال ہے اگر خدا کا نام لے کر ذبح کئے۔ دہادی دیوبندی وغیرہ کا ذبیحہ نجس اور مردارِ طبعی ہے اگرچہ لاکھ بار خدا کا نام لے یہ سب مرتد ہیں۔

دلائل بھگت مل نہ

- ۳- خود دیوبندیوں کو کافر نہ کہے جو ان کا پاس لحاظ رکھے جو ان سے استادی یا رشتے یا دوستی کا خیال رکھے وہ بھی انہیں میں سے انہیں کی طرح کافر بنے قیامت میں انہیں کے ساتھ ایک رستی میں جکڑ جائے گا۔ (فتاویٰ افریقیہ مصنفہ احمد رضا خاں ص ۱۱۱)
- ۴- مولوی احمد رضا خاں بریلوی سے کسی نے دریافت کیا ہے کہ دیوبندیوں کی بنائی ہوئی مسجد مسجد ہے یا نہیں؟ جواب میں فرماتے ہیں:-
- ”کفار کی مسجد مثل گھر کے ہے“ (ملفوظ ج ۱ ص ۱۱۱ مولوی احمد رضا خاں)
- ۵- جو شخص دیوبندیوں کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (ملفوظ مولوی احمد رضا خاں)

۱- دیوبندی مرتد ہیں اور مرتد کے احکام اہل کتاب سے سخت تر ہیں۔

تفسیر نسیمی مصنفہ مفتی احمد یار خاں پارہ ۳ ص ۱۱۱

بریلوی منقذات اور تحفہ تشددات بلکہ فواحش و منکرات کا اچھا نمونہ ہے۔

۲- یہودی تیار ہو چکا ہے اس وقت چھوٹے بڑے سینکڑوں رسائل اور تصنیفات لائبریری میں موجود ہیں جن میں متحدہ ہندوستان کے تمام سیاسی مذہبی افراد اور جماعتوں کے خلاف فتنہ پردازی اور اشتعال انگیزی کا بہت زیادہ مواد ہے۔

۳- ہندوستان اور ملک میں سینکڑوں نیم نلا خطرہ ایمان شوریہ سر و اعظم موجود ہیں جو کافر کافر کے دھندلے دھندلے ہیں، یہی خالی اللہ المشتکی نمونہ کے لئے بریلی مذہب کی ایک مستند اور کتاب تجانب اہل سنت کے چند اقتباسات پیش کئے جلتے ہیں جس پر بریلی کے مقدس سجادہ نشین اور شیریں بریلوی سب بارگاہِ رضوی مولوی حسنت علی کی تصدیق موجود ہے۔ ان حوالوں کے مطالعہ سے ناظرین آسانی سے سمجھ سکیں گے کہ بریلوی مذہب نے ہندوستان و پاکستان کے مشہور نامور مذہبی اور سیاسی مشاہیر پر کیا کچھ مظالم ڈھائے ہیں۔ اس جدید بات آپ کی سمجھ میں آجائے گی کہ دیوبندیوں کا گناہ کیا ہے۔

- ۴- دیوبندی مرتدین کو جو لوگ صاحب ایمان جانتے ہیں ان پر وہی حکم شرعی ہے جو دیوبندی مرتدین پر ہے یعنی وہ بھی مرتد ہیں۔ (تجانب اہل سنت ص ۱۱۱)
- ۵- مسلم ایجوکیشنل کانفرنس: مدوۃ العلماء خدام کعبہ خلافت کمیٹی۔ جمعیتہ العلماء ہند۔ خدام الحرمین۔ اتحاد ملت۔ مجلس احرار رسالہ۔ مسلم لیگ۔ اتحاد کانفرنس مسلم آزاد کانفرنس۔ نوجوان کانفرنس۔ نازی فوج۔ جمعیت تبلیغ اسلام انبالہ۔ سیرت کمیٹی جٹی ضلع لاہور۔ امارت شرعیہ بہار شریف۔ آل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں انہیں کافروں نیچروں نے بنائی ہیں (تجانب اہل سنت ص ۱۱۱)
- تمام سیاسی پارٹیوں پر بے دریغ کفر کا ہتھیار استعمال کرنے کے بعد متحدہ

ہندوستان کے تمام مذہبی مکاتیب فکر پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔
 ۹۔ وہابیہ۔ دیوبندیہ۔ روافض۔ یحییٰ۔ خاکساری۔ پھولوی۔ احراری۔ بجاہلی
 آغا خانی۔ وہابیہ غیر مقلدین۔ وہابیہ نجدیہ۔ مسلم لیگی۔ صلح گلیا اپنے عقاید
 کفریہ یقینیہ کی بنا پر بحکم شریعت قطعاً یقیناً اسلام سے خارج اور کفار
 مرتدین میں جو مدعی اسلام ان کے قطعی کفر پر اطلاع رکھتے ہوئے ان کو
 مسلمان کہے یا ان کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا کافر مرتد کہنے میں
 توقف کرے وہ بھی یقیناً کافر مرتد ہے اور بے توبہ مرآتو مستحق نازد
 (تجانب اہل سنتہ ص ۳۵)

دیکھو انگریز کے سایہ میں خان صاحب بہادر اور ان کی بریلوی جہالت
 نے کتنا ظلم کیا کہ تمام سیاسی پارٹیاں اور مذہبی جماعتیں ان کی نظر میں کافر
 ہیں۔ رضوان میاں بتائیں کہ اس عالمگیر فتویٰ بازی کے بعد ہندوستان میں
 مسلمان کون رہ گیا؟ بریلوی حضرات اس اجمال کے بعد تفصیل پر اتر آتے
 ہیں اور ہندوستان پاکستان کے متنازعہ سیاسی رہنماؤں پر کفر کافوتی
 دیتے ہیں۔ سب سے پہلے قائد اعظم سر محمد علی جناح بانی پاکستان کی باری
 آتی ہے۔

۱۰۔ بحکم شریعت شرعینا (جناح) اپنے عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً
 مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ جو شخص اس کو مسلمان جانے یا اسے
 کافر نہ مانے یا اس کے مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس
 کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد (تجانب اہل سنتہ ص ۱۳۲)
 ناظرین غور فرمائیں کہ اس فتویٰ کے بعد متحدہ ہندوستان کے کئی کروڑ مسلمان
 کس طرح مسلمان کہلائے مستحق رہ جاتے ہیں۔

۱۱۔ حسن نظامی دہلوی بھی کافر ہیں (تجانب اہل سنتہ ص ۱۳۲)

۱۲۔ شہلی نعمانی اور الطاف حسین حالی بھی کافر ہیں (تجانب اہل سنتہ ص ۲۸۵)
 شاعر اسلام علامہ اقبال بھی کافر ہے اور بریلوی مصنف نے ان کو
 کافر کہنے پر ص ۳۳۳ ص ۳۳۴ بہت زور دیا ہے چند نونے ملاحظہ ہوں۔
 ۱۳۔ ڈاکٹر اقبال صاحب نے دہریت و احماد کا زبردست بروپگنڈا کیا ہے ص ۳۳
 ۱۴۔ ڈاکٹر صاحب کی زبان پر شیطان بول رہا ہے ص ۳۴
 ۱۵۔ مسلمان اہل اہل سنت جو وہی انصاف کریں کہ ڈاکٹر صاحب کے باب
 کو سچے دین اسلام سے کیا تعلق ہے؟ ص ۲۳

۱۶۔ اگر ان اعتقادات کے باوجود بھی ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں تو معلوم
 ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی اور اسلام گھڑ لیا ہے ص ۳۳۵

۱۷۔ حضرت مولانا عبدالمجید دریابادی مفسر قرآن و مدبر صدق جدید جن کے
 مضامین اخبار نوائے وقت میں سچی باتیں کے عنوان سے شائع ہوتے
 رہتے ہیں بریلوی مصنف کی نظر میں مرتد عبدالمجید یا مرتد بی۔ اے
 ہیں اور یہ بیہودہ لفظ اس کتاب میں کئی بار استعمال ہو چکا ہے ص ۳۳
 ۱۸۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو جابجا مرتد ابو الکلام کہا ہے دیکھو
 واضح رہے کہ تجانب اہل سنتہ مولوی محمد طیب دانا پوری برکاتی کی تصنیف

ہے جو بریلوی ملازم کی صف اول میں شمار ہوتے ہیں سید ابوالبرکات لاہوری
 کے مختلف رسائل پر اس مولوی محمد طیب کی تصدیق موجود ہے بریلوی جماعت
 کے بڑے بڑے ہندوستانی پیر شاہ اولاد رسول اور شاہ آل مصطفیٰ مجدد
 نشین مارہرہ مہرہ ضلع ایرٹ کی تصدیق موجود ہے بریلوی جماعت میں اس کتاب
 کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اس کتاب پر مولوی حسرت علی رضوی کی تصدیق
 موجود ہے دیکھو ص ۳۴ جو سب بارگاہ رضوی ہیں اور مولوی احمد رضا خان صاحب

کے بعد دوسرا درجہ ان کا ہے اس بنا پر ہم اس کتاب کو نہت مل خاں کی
 تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اس سے کہ بریلوی حضرات سے زمانہ شہادتہ لگوبھا؟

پر کفر کا فتویٰ اس لئے دیا کہ برائین قاطعہ پر ان کی تصدیق موجود ہے۔ وہ
 قلمی فتویٰ جو جلسہ سازی سے تیار کیا گیا ہے اور جس کے فرضی نوٹوں و ضوابط
 شائع کرتا ہے بریلوی مذہب میں بھی مقبہ نہیں ہے کیونکہ سوہی احمد رضا
 خاں صاحب نے احکام شریعت میں فقرہ حنفی کا یہ قلم تسلیم کر لیا ہے
 الْحَطَّ يَنْسِبُ إِلَى الْخَطِّ أَيْنَ أَدْمَى كَالْخَطِّ وَرَءَى خَطَّ سَمْعَاتِ
 مَكْرَمَةٍ مَعْلَمَةٍ قَبَالَ بِرَافِئِ كَفَرِ كَفَوِي سَجِدَ دِيَارِ عَلِي شَادَ صَاحِبِ لَابُؤِي
 بَانِي حَزْبِ الْإِحْنَانِ نَبِي دِيَا حَقَّ رَسَالَهُ رَضَوَانِ بِي تَبَاتُ كِهْ وَهْ فَتَوِي كَبْ
 دَالِيسْ بُوَا يَابَاتِي بَسْ۔ اگر باقی ہے تو بریلوی واعظ اقبال کے کلام سے باریکاٹ
 نہیں کرتے؟ یہ زائد تنگ نظر نے مجھے کانہہ جانا
 اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

ناظرین! کافر کافر کا یہ زور شور آپ نے دیکھ لیا۔ لیکن چربا سنت کی طاعت
 کے بعد ان لوگوں کو اس فتویٰ بازی میں نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ
 دیداری خاندان کا بریلوی آرگن دیوبندیوں کو کافر کہنے سے تائب نظر آئے۔
 ”اسی طرح ہم مطلقاً تمام دیوبندیوں کو ہرگز ہرگز کافر نہیں سمجھتے
 بلکہ..... الخ (رسالہ رضوان، ۱۴۰۱ ستمبر ۱۹۸۰ء)

وقت کا شدید تقاضا ہے کہ اس جماعت کی بنے درخ فتویٰ بازی پر
 سخت نغز کی جائے ورنہ ملک کا امن و امان بحال رکھنا ناممکن ہو جائے گا۔
 مسلمان قوم کی اخلاقی گراؤ، مذہب سے بیگانگی اور سیاسی ماحول کا
 تقاضا تو یہی ہے کہ مسلمان فرقہ بندی اور اندرونی اختلافات کو بلائے طاق
 رکھتے ہوئے تنظیم، تعمیر اخلاق اور نصرت اسلام کی طرف ہمد تن متوجہ ہوجائیں
 مگر افسوس کہ مسلمانوں میں ایک چھوٹی سی جماعت وہم پرست جاہلوں کی ایسی
 پیدا ہو چکی ہے جو حالات ماحرہ کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ان کا مبلغ علم کچھ
 ایسا محدود اور زراویہ نظر ایسا تنگ ہے کہ اہل علم کو پریشان اور بدنام کرنے کے

سو ان کا کوئی مقصد ہی نہیں۔ یہ لوگ اسی فساد فی الارض کو اصلاح سمجھتے
 ہیں۔ اقامت دین کی فکر تو ان کی تاریخ میں ہے ہی نہیں۔ منکرین حدیث
 ملک میں دندنا رہتے ہیں۔ باطل کی تمام قوتیں ان کی حمایت و نصرت کو بہترین موقع
 اکھڑ رہی ہیں۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔
 قوم کا معاشرہ ہر لحاظ سے قابل اصلاح ہے اپوا کی بیٹیاں پردہ کے خلاف
 غار بنا رہی ہیں۔ قرآن کو حدیث سے کاٹ کر مفلوج کیا جا رہا ہے غرض
 اسلام پر ہزاروں خطرات ہیں مگر یہ سب سمجھ گیا رہو میں اور زندہ او یا رہے
 سوا دین کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

(مؤلف)



بریلویوں کے عقائد

ان کے عقائد جن کی اشاعت کو خدمت اسلام سمجھتے ہیں یہ ہیں :-
 ۱۔ مگر اولیاء اللہ کی شان ہے۔ اولیاء اللہ میں چیز کو کون نہیں فوراً ہر جاتی ہے۔ اپنے اختیار اور ارادہ سے، اپنی مرضی اور پسند سے تمام جہان میں جس طرح چاہیں تصرف کرتے ہیں۔ جسے چاہیں دیں، مزیں۔ یہ عقیدہ بریلویوں کی معتبر کتاب شرح استمداد مطبوعہ نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب کے ص ۲۵ پر ان لفظوں میں مذکور ہے :-
 "امیر کرام فرماتے ہیں: اولیاء میں ایک مرتبہ اصحاب تکوین کہتے جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً موجود ہو جاتی ہے جسے کون کہاوی ہو گیا۔"

اسی کتاب کے ص ۲ پر یوں لکھتے ہیں :-
 "آسمان سے زمین تک ابدال کی ملک (ملکیت) ہے۔ اور عارف کی ملک (ملکیت) فرش عرش تک۔"

واضح رہے کہ شرح استمداد مولوی احمد رضا خاں صاحب کے صاحبزادے مصطفیٰ رضا کی تصنیف ہے۔ نیز مولوی احمد رضا خاں صاحب نے الامن والاعلیٰ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں یو۔ پی کے ص ۲۴ پر یوں لکھا ہے :-
 "حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہوا پر چلتے اور یوں فرماتے تھے۔ آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرے۔ نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے۔ اور مجھے خبر دیتا

ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے اسی طرح نیا مہینہ، نیا ہفتہ، نیا دن مجھ پر سلام کرتے، اور مجھے ہر ہونے والی بات کی خبر دیتے ہیں۔" الخ

قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ نے مگر فیکوئن کو اپنی قدرت کا اعلان قرار دیا ہے جو مافوق الاسباب طور پر کائنات کی تخلیق وغیرہ تمام اعمال الہیہ کا مظہر ہے۔ بریلوی حضرات غور فرمادیں کہ خلق یعنی پیدا کرنا ہرگز کون کا مفہوم ہے اور عرش سے فرش تک ہر چیز کی ملکیت اگر اولیاء اللہ کو حاصل ہے تو پھر خداوند تعالیٰ کے اختیار میں کیا چیز باقی رہ گئی۔ خلق اور ملک اولیاء اللہ کے سپرد ہونے کے بعد خداوند تعالیٰ محض بیکار فلسفی خدا نہ ہو گا تو کیا ہو گا؟ اور ذرا یہ بھی بتائیں کہ اولیاء اللہ نے کون کبہ کر جو زمین آسمان بنائے جو مخلوق تیار کی وہ کہاں ہے؟ اور فنی ماذا (خلقوا من الارض) حضرت فیض عبدالقادر جیلانی کو سلام کہے بغیر اگر سورج نہیں نکلتا تو ان کی پیدائش سے پہلے کس کو سلام کر کے نکلتا تھا اور یہ سلسلہ اگر اب تک جاری ہے، اور ان کے ہاتھ میں مگر فیکوئن کی باگ ڈور اب تک موجود ہے، تو ان کے فوت ہونے کے بعد کچھلوں کو غوث، قطب، ابدال کا منصب ملنا بے شہود ہو گا اور یہ بھی فرمائیے کہ ایسی عبارتوں کو اگر صحیح ہوں تو زیادہ سے زیادہ ایڈی کا کشف کہا جاسکتا ہے۔ لیکن ولی کے کشف پر عقیدہ کی بنیاد قائم کرنا اور ان باتوں کو خدائی اختیارات حاصل ہونے پر دلیل اور ثبوت ٹھہرانا اہل سنت کے نزدیک کیسا ہے؟
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام خدائی کے مالک ہیں۔ اللہ نے سب چیز انوں کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں دے دی ہیں جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے آرام تکلیف، رنج راحت پیدا کرنا، ماننا، رزق دنیا، مرض تندستی، دولت غریبی، تحط، بارش، کفر اسلام، ایجاد و اعدام، ہدایت گمراہی، غرض عرش

سے کر فرشتے تک سب کچھ آپ کے اختیار میں دے دیا گیا ہے۔ گویا کہ ابو جہل کا کفر اور حضرت صدیق اکبر کا اسلام، دونوں آپ کے پیدا کردہ ہیں، بطور واسطہ فی الثبوت تمام اختیارات خداوندی سے متصف اور مختار بالذات ہیں۔ اللہ کے خزانوں سے جو چیز بھی مخلوق کو پہنچتی ہے سب حضور کی عطا ہے یعنی خدا بے کار محض فلسفی خدا ہے۔

شعر۔ اللہ کے پلہ میں وحدت کے سوا کیا ہے؟
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے،

بریلویوں کا رسالہ "رضوان" لاہور بڑی جرأت سے لکھتا ہے کہ:-
"متصف چرخ سنت نے سخت بے ایمانی اور دغا بازی سے کام لیا ہے ہماری عقائد نہیں ہیں، علماء بریلی کی کتابوں سے اگر یہ عقائد ثابت ہو جائیں تو ہم ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا اعلان کرتے ہیں۔"

جو ابنا عرض ہے کہ گویا اور یعنی کے بعد کافر اور کلام ہمیشہ متصف کا اپنا ہوتا ہے۔ شاید آپ لوگ بھی اتنا تو جانتے ہوں گے۔ باقی عبارت کا خلاصہ آخری فقرہ میں موجود ہے۔ یعنی:-

"بریلویوں کے عقیدہ میں حضور علیہ السلام بطور واسطہ فی الثبوت تمام اختیارات خداوندی سے متصف اور مختار بالذات ہیں۔"

ناظرین! بریلوی حضرات نصف صدی سے پورے جوش و خروش اور بڑی دلیری سے یہ عقیدہ تحریر و تقریر میں ثابت کرتے ہیں لیکن نہ معلوم کن وجوہات کی بنا پر چودھویں صدی کے بدلے ہوئے تیمور دیکھ کر رسالہ "رضوان" نے اس عقیدہ سے توبہ کا اعلان کیا ہے اس جھوٹی توبہ کی حقیقت ابھی انشاء اللہ کھل جاتی ہے۔

واضح رہے کہ مختار بالذات یعنی مختار حقیقی کا لفظ ہم کے مطلقاً تو نہیں

ہے بلکہ اس کے پہلے بطور واسطہ فی الثبوت کا لفظ موجود ہے۔ اس لئے کہ اگر آپ کریں گے کہ بریلوی حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تمام اختیارات بطور واسطہ فی الثبوت مانتے ہیں۔ یہی دعویٰ "چرخ سنت" کا کیا ہے۔ اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:-

بریلوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے "الامن والاعلیٰ" مطبوعہ بدایوں میں بار دوم ص ۵۱ پر ایک قاعدہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"نسبت و اسناد دو قسم ہے حقیقی کہ مسند الیہ حقیقتاً اس سے متصف ہو، اور مجازی کہ کسی علاقہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کر دیں۔ حقیقی بھی دو قسم ہے، ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطاء غیر ہوا اور عطائی سے لے لے اے حقیقتاً متصف کر دیا ہو خواہ وہ دوسرا خود بھی اس وصف متصف ہو جیسے واسطہ فی الثبوت میں یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں۔ مثلاً انسان کو عالم کہتے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کی نسبت لفظ علیم ہے یہ حقیقت عطا ئیہ ہے یعنی بہ عطا ہے الہی وہ حقیقتاً متصف بہ عطا ہے۔۔۔۔۔ الخ

مستور علیہ السلام کو دافع البلاء کہنا بھی بمعنی حقیقی عطائی ہے ص ۱۶ ناظرین! اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ حقیقی ذاتی اور حقیقی عطائی حقیقی کی قسمیں ہیں، فرق صرف ذاتی اور عطائی کا ہے حقیقی دونوں میں خدا مالک بھی حقیقی طور پر مصیبتیں اور بلائیں دافع کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حقیقی طور پر دافع البلاء یعنی بلائیں دور کرنے والے ہیں، ذاتی اور عطائی ملاوہ دونوں میں اور کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دی جو صفت جس طرح خدا تعالیٰ کو حاصل تھی بالکل ہو ہو آپ کو عطا ہو گئی اور عطا کے بعد تو بالکل مل گیا۔ اس سے متصف ہو چکے ہیں۔ اس بات کو زیادہ واضح کرنے

مکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں (حدائق ص ۶۵)
حوالہ نمبر ۱۱ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مخلوق ہوں تو یہ خدائی نہیں
 میں کیسے ہو سکتی ہے اور اگر واجب الوجود یعنی خالق ہو تو عبد نہ ہوں۔ حضرت
 عبدالقادر جیلانی قادری بھی ہیں۔

”بندہ قادر کا بھی ہے قادر بھی ہے عبدالقادر“
 (حدائق ص ۳۲) (علی حضرت بریلوی)

حوالہ نمبر ۱۲ ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے، کار عالم کا
 بھی ہے عبدالقادر“

حوالہ نمبر ۱۳ ”غرض کہ ہر عرشی فرشی اس قابہ حکومت کا بندہ ہے“
 (سلطنت مصطفیٰ ص ۱۲) (مضامین احمدیہ خاں)

حوالہ نمبر ۱۴ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی دین کا اصلی اصول ہے اور“
 (سلطنت مصطفیٰ ص ۵۸)

حوالہ نمبر ۱۵ ”سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم بحکم پروردگار کو نین (دو جہاں)
 ملک و مختار ہیں زمین کے ملک، آسمان کے ملک، اپنے
 عطا سے حجیم (دوزخ، کے ملک، جنت کے ملک، رب کے احکام
 انعام کے ملک۔ (سلطنت ص ۵۸)

حوالہ نمبر ۱۶ ”حضور علیہ السلام کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کے لئے چاہیں
 اس کی زندگی ہی میں توبہ کا دروازہ بند کر دیں کہ وہ توبہ

کرے اور قبول نہ ہو جس کے لئے چاہیں بعد موت بھی دروازہ کھلا
 دیں اور اس کو زندہ فرما کر مسلمان کر دیں“ (سلطنت مصطفیٰ ص ۵۸)

حوالہ نمبر ۱۷ ”حضرت امام حسین میں طاقت تھی کہ کربلا میں حوض کوثر
 رجاء الحق ص ۲۳ نوری کتب خانہ

حوالہ نمبر ۱۸ ”خداوند تعالیٰ نے خزانوں کی کنجیاں زمین کی کنجیاں دنیا کا

کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، دوزخ کی کنجیاں،
 برشت کی کنجیاں آپ کو دے دیں“ (الامن والعلی ص ۶۵)
 ”احکام شریعت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد ہیں“

حوالہ نمبر ۱۹ جو بات چاہیں واجب کر دیں، چاہیں ناجائز فرمادیں جس چیز
 یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مشتتہ کر دیں“ (الامن والعلی ص ۶۵)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کے شارع ہیں“
 (الامن والعلی عنوان ص ۱۹۹)
حوالہ نمبر ۲۰ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام آدمیوں کے مالک
 (الامن والعلی عنوان ص ۱۲۵)

ناظرین! چند مثالوں سے آپ نمونہ سمجھ چکے ہیں کہ بریلوی حضرات کے
 نزدیک لفظ عطا کا مفہوم کیا ہے۔ تمام صفات الہی علم، حکم، قدرت، شریعت
 بنانا اور تمام جہان کے انتظامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور واسطہ
 فی الثبوت عطا ہو چکے ہیں، اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے عطائی کے لفظ سے
 ان کی مراد ہمیشہ کے لئے حقیقی عطائی ہوتی ہے ان کے ہاں توحید اور شرک کی
 حقیقت بالکل نرالی ہے۔

توحید و شرک کی تعریف

بریلویت کی خشت اول کا سمار کچ نظر پہلی اینٹ یوں رکھتا ہے۔
 ”احکام الہیہ دو قسم ہیں، کمونیہ مثل احیاء و امات و قنات“

حوالہ نمبر ۲۱ حاجت و دفع مصیبت، و عطائے دولت و رزق و
 نعمت، و فتح و شکست و غیرہ عالم کے بند و بست۔ دوسرے
 تشبیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام، یا واجب یا مکروہ، یا مستحب

یا مباح کر دینا۔ مسلمانوں کے سچے دین میں ان دو نو حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف ہر وجہ ذاتی احکام تشریفی کی اسناد بھی شرک اور ہر وجہ عطائی امور تہکون کی اسناد بھی شرک نہیں، (الامن والعلیٰ مصنف مولوی احمد رضا خاں صاحب ۱۴۳۳ھ) دنیا کی تمام موجودات اور کائنات کو پیدا کرنا تہکون کہلاتا ہے۔ مثلاً زندہ کرنا۔ مارنا، لوگوں کی حاجتیں پورا کرنا، مصیبتیں دور کرنا، لوگوں کو دولت دنیا، بزرگ اور ہر قسم کی نعمت، اولاد وغیرہ، نفع شکست وغیرہ دنیا کے تمام معاملات جو اللہ کے حکم سے چل رہے ہیں، غیر خدا کی طرف ان تمام معاملات کو عطائی طور پر منسوب کرنا بریلوی مذہب میں شرک نہیں ہے یعنی جو چیزیں کون سے پیدا ہوئی ہیں ان کو نبیوں، ولیوں کی طرف منسوب کرنا تو حید ہے مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطائی یعنی حقیقی عطائی طور پر بطور واسطہ فی الثبوت زمین آسمان کے خالق ہیں سب کے مالک رازق ہیں، ہواؤں کا چلانا، بارشوں کا برسانا، اناج کا اگانا، زندگی موت، اولاد، دولت، نعمت، نفع شکست اور تمام دنیا کے چھوٹے بڑے انتظامات، آپ کرتے ہیں تو بریلوی مذہب میں یہ توحید شرک نہیں ہے، اس واسطے کہ عطائی کا لفظ جہاں آگیا شرک اڑ گیا۔

لفظ عطا کی ادٹ میں یہ طوفان بد تمیزی اور یہ بہبود کھیل بریلوی حضرات ایک مدت سے کھیل رہے تھے اور دراصل ہمارے بزرگوں کے ساتھ ان کا جھگڑا شروع شروع سے بس اتنا ہی تھا کہ معجزات کرامات وغیرہ امور میں واسطہ فی الثبوت ہے یا فی العروض دیکھئے چراغ سنت طبع اول ص ۱۱۱ اس بحث میں بریلوی پہلو چونکہ سخت کمزور تھا اس لئے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو اس موچ سے ہسٹ کر تکفیر کا محاذ قائم کرنا پڑا۔ یہ مسئلہ نہایت اہم اور ضروری ہے۔ اسی مسئلہ میں بریلوی حضرات کی سخت بے احتیاطی دیکھ کر بعض علماء نے ان پر کفر

اور کب علی کا فتویٰ ریا ہے اور انصاف یہ ہے کہ بریلوی علماء نے اگر الفاظ کے اہم بیچ اور لفظی بھول بھلیوں میں کچھ باریک تاویلیں کر کے ایسے الفاظ کی تفسیر بھی سمجھی ہے تو ان کی عبارتوں کا صاف صریح مطلب جو عوام کی نگاہ میں سمجھا جاتا ہے وہ یقیناً خالص اور قطعی شرک ہے، اور عوام کو اس سے آگاہ کرنا ہرگز ہرگز کے ذمہ دار وہ لوگ ضرور ہیں۔ بریلوی لٹریچر ان طلاقات میں لبریز ہے، اور حق یہ ہے کہ جس شہر میں یہ جنگلی گھاس اگی ہوئی ہو وہاں کے علماء سے جانتے ہیں کہ جاہل عوام بزرگوں کے حق میں روزمرہ ایسے الفاظ بدل کر استعمال کرتے ہیں جن سے عرب کا جہت پرست بھی گریز کرتا۔ ان کے علماء ہمیشہ ان شرمنگ عبارتوں کو عطائی اور نسبت مجازی کی ادٹ میں چھپاتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کا مجددانہ کام بس اتنا ہی ہے۔ لیکن واسطہ فی الثبوت کا لفظ مجاز کی نفی کرتا ہے اور حقیقی عطائی کی اصطلاح مستقل قوت مستقبل تاثیر کو ظاہر کرتی ہے۔ ایسے حالات میں یہ نسبتیں مجازی نہیں رہتیں۔ مجاز مرسل کے علاوہ سببیت لزوم وغیرہ ان عبارتوں میں ناپید ہیں اور مجاز عقلی میں تو علماء بھائی نے صدق قدس من الموجد کی شرط لگادی ہے یعنی مجاز عقلی میں یہ ضروری ہے کہ وہ کلام کسی توحید پرست کا ہو، ورنہ شرک تو اسے حقیقت پر بھی محمول کر سکتا ہے۔ اور بریلوی حضرات کا موجد ہو نازیہ بحث ہے مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مزید تفصیل درکار ہے۔ بندہ عاجز کے خیال میں توحید اور شرک کا امتیازی نشان یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے سوا کسی اور میں مستقل طور پر نفع نقصان کی قوت، یا مستقل علم، مستقل قدرت وغیرہ تسلیم کرنا شرک ہے اور استقلال کی نفی توحید ہے۔ اس لیے کہ آج تک کسی شرک قوم نے اپنے جھوٹے خداؤں کے لئے ذاتی علم، یا ذاتی قدرت وغیرہ کا عقیدہ رکھا ہی نہیں۔ تمام مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کو عطائی اختیارات کا مالک سمجھتے تھے قرآن وحدیث میں اس کے ہزاروں دلائل موجود ہیں۔ اس لئے صرف عطائی کا لفظ توحید اور

شُرک کا فرق کرنے کے لئے کافی نہیں ہے ورنہ تمام مشرکین موحّد بن جائیں گے۔ بعض مشرک تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے فلاں مقرب بندے کو مستقل طاقت نفع نقصان کی اس طرح عطا فرمادی ہے کہ بندہ جب چاہے اپنے دوست دشمن کو نفع پہنچانے میں مختار رکھتی ہے۔ ہر معاملہ میں اپنی مرضی سے جو چاہے کرے، اذن الہی اور مشیت الہی کا پابند نہیں ہے۔ ہاں بڑی طاقت خداوند تعالیٰ کی ہے اور خداوند تعالیٰ اسے روکنا چاہیں تو روک بھی سکتے ہیں۔ جیسے کسی صوبہ کا گورنر اپنی حدود میں مختار بھی ہے اور مرکزی حکومت اسے معزول کرنے کی طاقت بھی رکھتی ہے۔ ایسا عقیدہ یقیناً بلاشبہ شرک جلی ہے، مشرکین عرب ستاروں، بتوں، جنوں، فرشتوں کے متعلق یہی عقیدہ رکھتے تھے اور قرآن مجید نے اس کی سخت تردید فرمائی ہے۔ اور بعض مشرک یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے مستقل طاقت تو کسی کو نہیں دی لیکن بعض مقرب بندے عبادت اور نیکی کی وجہ سے اللہ کی جناب میں قرب و قبول کا ایسا درجہ حاصل کر لیتے ہیں کہ اگر وہ اپنے مریدوں اور محبت کرنے والوں کے لئے سفارش کریں تو ضرور منظور ہو جاتی ہے۔ یہ عقیدہ غلط تو ہے لیکن مشرک کی حد تک نہیں پہنچتا۔ مگر آگے چل کر یہی عقیدہ مشرک کی صورت اختیار کر لیتا ہے کیونکہ وہ لوگ ان بزرگوں کی سفارش حاصل کرنے کے لئے ان کے ساتھ عبادت سے مشابہ اور ملت جلتا معاملہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ بے جا تعظیم، الفاظ کی سخاوت، اور ان بزرگوں کی ناجائز خوشامد، براعتقاد اور بُرا عمل ہے۔ گو وہ لوگ اپنے عقیدہ میں ان کی عبادت نہیں کرتے، لیکن اس مشابہت کی وجہ سے بعض اوقات ان کو بھی مشرک کہہ دیا جاتا ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں کہ:-

”اگر کسی کی توجہ بزرگوں کی طرف ہو اور یہ سمجھے کہ وہ میرا مطلب پورا کر سکتے ہیں جو چاہیں خداوند تعالیٰ سے منوالیتے ہیں، اور عوام کا اتہام کرنے کا طریقہ یہی ہے تو یہ خالص شرک ہے اور بت پرستی

کا عقیدہ یہی تھا۔“ دیکھو چہ راز سنت طبع اول صنف
ناطلین! شرک اور توحید کی پہچان میں یہ قاعدہ کتنی بہت مفید ہو گا۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:-

قرآن مجید پارہ ۱۵، رکوع ۶ میں خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں:-
قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ نَزَعْتُمْ

ترجمہ:- اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کا زوں کو فرما دیجئے کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے ہوا نفع نقصان کے مالک سمجھے ہو ذرا ان کو تکلیف دہ کرنے کے لئے پکارو تو یہی! پس وہ لوگ نہ تو تکلیف دہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں نہ بدل ڈالنے کا۔ یہ لوگ جن کو مشرک نفع نقصان کے لئے پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف پہنچنے کا ذریعہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ کون زیادہ قرب حاصل کرے اور اس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کے قابل ہے۔ (سورۃ نبی اسرائیل)

اس آیت شریف کے الفاظ شہادت دے رہے ہیں کہ یہاں بتوں اور بے جان پتھروں کا ذکر نہیں ہے۔ یہاں انبیاء اولیاء یعنی مقبول بندوں کی پکار سے منع کیا جا رہا ہے۔ اور منع اس بنا پر کیا جا رہا ہے کہ وہ لوگ نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ نیک اعمال کے وسیلہ سے قرب الہی ڈھونڈتے ہیں یعنی عبادت گزار بندے ہیں، رحمت کی امید کرتے ہیں یعنی اپنی جان کو نفع پہنچانے کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ عذاب سے ڈرتے ہیں یعنی اپنی جان سے تکلیف دور کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ مفسرین نے سلف کی ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ اس جماعت سے مراد ملائکہ ہیں، یا انبیاء جیسے مسیح علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام۔ جب معلوم ہوا کہ اپنا نفع نقصان بھی ان کے ہاتھ میں نہیں ہے تو دوسرے کا نفع نقصان کجا؟ ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا آج کل تو کتنے خداؤں کی عبادت کرتا ہے؟ اس نے کہا سات

خداؤں کی، چھ زمین پر ہیں اور ایک آسمان پر فرمایا تجھ کو محبت اور خوف کس کا ہے؟ اُس جواب دیا صرف اس کا جو آسمان والا ہے..... الخ
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرب کا بت پرست ہمارے بریلوی بھائیوں سے زیادہ عارف اور خدا شناس تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی عظیم الشان مقبول و معروف کتاب حجۃ اللہ بالآخر میں توحید و شرک کے متعلق یوں لکھتے ہیں:-
”توحید کے چار درجے ہیں۔

۱۔ خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی واجب الوجود نہیں۔

۲۔ زمین آسمان ساری کائنات کا خالق صرف وہی ہے۔ یہ دونوں نمبر توحید و نصاریٰ اور بت پرست بھی مانتے ہیں۔

۳۔ زمین آسمان کے اندر تدبیر اور انتظام صرف اسی کا ہے۔

۴۔ اُس کے بغیر کوئی شخص عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

یہ تیسرا درجہ تھا نمبر آپس میں لازم ملزوم ہیں، اور ان دونوں قسموں میں لوگ مختلف عقائد رکھتے ہیں۔ ستارہ پرستوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ستارے عبادت کے حق دار ہیں۔ ان کی عبادت دنیا میں فائدہ دیتی ہے اور ستاروں سے حاجت مانگنا برحق ہے۔

کیونکہ انسان کی تندرستی، بیماری، نیک نجاتی بد نجاتی اور روزانہ حوادث میں ان کا دخل ہے۔ بت پرستوں کا عقیدہ یہ ہے کہ بڑے بڑے کام تو خداوند تعالیٰ خود کرتے ہیں اور جن کاموں کا خدا تعالیٰ قطعی فیصلہ کر دیں، اور مخلوق کے لیے گنجائش اختیار کی نہ چھوڑیں، ان کاموں میں تو کسی کو دخل دینے کی مجال نہیں ہے لیکن نیک بندوں نے جب خداوند تعالیٰ کی عبادت کی اور قُرب حاصل کر لیا تو اللہ نے ان کو خدائی عطا کر دی ہے اس لیے وہ عبادت کے حق دار ہو چکے ہیں جیسے کوئی شہنشاہ۔ غلام کو خدمت کے سلسلہ میں شاہانہ خلعت یعنی جوڑا پہنا کر کسی شہر کی حکومت اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس شہر والوں پر وہ با اختیار حکمران

ہو جاتا ہے اور اس بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نائب کی تابعداری ضروری ہو جاتی ہے اس اصول کے تحت میں مشرک کہتے ہیں کہ بتوں کی عبادت ضروری ہے تاکہ قرب الہی نصیب ہو مشرکوں کا عقیدہ ہے کہ وہ بزرگ سب کچھ سنتے ہیں دیکھتے ہیں، اپنے بندوں کی سفارش کرتے ہیں ان کے کام بناتے اور رد کرتے ہیں، اپنی توجہ درست کرنے کے لیے انہوں نے رُحوں کے نام پر پتھر کے بت بنائے لیکن پچھلے لوگوں نے خاص ان تپھروں کو معبود بنالیا، عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قُرب الہی اور عام مخلوق پر بلندی حاصل ہے اس لیے ان کو بندہ یعنی انسان نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ ان کی بے ادبی ہے اور ان کی شان سے بے خبری اور بے پروائی ہے۔ اس وہم کی وجہ سے بعض نے ان کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا اور بعض نے اس وہم پر کہ خداوند تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں اُتر آیا ہے خود خدا کہنا شروع کر دیا۔ کیونکہ ان کے معجزات عجیب و غریب تھے پھر یہ تینوں فرقے لمبے چوڑے دعوے کرتے اور ترافات کہتے ہیں۔

..... الخ حجۃ اللہ بالآخر ص ۵

”علم۔ تدبیر۔ یعنی دنیا کا انتظام چلانا، عظمت، شرف، قوت ہر ایک کے دو درجے ہیں۔ ایک نہایت بلند درجہ ہے جو اسباب کی دنیا سے بالاتر ہے، یہ خداوند تعالیٰ کے لائق ہے۔ دوسرا درجہ اسباب ذرائع اور وسائل سے تعلق رکھتا ہے یہ انسان کو حاصل ہے۔ لیکن ان دونوں درجوں کو بیان کرنے کے لیے بعض اوقات ایسے الفاظ استعمال ہو جاتے ہیں جو قریب قریب اور شبہ پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ برہنہ نے اپنی قوم کو مشرک کی حقیقت اور دونوں

درجوں کا فرق سکھایا اور یہ بتانا کہ بلند اور مقدس درجہ فقط خداوند تعالیٰ کے لئے ہے اور دوسرا درجہ مخلوق کے لئے ہے اگرچہ الفاظ شبہ پیدا کرنے والے اور قریب قریب ہوں انبیاء علیہم السلام جب دنیا سے چلے جاتے ہیں تو ان کے صحابہ اور دین کے حاملین اس دونوں درجوں کے فرق کو قائم رکھتے ہیں، لیکن ان کے بعد نالائق جانشین آتے ہیں جو نماز کو ضائع کرتے اور خواہشات پرست ہوتے ہیں۔ وہ لوگ گول مول ملتے جلتے لفظ کے دوسرے معنی کر لیتے ہیں، جیسا کہ بریلویوں نے (محبوبیت اور شفاعت کا دوسرا مطلب لے لیا یعنی محبوب کا معنی معشوق کر لیا) اور شفاعت کو دنیاوی سفارش جیسا سمجھ لیا۔ اور جیسا کہ ان بریلویوں نے لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور ایام اللہ کی کرامات، اور علمی انکشافات کا یہ مطلب سمجھ لیا کہ اللہ کا علم اور اللہ کی طاقت انبیاء اور اہل بیت میں منتقل ہو کر آگئی ہے (اب یہ کمالات ان کے ارادہ اور اختیار سے ظاہر ہو رہے ہیں) اس مرض کے بیمار کئی قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ بعض تو وہ ہیں جو خداوند تعالیٰ کے جلال اور بزرگی کو بالکل سمجھ لگے ہیں، اب وہ عبادت بھی غیر اللہ کی کرتے ہیں اور اپنی حاجتیں بھی ان سے مانگتے ہیں۔ اگرچہ عقیدہ کے طور پر وہ جانتے ہیں کہ کائنات کو پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔

۲۔ بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ ساری مخلوق کا سردار اور مالک تو اللہ ہی ہے اور انتظام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے لیکن وہ کبھی کبھی بعض بندوں کو شرف اور خدائی کا لباس پہنا دیتا ہے اور بعض خاص اپنے کاموں پر ان کو تصرف بخش دیتا ہے پھر ان کی سفارش

منظور کر لیتا ہے جیسا کہ کوئی بڑا بادشاہ اپنی رعایا پر بڑے بڑے افسر مقرر کرتا ہے تو تمام چھوٹے چھوٹے معاملات ان کے سپرد کر دیتا ہے اور بڑے بڑے اہم کام اپنے قبضہ میں رکھتا ہے اس عقیدہ کے بعد اس مشرک کی زبان ان بزرگوں کو بندہ کہنے سے جھجکتی اور رکتی ہے۔ اس کے دل میں یہ دوسرا آئینہ اتنی بڑی شان اور طاقت والوں کو بندہ کہہ کر سب لوگوں کے ساتھ برابر کیسے کھڑوں اس لئے وہ شخص اللہ کا بندہ اور انسان کہنے کی بجائے اللہ کے بیٹے اور اللہ کے لائے کہتا ہے اور اپنے آپ کو ان بزرگوں کا بندہ کہنے لگتا ہے، جیسے عبدالمسیح، عبدالعزی (عبدالرسول) وغیرہ تمام یہود و نصاریٰ، مشرکین اور ہمارے زمانہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے منافقین میں سے بعض غالی اسی مرض کے مریض ہیں (حجۃ اللہ بالہ ص ۱۱ بیان حقیقت شرک)

نیز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اقسام شرک کے بیان میں فرماتے ہیں:-

”شرک کی حقیقت یہ ہے کہ انسان بعض بزرگوں سے متعلق یا اعتقاد رکھتا ہے کہ معجزات، کرامات، اور عجائبات ان کے ہاتھ پر اس لئے ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ کسی صفت کمال کے ساتھ متصف ہو چکے ہیں جو انسانوں میں نہیں بلکہ صرف خداوند تعالیٰ میں پائی جاتی ہے۔ ہاں اگر خداوند تعالیٰ کسی بندہ کو خدائی کا لباس پہنا دے، یا انسان فنا اور بقا کے درجہ میں پہنچ جائے یا اس قسم کے اور خرافات..... پس ہم چاہتے ہیں کہ تجھے چند ایسی باتیں بتا دیں جن کو شریعت محمدیہ میں شرک کی علامات قرار دیا گیا ہے ۱۔ مشرک لوگ بتوں اور ستاروں کو سجدہ کرتے ہیں یہ تجھے اس لئے غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہماری شریعت میں حرام ہو گیا

لَا تَجِدُ دَوَائِلَ لِلشَّمْسِ (الایہ)

۲۔ مشرک لوگ بیماری کی شفا اور دولت وغیرہ حاجات میں غیر اللہ سے مدد مانگتے تھے، ان کے نام کی منت مانتے تھے، اور ان منتوں کی برکت سے اپنی مرادیں پوری ہونے کی توقع رکھتے تھے اور برکت کی خاطر ان کے ناموں کا وظیفہ پڑھتے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے ناز میں اِنَّا لَكَ نَعْبُدُ اِنَّا لَكَ لَسْتَعِينُ کہنا ضروری کر دیا اور فرمایا فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ اَحَدًا۔ پکارنے کا مطلب عبادت نہیں بلکہ استعانت ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا اِنَّا هُوَ الَّذِي نَدْعُوَنَ خَلَقْنَا مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ (الایہ)

۳۔ مشرک کا ایک موقع وہ ہے کہ یہود نصاریٰ اپنے علماء اور پیروں کو رب مانتے تھے اس اعتبار سے کہ ان کی حرام حلال کی ہوئی چیز کو حقیقتاً حرام حلال سمجھتے تھے اور یہ درجہ صرف خداوند تعالیٰ کا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حلال حرام کی نسبت کرنا اس اعتبار سے ہے کہ آپ کا فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، اور مجتہدین کی طرف نسبت کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن حدیث سے یہ مسئلہ معلوم کیا۔ یہ تینوں نمبر مشرک کے ٹوٹھانچے اور سانچے ہیں۔

حجۃ اللہ ابالغ ص ۳۲

فناظرین! آپ سمجھ چکے ہیں کہ آج ہم دنیا میں جتنا مشرک ہوا ہے۔ عطا کی آڑ میں ہوا ہے۔ بریلوی حضرات بس اتنی بات پر غور فرمائیں کہ مساوی درجہ کا دوسرا خدا جو ذاتی طور پر قدرت، علم وغیرہ صفات رکھتا ہو دنیا میں آج تک کسی بے وقوف نے مانا بھی ہے؟ اور کیا مکہ کے مشرک، بتوں کو یا بزرگوں کی رُحوں کو، یا نبیوں ولیوں کو ذاتی قدرت کے مالک سمجھتے تھے؟ اگر ایسا نہیں

ہے تو آپ کے اور ان کے عقیدہ میں اُصولی فرق کیا ہے؟
الطہین! حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ارشادات سے آپ کو مشرکین کے طور اطوار اور رنگ ڈھنگ سب معلوم ہو چکے ہیں۔ ایک بار پھر تحقیق سے پڑھ لیجئے اور پھر ذرا پیچھے ہٹ کر بریلوی معتبر کتابوں کے بیس حوالے بھی پڑھ لیجئے۔ پھر یہ فیصلہ کرنا آپ کے ذمہ ہے کہ بریلوی فرقہ میں تمام گزری ہوئی مشرک قوموں کے عقائد اور خیالات کی کتنی بھرمار ہے۔ اور جب ذمہ دار علماء کی یہ حالت ہے تو داعظ طبقہ نے جو اندھیری چار کھی ہے اُس کا کیا ٹھکانا؟ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ظلم کی بنیاد دنیا میں پہلے کم تھی ہر شخص نے اس پر اضافہ کیا تو آج یہ حالت ہو گئی پھر عوام کی سطح ذہن کا تو خدا حافظ جو مٹی بھر تیرک کے لئے رات بھر اُٹھتے رہتے ہیں۔

تنقیح مسئلہ

سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جسمانی اور روحانی قوتیں تمام انسانوں، جنوں، اور فرشتوں سے اعلیٰ افضل اور اکمل ہوتی ہیں، البتہ امام غزالیؒ اور بعض دوسرے علماء کا یہ خیال ہے کہ ملائکہ مقربین کا علم انبیاء سے بہت زیادہ ہے۔

(دیکھو کمیائے سعادت بیان توکل سے ذرا پہلے)

۲۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کے کرامات ان کے اختیار میں نہیں ہیں انبیاء علیہم السلام بھی اس دنیا کی زندگی میں اسباب کے ماتحت کام کرتے تھے۔ مافوق الاسباب یعنی اسباب سے بے نیاز ہو کر کام صرف اللہ کی شان سے کیونکہ وہ کُن کا مالک ہے جب خداوند تعالیٰ چاہیں اسباب کا سلسلہ توڑ کر نبی کے ہاتھ پر معجزہ، اور ولی کے ہاتھ سے کرامت ظاہر فرما دیتے ہیں۔ شیخ

عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں :-

”معجزہ فعل اللہ ہی کا ہے۔ نہ رسول کا۔ اس واسطے کہ خداوند تعالیٰ کے بنائے ہوئے دستور کو توڑنا بندہ سے ممکن نہیں“

یہی وجہ ہے کہ کئی دفعہ انبیاء علیہم السلام کی خواہش کے باوجود معجزہ نہیں ظاہر ہوتا چنانچہ کافروں نے جب معجزات کا مطالبہ تیز کر دیا، اور ان معجزات کا ظاہر کرنا خداوند تعالیٰ کو منظور نہ ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھبرائے۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو صبر کی تلقین کے طور پر فرمایا **وَإِنْ كَانَ كِبَارُكَ عَلَيْكَ** **إِغْزَاهُمْ تَاهِنَ** **أَلَمْ تَرَ أَنَا جُتَاہِلِیْنَ** ترجمہ :- اے میرے پیارے رسول اگر آپ پر کافروں کا اعراض و انکار گراں گزرتا ہے (اس لئے دل چاہتا ہے کہ جو معجزے وہ مانگتے ہیں مل ہی جائیں) تو اگر آپ کو یہ طاقت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ لگا کر یا آسمان پر سیر بھی لگا کر معجزہ لا سکتے ہو تو لاؤ۔ خداوند تعالیٰ چاہے تو سب کو ہدایت دے سکتا ہے۔ آپ جابلوں سے نہ ہونہ یعنی میری حکمت پہنچانے۔ قرآن مجید (پہلا)

قرآن کریم کی آیت صاف تباری ہے کہ معجزہ اور کرامت دکھانے کی کوئی مستقل قوت انبیاء اولیاء کے پاس نہیں ہے۔

۳۔ مشرکین کا عقیدہ شفاعت معجزہ وغیرہ کے متعلق یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو شفاعت اور معجزہ وغیرہ ہر قسم سے تصرفات کی طاقت اور اجازت دے رکھی ہے۔ جب شفاعت یا کسی قسم کا تصرف کرنا چاہیں اس وقت خصوصی اذن اور خصوصی اجازت کی ان کو ضرورت نہیں ہے۔ قرآن مجید نے اس عقیدہ کو بار بار رد کیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ **قُلْ اِدْعُوا الدِّیْنَ اِلٰی حُجَّتِہٖ مِنْ دَرِیْنِ اللّٰہِ لَا یُعَلِّمُکُمْ فِیْہِ الدِّیْنَ** ترجمہ :- آپ فرمادو کہ (اے یہودیو! اے عیسائیو! اے بزرگوں کے ثبت بنا کر بیچنے والے عرب کے جابلو! اے دنیا بھر کے مشرک!) پکارو ان لوگوں

کو کہ تم نے خدائی کا حصہ دار سمجھ رکھا ہے وہ ذرہ برابر کسی چیز کا مالک اور اختیار نہیں رکھتے، نہ آسمانوں میں، نہ زمین میں۔ نہ ان کی کوئی طاقت ہے، نہ ان سے اللہ کا کوئی مددگار ہے۔ اور خدا کے سامنے شفاعت کسی کے لئے کام نہیں آتی مگر اس کے واسطے جس کے متعلق وہ اجازت دیوے۔ (پارہ ۲۲ رکو ع ۹)

بریلوی حضرات عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ یہ آیات بت پرستوں کے متعلق ہیں۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ قرآن مجید ہی دو نصاریٰ اور تمام مشرکین کی تردید کے درپے ہے۔ قرآن مجید گرتوں کی خدائی کا منکر ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کو مالک اور مختار ماننے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس آیت نے نہایت بیان کیا ہے کہ جہاں ملکیت اور اختیار ہوتا ہے وہاں اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جو شخص مالک نہیں ہوتا وہ ہر وقت اجازت کا محتاج ہے۔ اسلام کے متفقہ اصول ہیں۔ لیکن بریلوی علم سراسر ان کے خلاف ہے۔ مولوی احمد رضا خاں الامین دہلوی ص ۲۹ طبع نظامی میں فرماتے ہیں :-

”رب عزوجل نے انہیں یعنی انبیاء علیہم السلام کو ظاہری جوارح یعنی اعضاء اور سمیع بصیر یعنی کان اور آنکھ کی طرح باطنی صفات وہ عطا فرمائی ہیں کہ جب چاہیں غرق عادات فرمادیں یعنی معجزہ دکھائیں مغیبات (یعنی غائب چیزوں) کو معلوم فرمائیں چاہیں نہ فرمائیں“

ناظرین! یہ عبارت پڑھ کر ایک مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے مولوی صاحب نے غضب کر دیا۔ آج تک علماء اہل سنت، بلکہ مسلمانوں کے کسی مستم فریق کے عالم نے یہ ٹوکان نہیں گھڑا تھا۔ رسالہ رضوان اینڈ کمپنی متوجہ ہوں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے بدعت کی بدبھی کا کتنا سخت ڈکار کیا ہے جس کی بدولت سے فضائے عالم متعفن نظر آتی ہے۔ آج تک علماء اسلام میں اتنی تجرات کسی نے نہ کی۔ بریلوی جنت کا رضوان جواب دے کہ کیا آپ کے یہی عقائد ہیں یا کچھ اور؟ اور اس

عقیدہ کی کوئی صریح دلیل بھی آپ پیش کر سکتے ہیں، اور پھر یہ بھی بتائیں کہ معجزہ دکھانا اگر انبیاء کے اختیار میں ہے تو یہ انبیاء کا فعل ہوا، اور انبیاء اس کے حقیقی فاعل ہوں گے۔ کیونکہ جو کام ہم اپنے اختیار سے کرتے ہیں، ہم ان کے کاسب اور فاعل حقیقی ہیں۔ مگر آپ کی چرائع ہدایت "تو یہ کہتی ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ جو مرد سزا دیئے، اور مریض صحت یاب ہوئے وہ حقیقت میں صرف اللہ ہی کا فعل تھا" ص ۱۲ ایسی بے شمار عبارتیں دیکھنے کے بعد بریلوی علامہ کے متعلق بندہ کی رائے بدل رہی ہے۔ اس جماعت میں خیالات کی پریشانی اور انتشار بہت ہے۔ رسالہ "رضوان" کہتا ہے کہ ہم اگر کسی فعل کی نسبت انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی طرف کرتے ہیں تو محض مجازی عطائی ہوتی ہے چرائع ہدایت ص ۱۳۔ اور مولوی احمد رضا صاحب حقیقی عطائی کے قائل ہیں جیسا کہ آپ حوالوں میں پڑھ چکے ہیں۔ "رضوان" تو چرائع سنت کی ملامت اور "النیر" کے عتاب سے بہت کچھ سیدھا ہو چلا ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں تو ہر دیوبندی کو جو مولانا محمد قاسم وغیرہ کو کافر نہ کہے کافر کہتے ہیں، لیکن رسالہ "رضوان" ان عقائد سے بیزار ہے۔ یہ بے چارہ لکھتا ہے:-

"اسی طرح ہم مطلقاً تمام دہائیوں اور دیوبندیوں کو ہرگز ہرگز کافر نہیں کہتے، البتہ ان میں سے ان کو ڈنکے کی چوٹ کا فرد مرتد دائرۃ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اور ان کے عقائد حد کفر تک پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے اپنے عقائد کفریہ سے توبہ بھی نہیں کی ہے کیونکہ حضور کی توبہ کرنے والے کو کافر سمجھنا ضروریات دین سے ہے۔" رسالہ "رضوان" حزب الاخوان لاہور جلد ۲ شمارہ ۳۳، ص ۴۴

معلوم ہوا کہ رسالہ "رضوان" کی نظر میں حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو کافر نہ کہنے والے تمام دیوبندی اور وہابی مسلمان ہیں۔ گویا کہ "رضوان" کی

نظر میں حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کرنے والا خود تو کافر ہے لیکن دوسرے لوگوں کو چاہیے کہ اسے مسلمان سمجھیں، کافر نہ سمجھیں کیونکہ اگر گستاخ کو کافر کہنا ضروریات دین میں سے ہوتا تو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہوتا اور وہ "رضوان" کی نظر میں پکا مسلمان ہے۔ "رضوان" کی عقل پر حیرت آتی ہے کہ ایک طرف تو توبہ کرنے والوں کو کافر کہنا ضروریات دین میں شمار کرتا ہے۔ دوسری طرف ضروریات دین کے منکر کو مسلمان کہتا ہے۔ ہم سے پوچھو تو واقعی گستاخ کو بھی کافر ہے اور اس کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہے رسالہ "رضوان" کو حالات زمانہ کی نظر چھٹاڑنے ایسا مبہوت کر دیا کہ بالکل احمد رضا بن گیا اور وہ بات تو بڑی مشہور ہے کہ مولوی احمد رضا صاحب نے اپنی کتاب کو کتبہ شہابیہ میں مولانا اسماعیل شہید کو شتر و جوہ سے کافر قرار دیا ہے اور اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی شان میں معاذ اللہ بہت گستاخیاں کی ہیں لیکن آخر میں لکھتے ہیں:-

"یہ سب کے سب مرتد کافر باجماع ائمہ ان سب پر یعنی مولانا شہید کے پیرو اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتقریح توبہ اور رجوع، اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض واجب ہے۔"

اتنا زور لگانے کے بعد مولوی احمد رضا صاحب کے حواس بیکار ہو جاتے ہیں اور آخر میں دو سطریں لکھ کر ساری محنت کو ضائع کر دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں کافر کہنے سے زبان روکنا مناسب مختار پسندیدہ اور بہتر ہے (بالعنی) دیکھو کہ کتبہ شہابیہ ذریعہ خفا ہو

مطلب یہ نکلا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں معاذ اللہ شتر بار گستاخی کرے اس کو کافر نہ کہنا بریلوی عقیدہ میں بہت بہتر ہے دیکھا تو اسلام بریلوی جماعت کے متعلق سنجیدگی سے سوچنا چاہئے کہ کیا یہ بانی مذہب کی واضح عبارتیں ہمارے سامنے ہیں۔ ۱۔ تمام دنیا کے سب معاملات

موت زندگی اور ہر قسم کے واقعات حجابات ضروریات الغرض کُن سے پیدا ہونے والی تمام چیزوں عطائی یعنی حقیقی عطائی طور پر غیر خدا کا فعل قرار دینا کی توحید ہے جیسا کہ حوالہ نمبر ۱ سے ظاہر ہے۔ بجائے لیکن نمرود شریف نے بھی تو اتنا ہی کہا تھا اَنَا اَحْيِي وَ اَمِيْتُ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اس لیے نمرود صاحب تو بڑے عالی درجہ عارف معلوم ہوتے ہوئے بھی کائنات کی قبر پر جھنڈا لگا کر عرس شریف کیا جاتا۔ یاد رہے کہ غیر خدا میں ساری مخلوق آجاتی ہے۔

۲۔ حوالہ نمبر ۲ سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند تعالیٰ کے نائب مطلق قرار دیتے ہیں۔ نائب مطلق کا مطلب جیسا کہ بیان ہو چکا ہے یہ ہے کہ آپ کی ذات میں خداوند تعالیٰ کی تمام قوتیں اور صفات موجود ہیں خداوند تعالیٰ کے سب کام نائب کے طور پر آپ کرتے ہیں۔ رسالہ رضوان اس عقیدہ کی مشکلات کو محسوس کرتا ہوا اہل حدیث کے پیشوا امام ابن تیمیہ کی گود میں گھسا جاتا ہے۔ لکھتا ہے:-

”مختار کل کے متعلق ہمارا عقیدہ وہی ہے جو امام ابن تیمیہ کا ہے یعنی اللہ نے حضور کو اپنا قائم مقام بنایا ہے، امر وہی اخباریان میں، مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ کے حکم اور منع کی ہوتی چیزیں، اللہ کی بتائی ہوئی خبریں، اور قرآن کے بیان میں آپ خداوند تعالیٰ کے نائب ہیں۔“ چراغ ہدایت ص ۱۰ (بالمعنی)

یہ حوالہ دیکھ کر ہمدی حیرانی کی انتہا ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ اپنی تحریر و تقریر میں مختار کل کا کیا معنی بیان کرتے ہیں اور آج معمولی گرفت پر کہ صر بھاگے جائے ہیں؟ خدا کے بندو! اگر مختار کل کا عقیدہ آپ کا اتنا ہی ہے جتنا شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا، تو پھر جھگڑا کس بات کا؟ آؤ ایک ہو جائیں اور قوم کی تہذیب و اخلاق رہے کہ شیخ الاسلام کا لفظ نادر دینی شامی نے استعمال کیا ہے۔ (باقی

کریں۔ لیکن اگر باقی کے پاس دو قسم کے دانت ہوں تو پھر مصیبت سخت ہے۔ کیونکہ آپ لوگ عوامی سطح پر مختار کل کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام تشریح اور کمون کے مالک ہیں جنت و دوزخ کے مالک ہیں، ہر چیز پر مختار ہیں۔ ۳۔ مالک قادر وغیرہ الفاظ مستقل قوتیں اور طاقتیں عطا ہو چکی ہیں، یہی وجہ ہے کہ معجزہ ظاہر کرنا بھی انبیاء کے اختیار میں سمجھتے ہیں مالک وہی ہوتا ہے جس کو اذن کی ضرورت نہ ہو، جو چاہتے اپنی مرضی سے کر کے ملکیت اگرچہ عطائی ہو اذن اور اجازت کو ختم کرتی ہے۔

۴۔ حوالہ ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ سے ظاہر ہے کہ بریلوی حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے مشارع سمجھتے ہیں، حالانکہ مشارع قطعی طور پر خداوند تعالیٰ ہے۔ ”رضوان“ تو اس معاملہ میں کافی محتاط نظر آتا ہے لیکن باقی مذہب کے صریح الفاظ موجود ہیں اس لئے ہم کو بریلویت کا مرکزی نقطہ نظر معلوم کرنے کے لئے بریلی شریف جانا پڑتا ہے۔

۵۔ بعض جگہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اذن الہی کی قید بھی لگائی ہے، مگر واسطہ فی الثبوت اور حقیقی عطائی انصاف حقیقی کے الفاظ لکھنے کے بعد انہوں نے بڑی وضاحت سے لکھ دئے ہیں اذن کا لفظ فضول اور بے معنی ہو جاتا ہے حقیقی عطا کے معنی ہی یہی ہیں کہ ایک دفعہ ہی قوت دے کر اذن دے دیا کہ جو چاہیں کریں۔ یہ اذن تو تمام مشرکین اور یہود نصاریٰ بھی مانتے ہیں۔ اس کا توحید سے کیا تعلق؟ بہر حال یہ مسئلہ غور طلب ہے، حضرات علماء دیوبند اس حقیقت کے انکشاف کے بعد بریلوی جماعت کے معاملہ میں مزید غور فرمائیں۔ اب سوال یہ ہے کہ بریلوی حضرات اس تشبیہ تعطیل، شرک اور تحریف کے خطرناک جنگل میں کیوں بھٹک رہے ہیں؟ جہاں تک بندہ مؤلف کی تحقیق کا تعلق ہے بریلوی علم کلام تمام کا تمام استفادہ ناقص کی پیداوار ہے کسی ایک

امام ابن تیمیہ کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعة اللمعات میں لکھا ہے ”اؤا زکبار عزمین است“ یعنی وہ بہت بڑے محدث ہیں۔ (ریز دانی)

جزئی واقعہ کی بنا پر یہ لوگ ایک قاعدہ کلیہ بنانے میں تیسرے مع الفارق بھی ان کا ایک ہتھیار ہے۔ صوفیائے کرام کے کشوف اور شطیحات یعنی حالت مسکرا کلام بھی ان کے ہاں سند ہے۔ ضعیف روایات ان کی دال روٹی ہے۔ کسی صاف اور سیدھی بات کو اپنے موقع اور سیاق سے اٹھا کر بہت زیادہ پھیلا لیتے ہیں، بہت زیادہ کھینچتے ہیں کہ تحریف اور بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کھانا کھلایا تو بریلوی علم کلام اس سے یہ مطلب نکالتا ہے کہ آپ ساری کائنات کے رازق ہیں، اول سے آخر تک ساری مخلوق کو روزی آپ دیتے ہیں، اگر پانی پلایا تھا تو اس کا مطلب نکلے گا کہ دنیا کے تمام پانی آپ کی ملکیت ہیں، تمام مخلوق کو آپ پانی پلاتے ہیں، سمندروں کے مالک آپ ہیں، بادل برسانا آپ کا کام ہے سمندروں کی تمام پیداوار آپ کی ملک ہے۔ بندہ موقوف نے ہر چند غور کیا ان کے دلائل میں تقریب تو کجا محض ایک شاعرانہ تخیل ہوتا ہے جو گل و بلبل اور شمع پروانہ کے انشاء کی طرح عوامی جذبات کی تسکین کا باعث ہو سکتا ہے۔ جبریل علیہ السلام کی بھونک سے حضرت مریم کا بیٹا پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ پیر پریش کو بیٹا دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ اس بات کا اس سے کیا تعلق حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی تھے اس واسطے گیارہویں شریف قرآن سے ثابت ہے۔ مولوی محمد عرصا صاحب نے اس علم کو اور بڑھا دیا ہے وہ فرمایا کرتے ہیں وَالْفَجْرِ ذَلَّالٍ عَشْرِ دَافِعٍ وَالْوُتُوْدِ دَس رَاتُوْدِ کے بعد دو اور ہونئیں تو بارہویں شریف ثابت ہو گئی اور دس پر ایک گیارہویں شریف ثابت ہو گئی۔ لیکن نہ معلوم مولوی صاحب کو تیرہویں شریف سے کیا عداوت ہے ورنہ وَاللَّيْلِ إِذَا يَنسَىٰ کی رات ملا تیرہویں شریف بھی بن سکتی ہے اور وَالْفَجْرِ کو ملائیں تو چودہویں شریف بھی تیار ہے۔ جو تھے درجہ کے محدثین جن کا ذکر چراغ سنت طبع اول مشہور پر آچکا ہے اس مذہب کا سہارا ہیں تاخرین فقہا حنفیہ

کے بعض نے ان کو سہارا دیا ہے لیکن یہ وہی دور ہے جب اسلام میں پھوٹ رہی تھی۔

قرآن و حدیث کے الفاظ اور مضامین کو کھینچنے کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ حدیث کی کتابوں میں حضرت عقبہ بن عامر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب کی حالت میں زمین کے خزانوں کی چابیاں لا کر میرے ہاتھ میں دی گئیں۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ مجھ کو زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں، اور مجھے اے صحابہ! تمہارے تعلق شرک کا ڈر تو نہیں ہے، البتہ اس بات کا ڈر ہے تم ان خزانوں میں ایک دوسرے کی ریس کرو گے۔

(باب علامات النبوت بخاری شریف)

اس کا صاف اور سیدھا مطلب خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی فتوحات کے زمانہ میں بیان کر دیا قد ذهب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانتم تنسئونہا۔ حضرت ابو ہریرہ صحابہ کو فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام تو دنیا سے تشریف لے گئے اور تم لوگ اب ان خزانوں کو نکال رہے ہو، یعنی فتوحات کا مال غنیمت جو آپ کی امت کو ملنے والا تھا اس کی کوئی جبری آپ کو سنائی گئی، اور یہ بھی آپ نے تباہ کیا کہ خزانوں سے مراد ہی مال ہے جب مسلمانوں کے ہاتھ میں آئے گا تو زمینیت، آرائش یا مال جمع کرنے کا مرض لگ جائے گا۔

حدیث کے الفاظ خود حدیث کی تشریح کر رہے ہیں کہ خزانوں سے مراد دنیا کا مال ہے جو آپ کے بعد آپ کی امت کو ملنے والا ہے۔ علامہ سندھی حاشیہ بخاری پر فرماتے ہیں: خواب میں خزانوں کی چابیاں ملنے کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کو مال عزت حکومت، علم اور حکمت ملنے والی ہے۔ (صفحہ ۱۵۷)

صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی نے فرمایا ہے:

قَالَ الْعُلَمَاءُ هَذَا مَحْمُولٌ عَلَى سُلْطَانِهَا وَمُلْكِهَا وَفَتْحِ

بِلَادِهَا وَ أَخَذَ خَزَائِنَ أَمْوَالِهَا

ترجمہ: علماء نے کہا ہے کہ خزانوں کا مطلب زمین کی حکومت، بادشاہی، اور شہروں کا فتح ہونا اور ان مفتوحہ شہروں کے خزانے حاصل ہونا ہے (نوری ص ۲۴۵)

نیز فرماتے ہیں:-

”اس حدیث میں یہ خبر دی گئی ہے کہ آپ کی اُمت زمین کے خزانوں کی مالک ہو جائے گی۔ الحمد للہ کہ ایسا ہی ہوا (نوری ص ۲۴۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:-

”اس حدیث میں اشارہ ہے کہ آپ کا دین اور ملت ساری زمین پر پھیلے گی“ (اشعۃ التلعات کتاب الرد یا ص ۶۹) نیز فرماتے ہیں:-

”مراد فتوحات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پر کھولیں مشرق مغرب کے خزانوں سے“ (ص ۴۹)

لیکن بریلوی حضرات اس حدیث کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ تمام زمین کی دولت جو آدم علیہ السلام کے زمانہ سے تاقیامت تقسیم ہو رہی ہے آپ ہی سب کو بانٹ رہے ہیں کیونکہ خزانہ سے مراد ہر قسم کے خزانے ہیں، پھر اعطائے گئے ہیں اس مضمون کو جدھر چاہیں لے جاتے ہیں۔

اسی طرح قاسم کا لفظ ہے۔ قاسم بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مضافی نام ہے۔ اس کے معنی ہیں تقسیم کرنے والا۔ جس قدر فیوض و برکات آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم پر تقسیم فرمائے ہیں ان کا خلاصہ و چیزیں ہیں علم اور مال۔ اس لیے یہ لفظ حدیث کے باب العلم میں یا باب الصدقہ میں آتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب العلم میں حضرت معاویہ کی حدیث ہے:-

”جس شخص کے ساتھ خداوند تعالیٰ کو بہتری منظور ہو اسے دین

کی سمجھ دے دیتا ہے اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں دینے والا اللہ ہے۔ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترجمہ اس طرح کیا ہے:-

”میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، دین کی سمجھ جتنی اور جس کو چاہے خداوند تعالیٰ دینے والا ہے۔“

حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ میں یوں فرمایا ہے:-

”یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کی سمجھ درجہ بدرجہ کم و بیش تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی تبلیغ میں سب کو مساوی رکھتے تھے، اور بعض نے یہ کہا ہے کہ تقسیم سے مراد مال کی تقسیم ہے یعنی میں مال تقسیم کرتا ہوں لیکن دینے والا اللہ ہے۔ اس لئے اگر کسی کو کم ملے تو ناراضگی نہ کرنا کیونکہ اللہ کے حکم سے دیتا ہوں اور ظاہر یہی ہے کہ علم کی تقسیم کا ذکر ہے۔ دونوں باتیں جمع بھی ہو سکتی ہیں۔ (مرقاۃ ص ۲۲)

مرقاۃ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ تقسیم کا مطلب یا دین کی تبلیغ ہے یا صدقات اور مال غنیمت کی تقسیم۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم میں قاسم کا لفظ سوال سے منع کرنے کے باب میں آیا ہے، اور امام نووی نے اس کی شرح میں فرمایا:-

”دینے والا تو حقیقت میں اللہ ہے۔ میں دینے والا نہیں ہوں میں تو خزانچی ہوں اس مال کا جو میرے پاس ہے۔ پھر میں تقسیم کرتا ہوں جس طرح مجھے حکم ملا ہے۔ پس سب کام اللہ کے نیت اور تقدیر سے ہیں۔“ (نوری ص ۳۳)

اس مضمون کو بخاری شریف کی حدیث زیادہ صاف کر رہی ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَا رِعْطِيْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ ترجمہ: میں نہ دے دینے والا ہوں نہ ہی روکنے والا ہوں میں تو صرف تقسیم کرنے

والا ہوں، جہاں حکم ہوتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں۔ (بخاری شریف باب الغنائم ص ۱۱)
اس حدیث میں بریلوی کا عطائی اصول جڑ سے اکھاڑ دیا گیا۔ مال کا تقسیم کرنا
ایسا کام ہے جو حقیقتاً آپ کے سپرد تھا۔ بے شک آپ اپنے ہاتھ مبارک
سے دیتے اور آپ اس کام کے حقیقی فاعل تھے۔ لیکن اسلام کی توحید
اتنی نازک ہے کہ حقیقت کو بھی مجاز بنایا جا رہا ہے۔ فرماتے ہیں دینے
والا میں نہیں ہوں اللہ تعالیٰ ہے، میں صرف تقسیم کرنے والا اور بانٹنے والا
ہوں جتنا جتنا اللہ کا حکم ہوتا ہے اسناد تیا ہوں اپنی مرضی کا مالک مال
بانٹنے میں بھی نہیں ہوں۔ اس قدر سمجھایا کہ عطائی بشرک کی جڑ کاٹ دی،
لیکن افسوس کہ جاہل بریلوی اسی قاسم کے لفظ کا یہ معنی لیتے ہیں کہ حضور تقسیم
کرنے والے ہیں تقسیم کرنے والے کو اختیار ہوتا ہے تھوڑا دے یا بہت۔
اس لیے ہم کو تقسیم کرنے والے سے مانگنا چاہیے۔ دینے والے نے تو بانٹنے والے
کے سپرد کر دیا۔ اب بانٹنے والے کی مرضی پر ہے۔

بریلوی حضرات نے صرف اس حدیث کو کتنا کھینچا ہے دیکھو۔

۱۔ حدیث میں صرف مال یا علم کا ذکر ہے، یہ لوگ تمام دنیا کی نعمتیں مراد
لیتے ہیں۔

۲۔ مال یا علم کی تقسیم بھی اس وقت تھی جب آپ دنیا میں تشریف رکھتے
تھے، کیا اب بھی حضور مال غنیمت تقسیم کرتے ہیں، لیکن بریلوی حضرات ایک
وقتی بات کو دائمی بنا رہے ہیں سب کام جو آپ دنیا کی زندگی میں کرتے
تھے اگر اب بھی جاری ہیں تو جہاد وغیرہ کہاں ہے؟ یوں کہنا چاہیے کہ آپ کے
فیوض و برکات جاری ہیں آپ کے آداب باقی ہیں، آپ کا دین اور سنت
آپ کے قائم مقام ہے۔

۳۔ آپ نے تو فرمایا بانٹنے میں میرا کوئی اختیار نہیں، میں مختار نہیں بلکہ
حکم کا پابند ہوں، جہاں حکم ہوتا ہے وہاں دیتا ہوں اور یہ لوگ کلی اختیار کا عقیدہ

قاسم کے ساتھ خازن کا لفظ بھی آیا ہے۔ یہ لوگ خازن کا مطلب سمجھتے
ہیں اللہ کے خزانوں کا مالک لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لفظ خازن کی
توضیحات فرمادی ہے مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ میں خازن مسلم امین
کی صفت بیان فرمائی ہے کہ جہاں اسے حکم دیا جائے وہیں خرچ کرے۔ اس
میں ہی اختیار اور عطائی نفی ہوتی ہے کیونکہ خزانچی کو ایک پیسہ خرچ کرنے کا بھی
اختیار نہیں ہوتا۔

مجاز کی بحث

خداوند تعالیٰ کی توحید بیان کرتے وقت یہ بات تو کہی جاتی ہے کہ اس
کی صفات بھی نرالی اور بے مثال ہیں، اس کی ذات جیسی ذات، صفات جیسی
صفات، افعال جیسے افعال کسی کے نہیں ہیں۔ اور سوہر آفاق سے جاہل قوموں
نے چونکہ خدائی صفات انبیاء و پیاد کے لئے ثابت کی ہیں اس لئے مجبوراً یہ
کہنا ہی پڑتا ہے کہ خدا کے پیارے خدائی صفات سے خالی ہیں لیکن یہ مقام
نازک ضرور ہے بعض توحید کے مدعی یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ جب تک رسولوں
کی بلند شان میں گستاخانہ اور بے باک کلمات نہ کہے جائیں خداوند تعالیٰ کی توحید
بیان ہی نہیں ہو سکتی یہ بھی سراسر غلطی ہے۔ اور محبت رسول کے دعویدار یہ سمجھتے
ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی توحید بیان کرنا، اس کی صفات کو غیروں سے نفی کرنا رسولوں
کی جناب میں گستاخی ہے، یہ بھی سراسر جہالت ہے، افراط و تفریط کے علمبردار
اس کشمکش میں ایک پہلو کو زیادہ روشن کرتے تو دوسرے پہلو کو دبا دیتے ہیں
اس لئے ادب اور بے ادبی کا کچھ معیار بھی ہونا چاہیے۔

۱۔ سب سے پہلا معیار نیت اور ارادہ ہے اور نیت کا اس معاملہ میں اتنا

دخل ہے کہ بے ادبی کے الفاظ نیت نیک ہو تو بے ادبی میں نہیں شمار ہوتے مثلاً دعائے کا لفظ یہود کے حق میں بے ادبی تھا کہ کیونکہ ان کی نیت خراب تھی مسلمان بھی یہی لفظ کہتے تھے ان کو کچھ گناہ نہ تھا، اور خداوند تعالیٰ نے یَا آتِیْہَا الذِّیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاٰعِنَا اس لئے فرمایا کہ مسلمان کہنا چھوڑ دیں تو یہود بھی رکھ جائیں۔

۲۔ جہاں توحید کا بیان چل رہا ہو وہاں خدائی صفات بیان کرتے وقت یہ کہنا پڑتا ہے کہ گناہ نہ جتنا، دعا قبول کرنا، پیدا کرنا، موت، زندگی، رزق، روزی، مصیبتوں کا دور کرنا، مشکلات کو آسان کرنا، اور دنیا کے تمام معاملات اللہ کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں ہیں۔ نہ ذاتی نہ عطائی طور پر۔ کیونکہ ذاتی کا تو کچھ جھگڑا ہی نہیں، البتہ یہود نصاریٰ اور دنیا بھر کے مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کے متعلق عقل کے قائل ہیں۔ اور مسلمانوں کے دین میں ایسی عطا کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ انبیاء کے لئے نہ اولیاء کے لئے۔ واضح رہے کہ عطائی کے ارکار کا مطلب یہ ہے کہ قدرت کے پیدا کئے ہوئے اسباب اور ذرائع سے مستغنی اور بے نیاز ہو کر مافوق الاسباب طور پر کوئی کام کرنا جیسا کہ خداوند تعالیٰ کُن کے حکم سے کرتے ہیں کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ ورنہ عطا کا وجود تو مسلم ہے۔ اسباب کے دائرہ میں اختیار اور عطا تو تمام انسانوں کو حاصل ہے انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے متعلق جو لوگ عطائی قوتیں مانتے ہیں ان کا عقیدہ یہی ہوتا ہے۔ اسباب کے دائرہ میں دنیا والے جو خدا کی دی ہوئی قوتوں کو استعمال کر کے کام کرتے ہیں یہ ہماری بحث سے خارج ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اہل السنۃ والجماعت جب انبیاء اور اولیاء سے خدائی صفات کی ذاتی و عطائی دونوں قسموں کا انکار کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ سمجھنا چاہئے کہ اہل سنۃ والجماعت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو معاذ اللہ بالکل عام لوگوں کے برابر سمجھتے ہیں اقصاء میں کسی قسم کی بزرگی کے قائل نہیں ہیں حاشا وکلاً ہرگز ہمارے عقیدہ نہیں ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین میں ایسے عجیب و غریب اور عالی شان کمالات ہوتے ہیں جو ان کی کائنات

انہی انبیاء علیہم السلام کے کمالات اگر بیان کئے جائیں تو ظاہر بین عقلمیں حیران رہ جائیں اور عوامی عقیدت والوں کی عقیدت سرور چڑ جائے گی۔ وہ کمالات اس قسم کے ہیں۔

کمالات انبیاء

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علوم، ان کی عقل، ان کا شعور، ان کا دیکھنا سمجھنا سے بہت بہت بلند ہے جو کچھ وہ جانتے، دیکھتے سنتے سمجھتے ہیں، اگر ایک عامی آدمی کو یہ کیفیت نصیب ہو تو اس کی نیند، آرام، بھوک، پیاس، تمام جسمانی نظام محفل ہو جائے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ اس قدر بلند حقائق کا مشاہدہ کرنے کے باوجود جسمانی نظام کو قائم رکھنے کی ایسی بہترین مثال پیش کرتے ہیں جو ناقیامت ظاہری باطنی ترقی کی ضامن ہے۔ بھائی مسلمانو! ان کے کمالات میں صبر، دین پر مضبوطی اور محبت سے چلنا۔ نیت کا اخلاص۔ ہر بات میں خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ ارادہ کی پختگی اور العزمی۔ وقار، متانت سخاوت یقین کا کمال، شرح صدر، امانت، پر سچ بولنا۔ مخلوق پر رحمت اور مہربانی فرمانا پاک دانی قبول حق غلبی امداد۔ ساری دنیا کی محبت سے دل کا انقطاع۔ ہمیشہ اللہ کی حمد ثنا اور ذکر فکر شکر میں مشغول رہنا، مال کے بجائے علم عمل کا ورثہ چھوڑنا۔ بے فائدہ باتوں کا ترک۔ دنیا کی لذات میں کمی کرنا۔ دنیا کی آرائش اور زریب و زینت سے اعراض اور نفرت دین کی نشر و اشاعت اور اقامت دین جہاد فی سبیل اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ ظاہر باطن کی یک رنگی۔ توکل تسلیم، رضایہ طبع ہونا وغیرہ وغیرہ۔ بُعِثْتُ لِاَتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ ان تمام کمالات میں انبیاء علیہم السلام اپنی مثال ہوتے ہیں اولیاء امت کو یہ کمالات ان کے فیض و برکت سے درجہ بدرجہ نصیب ہوئے لیکن افسوس کہ بریلوی حضرات ان کا کمال

ہستیوں میں خدائی اختیارات کی کمی محسوس کرتے ہوئے اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ سچی حقیقتوں کو بے حقیقت بنا چھوڑتے ہیں اور جب ہم منہ کرتے ہیں کہ خدا کی کو خدائی مقام دینا اس کی توہین اور بے ادبی ہے تو چلا اٹھتے ہیں کہ دیکھو بزرگ کی بے ادبی ہو گئی۔

اس تفصیل کے بعد مجاز کی بحث پر آئیے۔ ہر شخص کو خداوند تعالیٰ نے اپنے درجہ میں کچھ اختیارات عطا فرماتے ہیں مثلاً آنکھوں سے دیکھنا، کانوں سے سنانا، دماغ سے سوچنا۔ پاؤں سے چلنا، ہاتھ سے پکڑنا وغیرہ۔ ان اعضاء کے ساتھ ہم جو کام کرتے ہیں وہ حقیقتاً ہمارا فعل ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں جو کام اس قسم کے کرتے تھے مثلاً کسی کو مال دیا۔ کسی کو نصیحت فرمائی۔ دین سکھایا وغیرہ وغیرہ وہ آپ کے حقیقی افعال تھے یہ قوتیں ہر شخص کو عطا کی گئی ہیں۔ ان قوتوں کی مدد سے ہم سب انسان جو کام بھی کرتے ہیں وہ ہمارے افعال کا درجہ ہے۔ لیکن اذن الہی یہاں بھی شرط ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ نہ چاہے تو اسباب ذرائع اور وسائل بے کار ثابت ہیں۔ بندہ کے اختیار کا درجہ یہی ہے یہ بندگی کا درجہ اور دستوری معمول ہے۔ اس درجہ میں نہ بندہ پر خدائی کاشیہ پڑتا ہے نہ شک و شبہ پیدا ہو سکتا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر معجزات اور اوایام اللہ کے ہاتھ پر کرامات ظاہر ہوتے ہیں یہ چیزیں ان کی صداقت اور اسلام کی صداقت کے دلائل اور ثبوت ہیں اس لیے ان کو آیات کہا جاتا ہے ان کو ظاہر کرنا یا نہ کرنا فقط ارادۃ الہیہ پر موقوف ہے۔ انسانی کوشش اور قوت کا اس میں ذرہ برابر دخل نہیں ہے چنانچہ رسالہ رضوان بھی لکھا ہے۔

”یعنی علیہ السلام کے ذریعے جو مردے زندہ ہوئے اور مریض صحت یاب ہوئے وہ حقیقت میں صرف اللہ ہی کا فعل تھا، اور حقیقی طور پر اس فعل میں حضرت عیسیٰ کا کوئی دخل بھی نہ تھا،“ (چراغ ہدایت ص ۱۱)

یہاں تک تو رب یوی ہمارے ساتھ چلتے ہیں لیکن تنازع اس بات میں ہے کہ

انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اوایام کے کرامات کو ان کی طرف منسوب کرنا ان کا فعل ہے انہوں نے ایسا کر دکھایا وغیرہ کہنا جائز ہے یا نہ اور جائز ہے کہ اس درجہ میں۔

مفسر علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ میں صدقات اور فتوحات کا مال تقسیم فرماتے اور ان میں سے اس کے متعلق فرمایا کہ اللہ کے رسول نے مال دے کر فلاں شخص کو مال دیا، اس کو مال دیا وغیرہ تو ان آیات سے یہ دلیل نکال کر تاقیامت ساری دولت کو مال دولت اولاد وغیرہ وغیرہ سب چیزیں آپ دیتے ہیں اس عقیدہ کی صداقت کیا ہے؟

معجزہ دکھانے اور غیبی علوم کو دریافت کرنے کی انبیاء کے پاس مستقل قوت یا خداوند تعالیٰ جب چاہیں اس چیز کو ظاہر فرماتے ہیں؟

مجازی نسبت قائم کرنے کا حق ہر شخص کو پہنچتا ہے، یا اس میں کچھ شرائط ہیں؟ پہلی بات یعنی معجزات کو مجازی طور پر انبیاء کا فعل قرار دینا اس کی حقیقت

ہے کہ مجاز عقلی کے طور پر خاص خاص حالات میں مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہے ہمارا عقلی یہ ہے کہ کسی کام کو اس کے حقیقی فاعل وغیرہ کے سوا کسی دوسرے شخص

منسوب کر دیں جو حقیقی طور پر اس کام کو کرنے والا تو نہیں ہے لیکن سبب وغیرہ کے درجہ میں ہے جیسے فلاں بادشاہ نے فلاں شہر یا پل بنایا۔ بنانے والے

حقیقت میں مژدور اور معمار ہوتے ہیں لیکن اس کے بننے میں بادشاہ کا بھی تعلق ہے اس لیے نبویا کی بجائے مجازی طور پر بنایا کہہ دیا جاتا ہے یا جیسے آدھ لکڑی

پیر رہا ہے، لکڑی چیرنا انسان کا کام ہے آدھ ایک ہتھیار ہے اس واسطے یہ فعل اس کی طرف منسوب کیا گیا۔ اس میں ایک شرط یہ ہے کہ ایسے موقع پر کوئی قریب

اور علامت اس بات کی ضرور موجود ہونی چاہئے کہ یہاں مجاز ہے۔ کیونکہ اگر یہی

کا قول اس کے عقیدہ کے مطابق حقیقی فاعل کی طرف منسوب ہے۔ اگر مسلمان بھی لفظ کہے تو مجاز سمجھا جائے گا دوسرا شرط یہ ہے کہ جس چیز کی طرف مجازی

نسبت کی جاتی ہے اس فعل میں اس کی ملاست یعنی عمل دخل ضرور ہوتا ہے جیسا کہ اسی اور بادشاہ کی مثال میں گزرا، ورنہ نسبت مجازی کی گنجائش نہیں ہے اس قاعدہ کو معلوم کرنے کے بعد بریلوی حضرات کی وہ بیس عبارتیں پھر پڑھ لیجئے گو بندہ نے نمونہ لکھا ہے۔ ان عقائد میں تمام صفات خداوندی اور ساری طاقتیں انبیاء و اولیاء کے لیے تسلیم کی گئی ہیں، سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں وعظرات دن عوام الناس کو یہی تلقین کر رہے ہیں کہ سب کچھ انبیاء و اولیاء کو دے دیا گیا ہے حال عوام کو انبیاء و اولیاء کے حقیقی اور سچے کمالات کے ابتداء سے محروم کرنے کی یہ اچھی سکیم ہے کہ ان بزرگوں کے پاس خدائی اختیارات ہیں، ان سے مانگو مانگو سب کچھ مانگو۔ گویا کہ وہ دین سکھانے نہیں آتے تھے دنیا بانٹنے آتے تھے ناظرین! آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ارشادات میں پڑھ چکے ہیں کہ یہود نصاریٰ اور مشرکین سب کے سب بزرگوں میں عطائی اختیارات مانتے تھے۔ بریلوی حضرات ان سے ایک قدم آگے ہیں۔ ان لوگوں نے مجازاً لفظ ایک نمائشی درجہ میں رکھا ہوا ہے کہ اس کی آڑ میں حضرات علماء و یونہی گرفت سے بچنا چاہتے ہیں۔ لیکن مولوی احمد رضا خاں صاحب نے عطا کو حقیقت کی قسم بنا کر بات کو صاف کر دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ بر غیر خدا کے متعلق خواہ شیطان ہو تمام دنیا کے انتظامات مارنا جلانا وغیرہ وغیرہ کو منسوب کرنا شرک نہیں ہے۔ یعنی توحید ہے۔ دیکھو حوالہ آیا در ہے کہ آسمان زمین اور ساری کائنات کو پیدا کرنا بھی تکوین میں داخل ہے اور کوئی شخص اگر یہ کہہ دے کہ فلاں جانور یا فلاں کتے نے ساری دنیا پیدا کی، اور سب جہان کو رزق روزی مال اولاد و زندگی موت و حیات بریلوی علم کلام میں یہ شرک نہیں ہوگا توحید ہوگی۔ کیونکہ تکوینی امور کو غیر خدا کی طرف منسوب کرنا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم انہو بریلوی توحید بھی تودہ درودہ کا تالاب ہے۔ چھو اسطرفی الثبوت اور

اس کو مستقل قوت ضرور ہو ہوتی تو اذن کی کیا ضرورت تھی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے فرمایا اِنْ يَكُنْ اَلْفٌ يَعْلَمُوْنَ اَلْغَيْبِ بِاِذْنِ اللّٰهِ بَ۔ سر ۵ علماء ائمہ میں سے ایک ہزار، دو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے اللہ کے اذن سے یعنی حکم سے۔ اگر مسلمانوں کے پاس کوئی حقیقی عطائی قوت ہوتی تو حوصلہ اور عمل دینے کی ضرورت کیا تھی؟ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کیساتھ اَللّٰہ کا لفظ بکثرت آیا ہے یعنی قوانین فطرت اور دستور قدرت کو توڑنے کی ان میں کوئی مستقل قوت نہ تھی، بلکہ اللہ کے حکم اور ارادہ سے ان کے ہاتھ پر یہ عجیب و غریب مظاہر ہوئیں۔ اس لیے وہ خدا نہیں ہیں۔ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عطائی قوت کے ساتھ تو اذن الہی کا لفظ آتا ہے اور آسکتا ہے لیکن حقیقی کے بعد خواہ عطائی و اذن اللہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس بحث کے بعد ہم مقصد پر آتے ہیں۔

بریلوی حضرات انبیاء کرام و اولیاء عظام کے لیے حقیقی عطائی قوتوں کے قائل ہیں اس لیے رسالہ رضوان کا یہ کہنا کہ ہم مجازی عطائی کے قائل ہیں اپنی حماقت کے بزرگوں کے سراسر مخالف ہونے کی وجہ سے غیر معتبر ہے۔ اور جب حقیقی عطائی مانتے ہیں تو مالک قادر و غیرہ تمام الفاظ ان کے اسی درجہ میں شمار ہوں گے۔ اور یہ الفاظ تو ہمارے مشترک ماحول میں عطائی طور پر بھی شرک کا وہم پیدا کرتے ہیں اس لیے مقرر ہیں بہر حال حقیقت کا اعتقاد رکھنے کی وجہ سے ان کے تمام عقائد تمام نظم و نثر اور تمام کتابوں میں جہاں کہیں ایسے الفاظ ملیں گے مجاز پر محمول نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ سلطان عبدی چونکہ جاہلی شاعر تھا اس لیے اس کے قول اَشَابُ الصَّغِيرَ وَاَفْنَى الْكَبِيرِ... الخ الخ کو مجاز پر محمول نہیں کیا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے خیال میں یہ بستی حقیقی ہوں، یا حقیقی عطائی دیکھو تلخیص مختصر معانی مطبول وغیرہ بحث اسناد مجاز عقلی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہاں کوئی صاف علامت اس بات کی موجود ہو کہ کہنے والا مجازی طور پر کہہ رہا ہے۔ اگر کہنے والا خود کہہ دے کہ میں

عطائی کے ساتھ حقیقی کا لفظ ملا کر اسے آتنا بھاری کر دیا کہ اب اس لفظ کا اٹھنا محال ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ ایسی عطائی دلیل بھی قرآن حدیث میں پایا ہے اور اس کے خلاف بے شمار دلائل صریح قرآن حدیث میں ظاہر موجود ہیں۔ لیکن مجازی عطائی کا لفظ تو پھر بھی بعض مواد میں قابل برداشت نہ تھا۔ حقیقی عطائی کا ثبوت کہاں سے لائیں گے۔ اب ان کے پاس بھاگنے کی گلی صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ بزرگ جو خدائی کام کرتے ہیں، تو اذن الہیٰ کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اذن الہیٰ کے سوا ایک پتہ بھی نہیں مل سکتا۔ اور مشرکین عطائی کے ساتھ اذن کے قائل نہ تھے۔ ہم اذن الہیٰ کے قائل ہیں جو اباسر ض ہے کہ لوہا آگ میں پڑ کر آگ بن جاتا ہے تو حقیقی آگ بنتا ہے اور اس میں جلانے کی طاقت خود بخود اپنی ذات میں موجود ہوتی ہے اُس کو جلانے وقت آگ سے اذن اور اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی اور واسطی الثبوت کا مطلب یہی ہے۔ جب آپ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء اور لیا کو بطور واسطی فی الثبوت خداوند تعالیٰ نے قوتیں عطا فرمائی ہیں تو پھر اذن اور اجازت کا کیا سوال باقی رہ گیا اگر اذن باقی ہے تو حقیقی عطائی کیا؟ اور حقیقی عطائی ہے تو اذن کیا؟ مولوی احمد رضا صاحب نے صاف صاف کہہ دیا کہ معجزہ دکھانے کی قوت انبیاء میں موجود ہے جب چاہیں دکھائیں تو اس کے بعد اذن پر متوقف کوئی چیز رہ جاتی ہے۔ اذن کا لفظ تو حقیقی اور مستقل قوت کی نفی کرتا ہے۔ عطائی تو توڑنے کے ساتھ تو اذن کا لفظ کچھ معنی رکھتا ہے لیکن جب عطائی حقیقی ہو، اور اتنا صاف حقیقی ہو اور بطور واسطی فی الثبوت ہو تو پھر بھی اذن کی گنجائش کیا باقی رہتی ہے؟ مثلاً قرآن مجید میں ہے فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ یعنی طاقت کے لشکر نے جاتوت کے لشکر کو شکست دی اللہ کے حکم اور ارادہ سے یہاں اذن کا لفظ اسی لئے ہے کہ نبی اسرائیل میں دشمن کو شکست دینے کی کوئی مستقل قوت موجود نہ تھی یہی وجہ ہے کہ کئی دفعہ شکست بھی کھائی۔ یہی وجہ ہے کہ

طاقت کے ارادہ سے کہہ رہا ہوں تو پھر مجاز کے کیا معنی؟ معلوم ہوا کہ بریلوی طاقت کی پذیرش اس معاملہ میں سخت مخلوک ہے اور اس جماعت کے عوام کے لئے ان افعال قبر پرستی سجدہ سجود وغیرہ بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں اور یہی بریلی دراصل بریلوی علماء کی پیدا کردہ ہے ان عوام کی بیٹھ ٹھونکنے والے علماء ہیں جو خدائی اختیارات بزرگوں میں ثابت کرتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ ہر شخص میں کلام میں مجاز عقلی، کنایہ، تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اور تمام لفظی معنوی اصطلاحات استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ مجاز کو حقیقت اور حقیقت کو لفظ قرار دے رہے ہوں ان کا معاملہ اور ہے، سلیم الطبع مرتبہ شناس حضرات کی بات اور ہے حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہند کے کلام میں اصطلاحات علم معانی و طاقت اور صنائع بدائع کا استعمال کیوں نہ ہوتا جب کہ ہم لوگ مجاز کو مجاز سمجھتے ہیں اور حقیقت کو حقیقت۔ اس تقریر سے رسالہ رضوان کی اس تمام سہزہ رائی کا جواب نکل آیا جو چراغ ہدایت میں ص ۱۳۷ تک درج ہے۔

ثانیاً عرض ہے کہ جو شخص انبیاء کرام کے معجزات کو ان کے اختیار میں سمجھتا ہو وہ شخص جب کہے گا حضرت جبریلؑ نے حضرت مریم کو بیٹا دیا اور عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کئے تو اس غلط اعتقاد کی بنا پر کہے گا اس لیے اس کا حال حقیقت ہے کیونکہ مجاز میں یہ شرط ہے کہ کہنے والا مسلمان ہو۔ وَصَلُّوا دُرَّةَ وَنِ الْمَوْحِدِ اور جو شخص معجزات کو اختیارات الہیٰ میں سمجھتا ہو وہ بڑے احتیاط سے قرآن اور قیود کی روشنی میں بات کرے اس کو گنجائش ہے دیکھو (ذَهَبَ لَكَ خَلَا مَا ذَكِيًّا) (سورہ مریم) سے پہلے رَسُوْلٌ رَّبُّكَ موجود ہے۔ یعنی حضرت جبریلؑ حضرت مریم کو فرماتے ہیں مجھ کو تیرے رب نے اس کام کے لئے بھیجا ہے کہ تجھ کو پاکیزہ لڑکا بخش دوں، یعنی بیٹا دینا میرے اختیار کی بات نہیں ہے۔ میں ہر کسی کو بیٹا نہیں دیتا پھر تاہم صرف تجھ کو اللہ کے حکم سے بخشے آیا ہوں۔ حضرت جبریلؑ خداوند تعالیٰ کی بخشش لے کر آئے تھے، اس لئے

بخشش کا لفظ استعمال کیا۔ دیکھو یہاں پہلے رسول کا لفظ قرینہ اور علامت ہے اس بات کی کہ بخشا مجازی طور پر ہے۔ اسی لیے معلوم ہوا کہ ایسے الفاظ آزادی سے استعمال کرنا جہاں شرک کا احتمال ہو خداوند تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ مگر یہ یلوی حضرات ان باریکیوں کو چھوڑ گئے۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ مجازی طور پر کوئی کام اس شخص کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس کا اس کام میں کچھ عمل دخل ہو جیسا کہ آپ آری اور بادشاہ کی مثال میں پڑھ چکے ہیں۔ بخشنا حضرت جبریل کی طرف اس لیے منسوب ہوا کہ انہوں نے خدا کے حکم سے چھونک ماری تھی اور وہی چھونک عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا سبب بنی اور آج جو بریلوی حضرات پیر بخش نبی بخش وغیرہ نام رکھتے ہیں تو یہاں چھونک کا کیا تعلق؟ پھر یہ قیاس کس قدر غلط ہے۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ حضرت جبریل کے متعلق بھی کوئی شخص یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ سب لوگوں کو بیٹا وہی دیتے ہیں۔ آپ لوگ غیر خدا کی طرف تمام تکوینی امور کو منسوب کرنے کی کیا دلیل رکھتے ہیں؟

بقایا بریلوی عقائد

۱۔ احکام خداوندی بھی حضور کے قبضہ میں ہیں جو چاہیں جس پر چاہیں حرام حلال کر دیں، جو چاہیں معاف کر دیں۔ (بہار شریعت حصہ اول)
تیسرا عقیدہ :- حضور علیا الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔
شرح استدلال میں یہ عقیدہ یوں بیان کیا گیا ہے :-
”روز اول سے روز آخر تک کے ذرے ذرے کا علم حضور کو عطا ہوا تمام جہان حضور کے پیش نظر ہے، دونوں کے خطروں یعنی خیالات سے آگاہ ہیں۔“ (صفحہ ۱۰۵ نوری کتب خانہ)
اس مسئلہ کی قدر سے تفصیل بندہ کے رسالہ حیات النبیؐ میں موجود

۱۔ عقیدہ :- خود خدا نے حکم دیا اے محمدؐ سب کو اپنا بندہ کہو۔
(شرح استدلال ص ۱۰۵ نوری کتب خانہ)

۲۔ اہل عقیدہ :- جبریل امین نے حضرت مریم کو بیٹا دیا ہے۔
یہ عقیدہ شرح استدلال ص ۱۳ پر مذکور ہے عنوان اس کا یہ ہے :-
”جبریل امین نے حضرت مریم کو بیٹا دیا۔ قرآن مجید نے مسیح علیہ السلام کو رسول بخش کہا۔“

۳۔ عقیدہ :- خدا بھی حضور علیہ السلام کا حکم ماننا ہے اطاعت کرتا ہے،
شرح استدلال ص ۱۱۰، ص ۱۱۱ بے شک حضور کا رب حضور کی اطاعت کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم میں تنہا حاکم ہیں۔
۴۔ سوال عقیدہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری خلائی قوت دی گئی ہے
سب ہی تو خدا کی طرح مختار کل ہیں۔ اور نائب کل (شرح استدلال)
(اس کا بیان کچھ بیس حوالوں میں گزر چکا ہے)

۵۔ عقیدہ ۱۔ بزرگوں کی قبروں کا طواف جائز ہے۔ قبر پر رخصت رکھنا
بزرگوں کو پوجنا، اپنے آپ کو پیر پرست کہلوانا الکو کبر ص ۱۴ ان کی پرستش جائز ہے کیونکہ اصل میں اللہ کی پرستش ہے۔

۶۔ یہ روضہ اقدس کا طواف کرنے والے تابعین یا اول درجہ تبع تابعین
تو ضرور تھے۔ (کو کہہ شہابریہ ص ۲ نوری کتب خانہ)
حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو مسلمان پیروں کی طرح پوجتے ہیں۔
(الامن والاعلیٰ ص ۲۲)

یہ قول شاہ عبدالعزیزؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔ مگر حوالہ ندارد بہر حال بطور
سند بیان کیا ہے۔

۷۔ عقیدہ :- بزرگوں کے نام کی نذر، منت چڑھاوا چڑھانا جائز ہے۔
(شرح استدلال ص ۱۴، ص ۱۵)

دسواں عقیدہ :- حضورؐ کو رب کہنا شرک نہیں جب کہ مجاز مراد ہو۔

(الامن والعلی ص ۳۹)

گیارہواں عقیدہ :- حضورؐ ساری زمین اور تمام مخلوق کے مالک ہیں۔

(الامن والعلی ص ۸۵)

بارہواں عقیدہ :- حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام گناہ بخشے ہیں (الامن والعلی ص ۸۴)

تیرہواں عقیدہ :- قرآن و حدیث کے خلاف بزرگوں کے قول کی سند پکڑنا

جائز ہے۔ مطبوعہ نظامی پریس بلائیں شرح استدلال ص ۱۲۶ پر لکھا ہے :-

”بہر مذہب میں بعض قول ایسے ہیں کہ ظواہر کتاب و سنت سے ان

کے خلاف پر استدلال ہوتا ہے اور اس کے علماء باتباع امام

مذہب کے ان میں تاویل کرتے ہیں“

اولیاء اللہ عالم الغیب نہیں غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی گئی

ہے جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر سکتے ہیں۔ (الامن والعلی ص ۲۰)

بنالیتا ہے سلطان آپ ساجس پر عنایت ہو

خدا سے کم نہیں عز و جلال اس دین کے سلطان کا (مدح غوث الاعظم)

اولیاء اللہ کی قبروں کا حج کرنا جائز ہے جنت و دوزخ کی کنجیاں حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام

والسلام کے ہاتھ مبارک میں دے دی گئی ہیں جس کو چاہیں اپنے اختیارات

سے جنت عطا فرمائیں، یا جہنم۔ یہ عقیدہ مولانا احمد رضا صاحب نے الامن والعلی

اور سلطنت المصطفیٰ میں مفصل لکھا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ پھر شفاعت کی کیا

ضرورت رہی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی مثل پیدا کرنے سے عاجز ہے۔ مگر اہل سنت کے عقیدہ میں قادر ہے۔ عاجز

اور مجبور نہیں ہے مگر اپنے اختیار سے ہرگز ہرگز پیدا نہیں کرے گا، مکتوبات

حضرت یحییٰ مینری کی عبارت ملاحظہ ہو۔

”اگر خداوند تعالیٰ چاہیں تو ایک لحظہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے لاکھوں

پیدا کر سکتا ہے“ مکتوب نمبر ۳۵

پیر پرست ایسے عقائد پر قرآن حدیث اور بزرگوں کے اقوال سے دلیل

میں لاتے ہیں۔ مگر الفاظ کو اپنے معنی پہناتے ہیں۔ مجاز اور عرف کی اثر میں حقیقی

سبتیں قائم کرتے ہیں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے فتاویٰ عزیزی

میں ایسے لوگوں کو مشرک مسلمان فرمایا ہے۔

ان عقائد کا تجزیہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ الفنون الکبیر فی اصول التفسیر ص ۵

میں فرماتے ہیں :-

”اگر تجھے مشرکین (عرب) کی صورت حال اور ان کے عقائد کے

متعلق توقف ہے تو اس زمانہ کے پیشہ ورموئیوں اور پیروں

کے حالات دیکھ لے کہ ولایت کو کیا سمجھے بیٹھے ہیں۔ پہلے زمانہ کے

اولیاء کی ولایت کو مانتے ہیں، اور اس زمانہ میں اولیاء کا پیدا ہونا

ناممکن سمجھتے ہیں وہی وجہ ہے کہ بزرگوں کی تلاش اور اتباع کو چھوڑ

کر، قرار آستانوں پر جاتے ہیں کئی طرح کے مشرک کرتے ہیں۔

تشبیہ اور تحریف ان میں آچکی ہے“

تشبیہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات میں انسانوں جیسی صفات ثابت

کی جائیں مشرکین کہتے تھے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی سفارش قبول کر لیتا ہے

اگرچہ اس کام پر خوش نہ ہو جس طرح بادشاہ اپنے درباریوں کی بات مجبوراً

مان لیتے ہیں، کہ سلطنت کا انتظام خراب نہ ہو۔

ناظرین :- اس جگہ غور فرمائیں کہ ہماری قوم اس مرض میں کس قدر مبتلا ہے؟ پیر

پرستوں کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب دنیا کے بادشاہوں کے پاس

وسیلہ اور سفارش کے بغیر کام نہیں بنتا تو خدا کے ہاں وسیلہ کے بغیر ہماری درخواست کس طرح پہنچ سکتی ہے؟ دیکھو خداوند تعالیٰ کو دنیا کے بادشاہوں سے ملا دیا۔ فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ - وَبِاللَّهِ الْمَثَلُ الْكَلَامُ -

شاہ صاحب اس عقیدہ کو تشبیہ کفار کا عقیدہ قرار دیتے ہیں۔

تحرلیف - یعنی کفر و شرک کی رسوم سے اسلام کا حلیہ بدلنا۔ ہمارے رضائی بھائیوں میں یہ بیماری بھی کثرت سے پھیلی ہوئی ہے۔ اور حدیث: تم ضرور پہلی قوموں میں ہو دو نصاریٰ و مشرکین کی راہوں پر چلو گئے، کے مطابق ان شرک کی آفتوں کو اختیار کرنے والے کچھ لوگ آج بھی موجود ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں زیر آیت اِنَّا لَك لْعَبْدٌ وَاِنَّا لَك لَسَّاعِدٌ - قوائے ثلاثہ کی افراد و تفریط کے بیان میں فرماتے ہیں:-

”یا اماموں اور اولیاءوں کا رتبہ انبیاء کے برابر قرار دے۔ اور پیغمبروں کے لئے خدائی کے لوازمات مثلاً علم غیب بالا استقلال۔ اور ہر جگہ سے ہر شخص کی فریاد سننا۔ اور سب کاموں کی قدرت ماننا، اور دھوکے، بیویوں، ولیوں کی تصویروں، مجسموں، قبروں، تعزیوں کے پردے میں عبادت کرنا، برزق اولاد، نوکری، عہدہ کی ترقی ان سے مانگنا، اور ان کی درخواست، یا سفارش کو خدا کی جناب میں حبس قبول سمجھنا، اگرچہ خدا تعالیٰ کو وہ کام پسند نہ ہو، یہ سب حد سے بڑھنے والے کام ہیں۔“

انبیاء کے برابر قرار دینا تو کجا، ہمارے زمانہ میں ہر سرید اپنے پیر کو نبیوں سے بڑھا رہا ہے۔ دیکھتے:-

شعر:- حضور و ملک فلک پر فرشتہ زمین پر تیرے

خادم ہیں دست بستر چاروں کتاب والے

شعر کا مطلب یہ ہے، کہ آسمان پر چوریں اور فرشتے، اور زمین پر چاروں کتاب والے

حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جماعت علی شاہ صاحب کے خادم ہیں۔ اور ہمارے کتاب والے کا مطلب اگر امتی لئے جائیں تو صحابہؓ اور تابعین سب شاہ صاحب کے خادم ہوں گے۔ یہ شعر اور ایسے کئی اشعار رسالہ انوار النورانیہ ص ۱۱ پر شریف میں شائع ہوتے رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ایسے اشعار سند الوں کو نفرتی تمغہ اور ستار شریف کا انعام ملا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ -

نیز شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ اَنْدَادًا کی تفسیر میں مشرک فرقوں کے بیان میں فرماتے ہیں:-

”جو محتافرقہ پیر بہتست لوگ ہیں کہ جب کوئی بزرگ زیادہ عبادت اور ریاضت کی وجہ سے مقبول مستجاب الدعوات اور مقبول الشفا ہو جاتے ہیں تو اس جہان سے جانے کے بعد ان کی رُوح میں بڑی قوت اور وسعت پیدا ہو جاتی ہے جو شخص اس کی صورت رکھے، یا اس کے بیٹھنے اٹھنے کی جگہ میں، یا اس کی قبر پر عاجزی کرے تو اس بزرگ کی رُوح کو آزادی اور فراخی کی وجہ سے اطلاع مل جاتی ہے اور وہ رُوح دنیا اور آخرت میں اس کی سفارش کرتی ہے نیز ایک فرقہ مشرکوں کا وہ ہے جو ذبح نذر اور قربانی میں دوسروں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور ایک فرقہ مشرکوں کا وہ ہے جو علم اور قدرت کی وسعت کو بیان کرتے ہوئے دوسروں کو اللہ سے جا ملاتے ہیں۔ چنانچہ نسائی شریف اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی جو خدا چاہے اور آپ چاہیں آپ نے ارشاد فرمایا جَعَلْتَنِي لِلّٰهِ نِدَاءً تو نے مجھے اللہ کا شریک

تُطَهَّرُ بِمَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ بَلْ كَيْدُكُمْ جَاحِلٌ
 اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ - نیز مسند امام احمد ابو داؤد شریف نسائی
 شریف اور ابن ماجہ شریف میں حذیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایسا نہ کہو جو چاہے اللہ
 اور فلاں بلکہ یوں کہو، اللہ بچہ فلاں
 نیز آیت لَا يَقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةً کے تحت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث
 دہلوی فرماتے ہیں:-

”یہ کلام اہل کتاب، اور ان کے ہم خیال لوگوں، یعنی انبیاء اولیاء کی
 اولاد، اور بزرگان دین سے توسل کرنے والوں کی تردید کے لئے
 ہے۔ جو آپ کو بزرگوں کے توسل اور تعلق کی وجہ سے خدا کی پکڑ
 سے بے خوف سمجھتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ کفر، شرک اور دوسری تقاضوں
 بدیوں کے باوجود بزرگ ہمیں چھڑالیں گے، فرمایا جس شفاعت
 پر تم مغرور ہوؤ وہ نہیں ہوگی، کیونکہ شفاعت ہر شفاعت کرنے
 والے کی اذن الہی پر موقوف ہے۔“
 نیز مَنْ يَتَّخِذْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا کے ماتحت فرماتے ہیں:-

”بعض لوگ ان میں سے ارواحِ مدبرہ مخلوق پر موکل فرشتوں سے
 یا بیوں، ولیوں، عبادت گزاروں، راہبوں اور علماء سے خداوند
 تعالیٰ کے اصلی اور حقیقی معبود ہونے کا خیال نظر انداز کرتے ہوئے
 خدا کے برابر محبت کرتے ہیں، اور نہیں قربانیاں ان کے نام کی
 کرتے ہیں، اور ان کے قول کو قرآن حدیث میں غور کے بغیر وحی
 الہی کے برابر سمجھتے ہیں، بلکہ بعض ان میں سے بزرگوں کی تصویریں
 قبروں، عبادت خانوں، مکانوں اور بیٹھنے کی جگہوں سے وہی
 شکوک کرتے ہیں جو مسجد اور کعبہ میں خداوند تعالیٰ کے متعلق کیا

جاتا ہے، مثلاً زمین پر سر رکھنا، طواف کرنا، ہاتھ پر ہاتھ باندھ کر قبلہ
 روشنکلی میں کھڑا ہونا، وغیرہ۔ حالانکہ یہ محبت ان کی خدا پر ایمان
 لانے کے تقاضا سے نہیں ہے تاکہ خدا کے نزدیک مفید ہو اور
 اس کی رضامندی حاصل ہو۔ کیونکہ یہ حد سے گزری ہوئی محبت
 ہے۔ ایمان میں یہ ضروری ہے کہ خالق اور مخلوق کی محبت میں فرق
 کیا جائے۔“

محبت

یہاں پہنچ کر یہ بات بھی ضروری ہے کہ محبت کیا چیز ہے؟ کس طرح
 پیدا ہوتی ہے؟ کیونکہ اہل بدعت ہمیشہ بدعات کا ارتکاب محبت کی اڑ میں
 کرتے ہیں، اور جو شخص شور و غل اور خمر بازی میں ان کا ساتھ نہ دے اس کو
 بے ادب اور محبت سے خالی سمجھتے ہیں مگر ان کی محبت ہمیشہ الفاظ تک محدود
 ہوتی ہے۔ اتباع سنت کے جذبہ سے محروم ہونا ان کی بہت بڑی علامت
 ہے۔ ان کا عقیدہ ہے اور اصل الاصول ہے کہ بزرگوں کی محبت سے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ملتی ہے اور حضورؐ کی محبت سے خدا کی محبت ملتی
 ہے۔ حالانکہ یہ مفروضہ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے ملاحظہ ہو حدیث ترمذی شریف:-
 عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَحِبُّوا اللَّهَ لِمَا يُعَدُّوكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ وَأَحِبُّوا نِيَّ رَحْبِ اللَّهِ وَأَحِبُّوا
 أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي۔

ترجمہ:- اللہ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ تمہیں طرح طرح کی نعمتیں عطا فرماتا
 ہے اور مجھ سے محبت کرو خدا کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت سے
 محبت کرو میری وجہ سے۔

مومن جب نظام عالم پر ایک نظر ڈالتا ہے تو کائنات کا ایک ایک ذرہ اسے انسان کی خدمت کے لئے مستحضر نظر آتا ہے۔ پھولوں سے لدے ہوئے درخت۔ اناج اگلنے والی زمین۔ دودھ اور گھی کے خزانے (مواشی چلتی ہوتی ہوائیں، ہواؤں میں لٹکتے ہوئے بادل، بادل میں بھرے ہوئے پانی کے دریائیں آسمان زمین کی ہر ایک چیز کو دیکھ کر مالک کا ممنون احسان ہوتا ہے۔ اسی احسان سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کریم کا انداز بیان یہی ہے۔ یعنی نعمت سے شمع کی طرف توجہ۔ قرآن کریم کی نظر میں اللہ کی معرفت، محبت، اطاعت، سب چیزیں نعمت شناسی سے حاصل ہوتی ہیں کیونکہ نعمت شناسی سے نعم شناسی حاصل ہوتی ہے۔ نعمت کی دو قسمیں ہیں، ظاہری اور باطنی، ان سب نعمتوں سے اعلیٰ اور ارفع نعمت ذات بابرکات اے سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے، کیونکہ بے حساب نعمتوں کے ہوتے ہوئے خداوند تعالیٰ کے فقط ایک نعمت کا احسان قبلایا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا اَلَا يَرٰ جَب خدائے محبت پیدا ہوگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ ہمارے رسول بارگاہ محبت کے پیغامبر بھی ہیں اور صحرائے شریعت و معرفت کے راہبر بھی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسلام کی نظر میں محبت کا اصلی اور حقیقی مرکز فقط خداوند تعالیٰ کی ذات ہے یہی اسلام کی امتیازی توحید ہے کہ انسان کے دل کی گہرائیاں خدا کی محبت کے سوا کہیں بھی تقسیم نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اذان اور اقامت میں اللہ کے نام کے بعد رسول اللہؐ کا رگایا ہے تاکہ اللہ اکبر کے بعد رسول اللہ کی عظمت دل پر اثر ڈالے۔ اسی لئے قرآن کریم میں،

ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری تابعداری کرو۔ گویا اصلی مرکز خدا ہی کی محبت ہے اور اس کا صحیح معیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری ہے، نعرہ بازی نہیں۔ اب جو شخص خدا سے تعالیٰ کی محبت کا مدعی ہے

مگر اتباع رسولؐ سے محروم ہے، یا رسولؐ کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ مگر خداوند تعالیٰ کی عظمت و محبت سے خالی ہے وہ سر اسرارِ حق کے میں ہے۔ رسولؐ کی محبت ذاتی نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ بارگاہ عزت کا رسولؐ ہے۔ اپنے دہی اور من گھڑت قیاسات سے رسولؐ کی محبت کرنا غلط ہے۔ عیسائی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کرتے ہیں مگر خدا کا رسولؐ سمجھ کر نہیں کرتے، بلکہ خدا کا بیٹا سمجھ کر کیا یہ محبت صحیح ہے؟ اور یہودی جو عیسیٰ علیہ السلام سے دشمنی کرتے ہیں تو کیا دشمنی ٹھیک ہے؟ پس صحیح محبت اور صحیح عداوت وہی ہے جو رضائے الہی کے لئے ہو باقی محبتیں اور عداوتیں سب جہالت اور وہم پرستی ہے مسئلہ کو پیلاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سامنے آتے ہیں ان کی محبت اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تعلق ہے۔ یعنی ان سے محبت رسولؐ کے لئے کی جائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت خداوند تعالیٰ کے لئے ہو، اسی طرح تعلق و تعلق میں محبت کا سلسلہ اور بھی وسیع ہوتا جائے گا، مگر اصلی محبت فقط خداوند تعالیٰ سے ہے، باقی محبتیں اس کے لئے ہیں۔

دینے والا کون ہے؟ مانگنا کس سے چاہیے؟

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا آپؐ نے ارشاد فرمایا، اے لڑکے اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو اللہ تجھ کو دنیا آخرت کی مصیبتوں سے بچائے گا، اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو تو اسے اپنے روبرو پائے گا ان حقوق میں دو حقوق یہ ہیں اور

جب بھی تجھے مانگنا ہو تو اللہ سے مانگ اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ اور اس بات کو سمجھ لے کہ اگر سب لوگ تجھ کو نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو ہرگز ذرہ بھر نفع نہیں پہنچا سکتے مگر وہی چیز جو اللہ نے تیرے لیے مقدر کی ہے، اور اگر سب لوگ کچھ تکلیف دینے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو کچھ ضرر نہیں دے سکتے۔ سو اس چیز کے جو اللہ نے تجھ پر لکھ دی ہے۔ قلم اٹھائے گناہ اور کاغذ سوکھ چکے۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل و ترمذی شریف)

اس حدیث شریف کی وضاحت ہم ملا علی قاری مشہور و معروف حنفی عالم کی زبان سے لکھتے ہیں جن کو بریلوی حضرات بہت مانتے ہیں۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵، ص ۹۱ :-

قَالَ الطَّبِيبُ اَسْأَلُ اللهَ وَتَحْتَ رِضَاہُ تَجِدُهُ تَجَاهِدُكَ اِیْ مَقَابِلَكَ وَحَدَاكَ اِیْ اِحْفَظْ حَقَّ اللهَ حَتّٰی یَحْفَظْكَ مِنْ مَّكَارِهِ الدِّیْنِیَّةِ وَالْاٰخِرَةِ۔ اس حصہ کا ترجمہ تقریباً گزر چکا ہے فَاسْئَلِ اللهَ اِیْ فَاَسْئَلِ اللهَ وَحَدَا اِیْ

یعنی صرف اللہ سے مانگ، کیونکہ عطاؤں کے خزانے اسی کے پاس ہیں۔ وَلَا تَسْئَلْ غَیْرَهُ لِاَنَّ غَیْرَهُ غَیْرُ قَادِرٍ عَلَی الْعَطَاءِ وَالْمَنْعِ وَدَفْعِ الضَّرِّ وَجَلْبِ النِّفَعِ فَانَّهُمْ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا وَلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَلَا حَیٰوَةً وَلَا نَشْوَراً۔

ترجمہ :- اور اس اللہ کے سوا کسی سے بھی نہ مانگ، کیونکہ اس کے سوا کوئی بھی دینے، نہ دینے، مصیبت دہور کرنے، نفع پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ مخلوقات اپنی جان کے لئے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں، نہ کسی کو مرنے کا اختیار ہے نہ جینے کا، نہ حشر و نشر کا۔

آگے فرماتے ہیں :- ”ہر حال میں زبانِ حال یا قبال سے مانگتا رہے۔ کیونکہ

ہر حال میں ہے جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔

وَاَعْلَمُ اَنَّ الْاُمَّةَ اِیْ جَمِیْعَ الْخَلْقِ مِنَ الْخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ وَالْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ وَسَائِرِ الْاُمَّةِ لَوَاجِبَتْ صَلَٰتُہُمْ سَوَیًّا

اَللّٰہِ فِیْ اَمْرِ دِیْنِکَ اَوْ دُنْیَاکَ لَمْ یَنْفَعُوْکَ اِیْ لَمْ یَقْدِرْ اَوْ اِنَّ یَنْفَعُوْکَ

ترجمہ ساری مخلوق، خواص اور عوام اور سارے نبی اور سب اولیاء اللہ اور ساری اُمت اگر مل کر تجھے دین یا دُنیا کا تھوڑا سا فائدہ پہنچانا چاہیں تو فائدہ پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

یہ حدیث شریف ایک اصولی نکتہ بیان کرتی ہے کہ جس طرح اللہ کے حقوق کی رعایت اور اس کی رضا کو تلاش کرنا ہر مسلمان کے واسطے ضروری ہے اسی طرح اللہ کے سوا سب کو غیر قادر ماننا بھی ضروری ہے۔ یعنی کسی میں ذرہ بھر قدرت اور طاقت بھی نہیں ہے خدائی سے سب خالی ہیں، نفع نقصان کی امید کسی سے بھی نہ رکھو۔ یہ توحید ہے۔

رسالہ نذر اولیاء کی حقیقت

حال ہی میں ہمارے تصور میں مولوی محمد عبداللہ صاحب نے ایک رسالہ شائع کیا ہے جو علامہ قصور کو خاص طور پر بھیجا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہ چیزیں تحریر میں آئیں۔ مگر کیا کیا جائے یہ چند سطور محبوباً تحریر کی جا رہی ہیں ناظرین معاف فرمائیں،

(نوٹ) استمانہ عادی یعنی روزمرہ کاموں میں مدد لینا دینا، اس کا بیان آگے آئے گا یہاں اس سوال کی مانعیت ہے جو مشرک مسلمان انبیاء و اولیاء سے کرتے ہیں دیکھئے ملا علی قاری نے خاص طور پر انبیاء و اولیاء کا ذکر کیا ہے۔

رسالہ نذر اولیاء کی ابتدا ہی جھوٹ سے ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:-

”فقیر کے پاس بذریعہ حافظ محمد دین، دین گردھی ایک کتاب بھیجی۔“

یہ سفید جھوٹ ہے جو حمد اور صلوة کے بعد فوراً بولا ہے۔ رسالہ کا نام رکھتے ہیں
الذکر للآولیاء جائز ولا غنیاً سبحان اللہ کیا بے معنی نام ہے
ترجمہ صاف تو یہی بتا ہے کہ اولیاء کی منت ماننا دولت مندوں کے واسطے جائز
مولوی صاحب! کیا غریبوں کے نذر دنیا زلفہ تر نہیں ہوتے اس لئے ان
کو اس سعادت سے محروم کیا جا رہا ہے؟ جائز کی بجائے حلال ہوتا تو آپ کی مدعا
ظاہر ہوتی، اب مخدوف کے سوا چارہ نہیں۔

رسالہ پر نظر ڈالنے سے اس نظریہ کی مزید تصدیق ہوتی کہ اہل بدعت حضرات
اپنے خاص انوکھے مسائل کے ثابت کرنے میں قرآن کریم، حدیث شریف اور
فقہ حنفی سے بہت گریز کرتے ہیں، ادھر ادھر کی باتوں سے اپنا مسلک ثابت
کرتے ہیں۔

تمام رسالہ میں نذر غرنی ایک من گھڑت مفروضہ کھڑا کیا ہے اور اسے عوام
کی اصطلاح قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ عوامی چیز کے لیے دلائل بھی عوامی اور سطحی
نہ ہوتے تو کیا ہوتے، بریلوی حضرات کا سارا مذہب عوامی اور ہنگامی چیزوں
پر کھڑا ہے۔ اگر کوئی مصنف مزاج ان تمام اختلافی مسائل کو تحقیقی نظر سے دیکھے
تو محسوس کرے گا، کہ ایک طرف سنجیدگی اور متانت ہے، دوسری طرف شور و
غل اور ہنگامہ آرائی۔ ایک طرف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش اور
اتباع کی فکر ہے، دوسری طرف دین میں نئے نئے محاورات نئے مسائل اور نئی
بدعات کو جاری کرنا خدمت اسلام سمجھی گئی ہے۔ ایک طرف اہل حق ہیں جو بدعات
کے خبیث درخت کو سر زمین اسلام سے اکھاڑ رہے ہیں، دوسری طرف یہ لوگ
ہیں جو عرف اور مجاز کی آڑ میں اسلام کی فطرت کو مسخ کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت
امام محمد دالغ ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف دفتر دوم مکتوب نمبر ۵ میں کیا

اہل بدعت کی گت بناتے ہیں:-

”میرے بدعت کے نام و نشان سے پرہیز یہاں تک کہ بدعت حسنہ

سے بھی بدعت سنیہ یعنی بری بدعت کی طرح بچے، تب اس دولت

یعنی قرب الہی کی خوشبو اس کی جان کی ناک تک پہنچے گی۔ اور یہ

بات آج کل مشکل ہے، کیونکہ سارا جہان بدعت کے دریا میں غرق

ہے اور بدعت کے اندھیروں میں آرام کر رہا ہے، کس کی طاقت

ہے کہ بدعت کو اٹھائے کا دم مارے اور سنت زندہ کرنے کے

لئے بولے۔ اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے

ہیں، اور سنت کو مٹانے والے جو بدعتیں پھیل چکی ہیں ان کو عام و متداول

سمجھ کر ان کے جائز ہونے بلکہ اچھا ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں اور

بدعت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں اگر گمراہی

پھیل جائے اور باطل مشہور ہو جائے تو یہ دستور بن جاتا ہے۔ کیا نہیں

جانتے کہ کسی چیز کا رواج پانا اور مشہور ہو جانا خوبی کی دلیل نہیں،

رواج وہی معتبر ہے جو پہلے مبارک زمانہ سے آ رہا ہو یا سبکدوشوں

کے اتفاق سے حاصل ہوا ہو۔“

اس کے بعد حضرت امام محمد دالغ ثانی فتاویٰ غیاثیہ کی عبارت کا لمبا حوالہ

دے کر فرماتے ہیں:-

”اگر جاہل بے دین شراب پیئے اور سود کھانے پر اتفاق کر لیں تو

کیا یہ بھی حلال ہو جائے گا؟“

یہ رسالہ دیکھ کر ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ اس علم و عقل کے ہوتے ہوئے اس

انداز فکر کی موجودگی میں حقیقت کا دعویٰ کس منہ سے کرتے ہیں جنہی کہلانے کا حق

دار تو وہ ہے جو امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے مسلک، آپ کی فقہ کی مستند

کتا بوں سے سند پکڑے۔ مگر یہاں یہ اٹھی گنگا چل رہی ہے کہ نام کو حنفی ہیں،

بلکہ حقیقت کے ٹھیکیدار ہیں بات بات میں یہ دعویٰ ہے ہم میں حنفی اہل سنت والجماعت مگر مسئلہ نذر عرنی ثابت کرنے کے لیے کہیں شایفوں کا سہارا لیا، کہیں خبلیوں کا اور وہ بھی ادھر ادھر کی بے مکی باتیں ہیں دھوکا اور فریب ہے چنانچہ ناظرین دیکھ لیں گے انشاء اللہ تعالیٰ تمام رسالہ میں فتاویٰ عزیزی کے سوا کسی مسئلہ کتاب کا نام نہیں لیا۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ آپ لوگ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان سے ابھی تک کچھ تعلق رکھتے ہیں۔ بعض علماء بدعت تو ان سے کٹ چکے ہیں۔ لیکن ایہ بزرگ عزت کے قابل تو ہم آپ کو مسئلہ نذر عرنی کا جواب شاہ صاحب کے فتاویٰ عزیزی سے سنائیں گے۔ اس کے علاوہ نذر عرنی کا مسئلہ فتاویٰ عالمگیری بحر الرائق، در مختار اور فتاویٰ شامی سے عرض کریں گے۔

نذر کا بیان

نذر لغوی :- اپنے نفس پر غیر لازم چیز کو لازم کرنا۔ انذار کے معنی آگاہ کرنا عالم دنیا (قاہوس) عموماً خطرہ کے موقع میں استعمال ہوتا ہے۔
نذر شرعی :- کسی نیک کام کو خداوند تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے یا اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ پر لازم کر لینا۔

پہلا نذر مطلق ہے، دوسرا متعلق بشرطیکہ جو منت مانی ہے وہ کام شریعت میں فرض واجب بھی ہو مثلاً نماز، روزہ، حج، خیرات، قربانی وغیرہ۔ کیونکہ نماز کی قسم میں پانچ نمازیں شریعت میں فرض موجود ہیں۔ اسی طرح روزہ بھی رمضان کا فرض ہے تو روزہ کی منت بھی صحیح ہوتی۔ خیرات حج قربانی وغیرہ سب کی منت صحیح ہے کیونکہ یہ سب چیزیں منت کے علاوہ بھی شریعت میں فرض یا واجب کا درجہ رکھتی ہیں۔ لیکن بیمار پرسی کی منت صحیح نہیں کیونکہ بیمار پرسی شریعت میں فرض واجب نہیں ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کی منت مانی ہے وہ عبادت اللہ آپ نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو منت کی نظر سے دیکھا ہے اور میں بھی

ہو دوسیلہ نہ ہو، مثلاً وضو نماز کا وسیلہ ہے اس لئے اس کی منت لازم نہیں ہوتی۔ تیسری شرط یہ ہے کہ منت اس چیز کی ہو جو فی الحال یا آئندہ اس پر واجب ہو، چوتھی شرط یہ ہے کہ جس بات کی منت کی ہے وہ گناہ کی بات نہ ہو ورنہ لازم نہ ہوگی (فتاویٰ عالمگیری وغیرہ)

مطلق :- یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے شوق سے اپنے آپ پر بشرط مذکورہ کوئی عبادت لازم کرے مثلاً اتنے روزے رضاء الہی کے لئے ضرور رکھوں گا، یا اتنی رکعت نماز، یا اتنی خیرات وغیرہ۔

معلق :- یہ ہے، یا اللہ! اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اتنی رکعت نماز کروں، یا اتنے مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا، یا فلاں گلی محلہ، یا فلاں مزار پر رہنے والے مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا۔ اگر وہاں مسکین لوگ رہتے ہوں تو کھانا کھلانا ہمارے لئے ہے۔ مگر یاد رہے کہ اس میں شرط یہ ہے کہ اس بزرگ کو خوش کرنا، یا اس سے فائدہ حاصل کرنا مقصود نہ ہو، بلکہ بزرگ کا ذکر مسکینوں کی پہچان کے لئے ہو۔ جیسے فلاں محلہ کے مسکین، فلاں مسجد کے درویش وغیرہ۔ اسی طرح فلاں مزار کے درویش کہدیا اگر بزرگ کو خوش کرنا اور اس سے تقرب مقصود ہو تو باطل، حرام اور مشرک ہے۔

معلق :- یہ مولوی محمد عبداللہ صاحب کے لفظوں میں اس طرح ہے کہ :-
”اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو غوث کے نام کی دیگ دوں گا۔“ یہ حرام ہے اور ناجائز تفصیل آگے دیکھئے حنفی فقہ کی معتبر کتابوں کے حوالے غور سے پڑھئے۔

نذر کا فائدہ کیا ہے

عن ابی ہریرۃ وابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنذروا فان النذر لا یغنی عن القدر شیئاً و اتما یتخرج بہ من مال البخیل (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن عمرؓ روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منت نہ مانا کرو کیونکہ منت تقدیر سے نہیں بچا سکتی یعنی اس کو بدل نہیں سکتی اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ منت کے ذریعہ سے کجخوس کے ہاتھ سے کچھ مال نکل جاتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ منت تقدیر کو بدل سکتی ہے، اس خیال کی تردید میں فرمایا: اس خیال سے منت نہ مانو کہ منت سے تقدیر ٹل جاتی ہے خدا کی تقدیر کو خدا کے نام کی منت بھی نہیں بدل سکتی۔ سخی تو ہر حال میں مال خرچ کرتا ہے اور کجخوس کی یہ حالت ہے کہ جب مصیبت نے اس کی گردن کو آدھ تو لگا منت ماننے پھر اگر خدا کی تقدیر سے اس مصیبت کا ٹکنا مقدر ہے تو اس جاتے گی اور کجخوس کو مال بھی دینا پڑا۔ یہ فائدہ ہے اس منت کا جو اللہ رب العالمین کے نام کی مانی جاتے۔ البتہ اولیاء اللہ کی منت سے تقدیر ٹل جانے کا خدا ہے کیونکہ چودھویں صدی میں جاہلوں کے عقیدہ میں خداوند تعالیٰ اپنی خدا کی بزرگوں کو دے چکا ہے، خدا کی کا نظام بدل چکا ہے، انقلاب! انقلاب! یہی وجہ ہے کہ بزرگوں کی منتیں ماننے والے ہر مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں، ان میں کوئی بے اولاد نہیں ہوتا، کوئی غریب نادار نہیں ہوتا ہر مصیبت کا علاج، ہر مرض کی دوا ڈھونڈ لگالی ہے۔ اور ہر بچارے خداوند تعالیٰ سے مانگنے والے خستہ حال ہیں بے اولاد ہیں، فاقوں مرتے ہیں، کیونکہ خداوند تعالیٰ کو گرفت میں لانا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نذر معلق اگرچہ خداوند تعالیٰ کے نام کی ہو ایک سودا بازی ہے۔ دراصل مشکلات اور مصائب کے وقت اسلام کی اصلی تعلیم رجوع الی اللہ، استغفار صبر، نماز اور دعا کے متعلق بھی بے نیازی سے فرما دیا نیکشف ماتدعون الیہ ان شاء۔ یعنی اگر خداوند تعالیٰ چاہیں تو تمہاری

اس سے مصیبت کھول دیں، نہ چاہیں تو نہ کھولیں۔ نیز ایسے موقع پر حدیث میں مفید چیز ہے۔ ایک شخص تو وہ ہے جو مصیبت کے وقت رضا و رغبت کے لئے نقد صدقہ دیتا ہے، دوسرا وہ جو خداوند تعالیٰ سے سودا بازی کرتا ہے، یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو کام ہو جانے کے بعد تیرے نام پر صدقہ دوں گا۔ بندگی اور خدائی کے تعلق میں ناظرین غور کریں کہ کونسی صورت زیادہ بہتر ہے؟ پھر اگر منت بھی بزرگوں کے نام کی ہو تو مصیبت کے وقت مال میں پھنسا۔

اب مسئلہ نذر فقہاء حنفیہ کی کتابوں سے فتاویٰ عالمگیری میں ہے:-
والنذر الذي يقع للعوام

ترجمہ: اور وہ منت جو اکثر عوام الناس مانتے ہیں اس طرح کہ کسی نیک بندے کے مزار پر جا کر یہ کہتے ہوئے مزار کا غلاف پھڑپھڑاتے ہیں اے میرے آقا! فلاں بزرگ! اگر میرا یہ کام ہو جائے تو تیرے نام پر مثلاً اتنا سونا دوں گا، یا کچھ اور یہ نذر باطل ہے ساجد امام یعنی سب علماء کا اس بات پر اتفاق ہے، اس مسئلہ میں کچھ اختلاف نہیں۔ ہاں اگر یہ لفظ کہے، یا اللہ! میں نے تیری منت مانی ہے اگر تو میرے مریض کو شفا دیوے، یا میرا فلاں کام کر دیوے تو میں کھانا کھلاؤں گا ان مسکینوں کو جو تیرے نفیسے یا فلاں بزرگ کے دروازے میں رہتے ہیں، یا فلاں بزرگ کی مسجد میں چٹائیاں خرید کر لے جاؤں گا مثلاً حضرت بلخا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد یا اس مسجد میں جلانے کے لئے تیل بھجوں گا۔ یا شعا ادا کرنے والوں کے لئے روپیہ بھجوں گا۔ ایسی چیز جس میں مسکینوں کا فائدہ ہو، اور منت اللہ کے لیے ہو اور مسکینوں کا ذکر جگہ بیان کرنے کے لئے ہو تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے فلاں محلہ کے مسکین! اس نذر میں بزرگ

ادوات غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین
باب السیدۃ نفیسة او الفقراء الذین باب الامام الشافعی
او الامام اللیث او اشتری حصراً لمساجدهم او نیتاً لو قودھا
او دس اہم لمن یقوم بشعائرها الی غیر ذلک مما یکون فیہ نفع
للفقراء والنذر للہ عز وجل و ذکر الشیخ انما هو محل
لصرف النذر مستحقہ القاطنین برباطہ او مسجد
او جامعہ فیجوز بہذا الاعتبار اذ مصرف النذر الفقراء
وقد وجد المصروف ولا یجوز ان یصرف ذلک لغنی
او محتاج ولا لشرایف منصب لانہ لاجل لہ الاخذ
ما لم یکن محتاجاً فقیر ولا لذلک نسب لاجل نسبہ ما
لم یکن فقیر ولا لذلک علم لاجل علمہ ما لم یکن فقیر اولہ
ولہت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء۔

ترجمہ :- اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ گناہ کی منت صحیح نہیں ہوتی، شیخ قاسم
نے شرح ورر میں فرمایا ہے لیکن وہ مذہب جو عوام الناس ملتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ
ہے یعنی روضہ دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی شخص کا کوئی آدمی گم ہو یا بیمار ہو، یا اس کو
کوئی ضروری حاجت درپیش ہو۔ پس وہ کسی نیک آدمی کے ہزار پاس جلتے اور
ملائک کو سر پر اٹھاتے رہا سہ پاں ہاتھ میں پکڑنے کا رواج ہے یا ویسے
ہی کہہ دیتے ہیں، اے میرے آقا! فلاں بزرگ! اگر میرا گم شدہ واپس آجائے،
یا میری ضرورت ہو جائے، یا میری حاجت پوری ہو جائے تو آپ کو اتنا
سونا یا اتنی چاندی، یا اتنا کھانا، یا اتنا پانی، سبیل یعنی پھیل گھاؤں گا، یا اتنی موم
تبیان قبر پر روشن کروں گا، یا اتنا تیل چراغی ڈالوں گا پس یہ منت باطل ہے یعنی
نا جائز ہے۔ سب علماء کے اتفاق سے۔ یعنی اس مسئلہ میں کسی عالم کا اختلاف

کا نام صرف پہچان کے لئے ہے، لیکن اس منت کا خرچ کرنا مسکینوں
کے سوا جائز نہیں۔ نہ تو کسی عالم پر بوجہ علم کے خرچ ہو سکتی ہے
نہ اس بزرگ کے مجاوروں پر لیکن اگر تنگ دست اور مسکین ہوں
تو جائز ہے۔ اور جب تو نے اس بات کو پہچان لیا تو جو چیزیں
روپے پیسے و غیرہ لے کر ادیاء اللہ کی قبروں پر پہنچائی جاتی ہیں
ان کو خوش کرنے اور تعلق بڑھانے کی غرض سے، پس یہ حرام ہے
بالاتفاق یعنی سب علماء امت اس کو حرام فرماتے ہیں۔ کچھ اختلاف
نہیں۔ ہاں اگر بزرگوں کی قبروں پر کچھ چیزیں جلانے کا مقصد بزرگوں
سے تعلق بڑھانہ ہو، بلکہ وہاں کے مسکین پر رحم کی وجہ سے کچھ لے
جا کر تقسیم کرے تو جائز ہے بالاتفاق۔

فتاویٰ عالمگیری کی عبارت ختم ہوئی۔ اب دیکھئے بحر الرائق شرح کنز الدقائق

جلد دوم صفحہ ۲۹۸۔

وقد قد منا ان النذر لا یصح بالمعصیۃ فقال الشیخ
قاسم فی شرح الدرر و اما النذر الذی یقع للعوام علی ما
هو مشاہد کان یكون لانسان غائب او مریض او لم حاجت
ضروریۃ فیاتی بعض الصلحاء فیجعل سترۃ علی راسہ فیقول
یا سیدی فلان ان ردا غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی
فلک من الذہب کذا او من الفضۃ کذا او من الطعام کذا
او من الماء کذا او من الشمع کذا او من الزیت کذا فهذا
النذر باطل بالاجماع لوجوبہ منھا انه نذر مخلوق والنذر
للمخلوق لا یجوز لانه عبادۃ والعبادۃ لا تكون للمخلوق ومنھا
ان المنذر ورا لہ میّت والمیّت لا یملک ومنھا ان ظن ان المیّت
یتصرف فی الامور دون اللہ تعالیٰ فاعتقاد ذلک کفر الہم
الا ان قال یا اللہ انی نذرت لک ان شفیت مریضی او

نہیں اور ناجائز ہونے کی کئی وجوہ ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر ناجائز ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی خالق کی ہوتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کی نذر مانی ہے وہ میت ہے اور میت کسی چیز کی یعنی دنیا کی چیز کی مالک نہیں ہو سکتی۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ میت کام بناتی ہے نہ اللہ تعالیٰ تو یہ عقیدہ کفر ہے جیسا کہ اکثر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے بزرگوں کو اختیار دے دیا ہے جو چاہیں کریں یہ عقیدہ کفر ہے، ہاں اگر یہ کہے کہ یا اللہ! میں تیری منت مانتا ہوں، اگر تو میرے مریض کو شفا دے، یا میرے گم شدہ کو واپس لائے، یا میری حاجت پوری کرے تو میں کھانا کھلاؤں گا ان غریبوں کو جو سیدہ نفیسہ کے یا جو امام شافعیؒ کے دروازہ میں رہتے ہیں یا امام لیث کے دروازہ میں، یا ان بزرگوں کی مسجد کے لئے چٹائیاں اور روشنی کے لئے تیل خرید کر بھیجوں گا، یا ان مسجدوں کے خدمت گزاروں کو اتنے روپے دوں گا جس میں نفع ہو مسکینوں کا اور نذر ہو اللہ تعالیٰ کی، اور بزرگ کا ذکر صرف اس لئے کیا ہو، کہ مزار کے پاس جو مسجد یا مدرسہ، یا مسافر خانہ ہو اس میں رہنے والے مسکینوں پر منت خرچ کرنے کا نشان پہچان بیان کیا ہے پس اس اعتبار سے بزرگ کا نام لینا جائز ہے یعنی منت میں بزرگ کا لفظ صرف پہچان کے لئے آیا ہے۔ بزرگ کا منت سے کچھ تعلق نہیں، اگر بزرگ کے لحاظ سے اور بزرگ کو خوش کرنے کے لئے وہاں کے مسکینوں کو دے تو حرام ہے۔ کیونکہ نذر عبادت الہی ہے اس میں کسی کو شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نذر کا مصرف مسکین ہیں اور مسکین یہاں موجود ہیں۔ اور جائز نہیں کہ منت خرچ کی جائے دولت مند پر جو محتاج نہ ہو اور نہ کسی شریف منصب یعنی معزز عہدہ دار پر افسر وغیرہ پر کیونکہ منت کا مال لینا حلال نہیں ہے جب تک محتاج اور فقیر نہ ہو، اور جائز نہیں کہ منت خرچ کی جائے کسی قوم کے آدمی

کوئی ہونے کی وجہ سے مثلاً اپنی برادری یا کوئی خاص برادری جب تک غریب ہو، اور جائز نہیں کہ منت خرچ کی جائے کسی علم والے پر علم کے لحاظ سے جب تک غریب نہ ہو دھارے ہاں لوگ منت کی چیز برادری میں بھی تقسیم کرتے ہیں، امام مسجدوں اور علماء کو بھی دیتے ہیں، منت ادا نہیں ہوتی اور نہ نذریت اس منت کا دولت مندوں پر خرچ کرنا ثابت نہیں۔

ناظرین!۔ مقام غور ہے۔ منت میں بزرگ کا ذکر اس طرح تو آ سکتا ہے جس طرح مسجد مدرسہ، مسافر خانہ اور گلی محلہ کا پتہ دینا ہوتا ہے لیکن منت کی چیز سے بزرگ کو خوش کرنا حرام ہے۔ پہلے زمانہ میں رواج تھا کہ بادشاہان اسلام کسی بزرگ کی قبر کے پاس ایصالِ ثواب کے لئے مسجد، مدرسہ، مسافر خانہ بنا دیتے تھے، وہاں مسافر طالب علم رہتے تھے لوگ منت ماننے کے وقت پہچان کے طور پر بزرگ کی مسجد وغیرہ کہہ دیتے تھے۔ نام رکھنے میں اگر پہچان کی غرض ہو تو ہر ج نہیں ہے جیسے فلاں شخص کا مکان وغیرہ۔ آج کل بھی اولاد اللہ کی قبروں پر لوگ رہتے ہیں مگر بریلویوں کی شامت اعمال سے نذر عرفی کھاتے ہیں جس کی برکت سے بھگڑیں جلتے ہیں۔ کون سا شرعی گناہ ہے جو آج کل مزارات پر نہیں ہوتا۔ بد معاشی، شراب نوشی اور جراثیم کے اڈے بن چکے ہیں رات دن گانا بجانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے احکام شریعت میں اس کو حرام لکھا ہے، یہ ساری برکتیں مولوی محمد عبداللہ صاحب کی نذر عرفی (بزرگوں کی منت) کی ہیں۔ درخت کو پھل سے پہچانو! اور خدا کا خوف کرو۔ تمہارے اس فتویٰ نے قوم کا ایک حصہ مفلوج کر دیا ہے مشرکانہ عقیدہ کی ناپاک چیز کو بزرگوں کا تبرک کہتے ہو کیا اولیاء اللہ کو شرک سے نفرت نہیں ہے؟ کیا وہ تمہاری پیش کش کے بھوکے ہیں؟ جو لوگ مزارات پر ہمیشہ رہتے ہیں اور دن رات ایسی نذریں کھاتے ہیں وہ گندگی کے ذخیرے بن چکے ہیں، بد اخلاقی کے سنٹر ہیں، نشہ آور چیزوں کے ٹھیکیدار ہیں، محکمہ آبکاری کو اسی فیصد

جرائم ان کے ہاں دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر سال قوم کے ہزاروں لاکھوں پاکیزہ فطرت بچوں کو انیم پوس، چنڈو کی لاگ لگا رہے ہیں۔ جب کسی شریف خاندان کا نو بہال ان ظالم ڈاکوؤں کے ہاتھ چرٹھ جاتا ہے تو والدین اپنی امیدوں کا خون ہوتا دیکھ کر بے ساختہ پیٹتے ہیں، مگر یہ نہیں سمجھتے کہ شاید وہ پودا بے سمجھی میں ہم نے ہی لگایا ہو جس کا پھل ہمارے گھر میں آج پہنچا ہے

یہاں پہنچ کر ہم بریلوی دوستوں سے ایک بات پوری سنجیدگی سے پوچھتے ہیں کہ اولیاء اللہ جو آپ کے خیال میں کارخانہ قدرت کے مالک ہیں جن کے اشارے سے ہلکتی بدلتی ہیں، اولاد برزق، مرثا جینا ان کے بس میں ہے تو کیا اپنے مزارات کو ان گندگیوں سے پاک نہیں کر سکتے؟ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یا تو یہ کہو کہ خدا کے مقبول بندے خداوند تعالیٰ کی عنایات اور انوار و

برکات میں مستغرق ہیں، ہماری گندی دنیا سے ان کو کیا غرض۔ اور اگر نذر و نیاز وصول کرتے ہیں پھر رشوت پر بھی کام کرتے ہیں تو ذرا اپنا گھر بھی صاف رکھا کریں یہ چراغ کے نیچے اندھیرا کیوں ہے؟ بریلویوں کے بابائے اعظم کے سامنے یہ سوال پیش ہوا ہے۔ احکام شریعت میں ذکر آیا ہے۔ مگر جواب کیا دیتے ہناک یہ باتیں درمیان میں آگئیں اب ذرا پیچھے چلیے بھرا لائق کا حوالہ بھی جاری ہے فقیرانِ علامہ زین الدین ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نذر مخلوق کے متعلق فرماتے ہیں:-

للاجتماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا تشتغل الذمۃ بہ ولا ینہ حرام بل سحت ولا یجوز لخدام الشیخ اخذہ ولا اکلہ ولا التصرف فیہ بوجہ من الوجہ الا ان یکون فقیراً اولہ عیال فقراء عاجزون عن الکسب وھم مضطرون فلخذہ ایضاً مک وہ مالہ لیقصد بہ النادر التقر الی اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ:- کیونکہ مخلوق کی منت حرام ہونے پر سب علماء متفق ہیں کسی کو اختیار

اور یہ منت بھی لازم نہیں ہوتی ماننے والے کے ذمہ پر کچھ نہیں آتا، اور اس لئے کہ یہ حرام ہے بلکہ تحت ہے۔

انتہی کے معنی شرمناک کام، اور جڑ سے اکھاڑی ہوئی چیز اور رشوت رازہ طلب و مفادات راغب (یعنی شرمناک فعل ہے، موجب ننگ و عار ہے۔ شرم! عظم! اور اس بزرگ کے مزار سجد وغیرہ کے متوالی کو اس منت کا لینا بھی جائز نہیں لکھا گیا ہے جائز نہیں، اور اس میں کسی طرح کا تصرف یعنی لے کر کسی کو دنیا بھی جائز نہیں لیکن اگر محتاج ہو، اور اس کے ذمہ پر جن مساکین کا بوجھ ہے وہ کام کرنے کی طاقت رکھتے ہوں، اور بھوک سے مضطرب یعنی بے بس اور لاچار ہوں پھر بھی اس منت کی چیز کا لینا ناپسند ہے جب تک منت ماننے والے نے قرب الہی کی نیت رکھی ہو۔

مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی منت میں جو شرک کی وجہ سے پلیدی اور ضرمت پیدا ہوتی ہے وہ مردار وغیرہ سے زیادہ ہے۔ اضطراری حالت میں جب انسان بھوک سے جاں بلب ہو تو مردار وغیرہ کو بقدر ضرورت کھانے کی اجازت ہے، لیکن یہ غیر اللہ کی منت پھر بھی ناپسند اور قابل کراہت و نفرت ہے علماء اسلام اور فقہاء کرام کا دینی جذبہ، اور اسلامی غیرت قابل غور ہے کہ بزرگوں، اہل بیوں کی منت کو مردار سے بھی بڑھادیا خود ا بنیاء کرام اور اولیاء اللہ کی تعلیم بھی یہی ہے۔ اسلام کا خدا بھی عزت والا ہے اور رسول کریم بھی غیور ہیں۔

وَصَرَفَہُ لِلْفَقْرِ اَوْ یَقْطَعُ یعنی مردار سے بھی بدتر ہے جب تک رضا الہی النظر عن نذر الشیخ کا حصول، اور کمینوں پر خرچ کا جذبہ، اور بزرگ کی نذر سے قلع نظر نہ کرے۔

یعنی منت کو حلال کرنے کی تین شرطیں ہیں: خداوند تعالیٰ سے نزدیک اور اور قریب ہونے کا جذبہ، مسکینوں اور غریبوں پر رحم و کرم کا جذبہ، قسری شرط طہی

ہے یعنی نذر ماننے والے کے دل میں بزرگ کی نذر کا خیال بالکل نہ ہو، ورنہ حرام ہو جائے گی۔ آگے دیکھئے :-

فاذا علمت هذا فمأخوذ من الدر اہم والشمع والزيت وخبرها وينقل الى ضرائح الاولياء تقرباً اليهم فحراماً باجماع المسلمين ماله يقصد بصرفها للفقراء والاحياء قولاً واحداً۔
(بجرا اللائق کی عبارت ختم ہوئی) ایک زبان ہیں۔

یعنی اگر یہ نیت ہو کہ وہاں کے مسکین تکلیف زدہ ہیں تو جائز ہے۔ اگر بزرگ کی منت مانی تو ماننا بھی حرام، بے جانا بھی حرام، وہاں کے لوگوں کے واسطے اسے ہاتھ لگانا یعنی تصرف بھی حرام، لے کر کسی کو دینا بھی حرام اور بھوک سے مرتے ہوں پھر بھی ان کے واسطے مردار سمجھ کر کھانا بھی ناپسندیدہ فعل ہے۔ ہمارے حنفی بلکہ چکڑ حنفی بھائیوں کے لئے یہ مقام قابل غور ہے۔ بحرا اللائق فقہ حنفیہ کی معتبر ترین کتاب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، درمختار، فتاویٰ شامی اور بہت سی متبرکات ہیں اس کے پیچھے چلتی ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے احکام شریعت اور دوسرے رسائل میں اس کتاب کا قدم قدم پر حوالہ دیا ہے۔ اس حوالہ میں نذر کے متعلق کتنی باتیں معلوم ہوتیں۔

۱۔ اے بزرگ اگر میرا کام ہو جائے تو تیرے نام کی یہ چیز دوں گا۔ علمائے کے اتفاق سے باطل ہے، حرام ہے، ننگ ہے۔

مگر مولوی عبد اللہ صاحب رسالہ نذر و لیا کے ص ۱ پر لکھتے ہیں :-
”مثلاً یہ کہا اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو غوث کے نام کی دیگ پکاؤں گا۔ یہ بالکل

ہاں ہے۔“

دیکھتے دین کے مالک بنے بیٹھے ہیں حنفی بلکہ شافعی، مالکی، حنبلی، تمام علماء اسلام تو حرام کہتے ہیں مگر مولوی عبد اللہ صاحب بالکل جائز کہتے ہیں۔ حضرت لکھنوی نہیں؟ یہ باطل اور حرام وغیرہ وغیرہ کس چیز کو کہا جا رہا ہے؟ ایصال ثواب کا اندر سے کیا تعلق ہے؟ اگر میرا کام ہو جائے تو ایسا کروں گا۔ یہ الفاظ کدھر سے آئے ہیں؟ کیا شریعت میں ایصال ثواب کے لئے یہ الفاظ کہیں آئے ہیں؟ کتاب کا حوالہ دیجئے۔ ایصال ثواب کے الفاظ کیا ہیں؟ اور یہ بھی واضح فرمائیے کہ لوگوں کی منت سے تقرب الہی کس طرح حاصل ہوتا ہے؟ اس کے متعلق قرآن حدیث اور فقہ کی دلیل کیا ہے؟

۱۔ یا اللہ اگر تو میرا کام کر دے تو میں عام مسکینوں کو یا کسی خاص گلی مسجد مزار کے مسکینوں کو اتنا کھانا کھلاؤں گا۔ یہاں اس بزرگ کا نام اس لئے نہیں ہے کہ اسے خوش کرنا ہے یا نذر کے ذریعے ان سے تعلق رکھنا کے طریقے اور یہیں نیکیاں کرو اور نیکیوں کے واسطے دعا کرو وغیرہ۔ ان خدائی میں شریک ہونے کے وہ خواہش مند نہیں ہیں۔ بلکہ بزرگ اور ولی کا ذکر مساکین کا ٹھکانا مقرر کرنے کے لئے ہے چونکہ اس میں شرک کی ملاوٹ نہیں اس لئے جائز ہے۔

اس سے پہلے فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کا حوالہ گزر چکا ہے تقریباً یہی فقہون فقہ حنفیہ کی معتبر ترین کتاب درمختار میں موجود ہے۔ فتاویٰ شامی جلد ۲ ص ۱۵۵ پر بحرا اللائق کی یہی عبارت تمام کی تمام موجود ہے۔ اختصار کے لئے اندراج نہیں کیا گیا۔ نیز یہی عبارت انہم الفائق میں موجود ہے (بحوالہ بحر) اب یہاں جن چیزیں ہیں :-

۱۔ کسی مقبول بارگاہ کے توسل سے دعا مانگنا۔ اس کا بیان آگے آئے گا۔
۲۔ ایصال ثواب :- ثواب پہنچانا۔ اس کا طریقہ نذر سے الگ ہے۔ اس کا بیان آگے

۳۔ تیسری چیز نذر ہے۔ یہ خداوند تعالیٰ سے خاص ہے۔ اس میں ایصالِ ثواب کی گنجائش نہیں۔ ثواب بھیجنے کو نذر کرنا تو معرف میں کہہ سکتے ہیں نذر ماننا نہیں کہہ سکتے۔ آپ نے نذر ماننا کہا ہے۔ دیکھئے ص ۷

”لوگ حضرت پیران پیر کی منت مانتے تھے، اور اگر میرا کام ہو جائے تو میں غوث کے نام کی دیگ پکاؤں گا“

یہ ایصالِ ثواب نہیں ہے۔ یہ نذر حرام ہے قطعاً۔ ایصالِ ثواب کا یہاں کہاں سے سیکھا؟ ذرا بتائیے تو؟

آپ نے بلکہ آپ کی جماعت نے ان باریکیوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے چند چیزوں کو گڈمڈ کر دیا۔ توحید کا مسئلہ سخت نازک ہے، سخت احتیاط چاہیے۔ اب ہم آپ کو فتاویٰ عزیزی کی سیرکرائش گے۔ فتاویٰ عزیزی ص ۹۲ زندہ ہمارے کی منت الخ

”مٹھائی وغیرہ جو بطور منت ہوں ان کا کھانا قریب حرام ہے۔

بشرطیکہ غیر اللہ کی نذر کی نیت ہو۔ جیسا شیخ سدو کے گلگلے اور شیخ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی سرمئی وغیرہ“

مصنف نذر اولیاء کی خدمت میں گزارش ہے کہ رسالہ نذر اولیاء کے پر جتنی چیزیں آپ نے بیان کی ہیں، ان کو اس حکم میں کیوں نہ شامل کیا جائے۔ شیخ سدو کے گلگلے، بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی سرمئی، غوث الاعظم کی گیارھویں حضرت امام جعفر صادق کا کوٹنڈا، حضرت سیدہ فاطمہ کی کھیر، میلاد شریف کی شیریں اصحاب کبف کا توشہ وغیرہ وغیرہ۔

شاہ عبدالعزیز نے جس اصول کے مطابق حضرت بوعلی قلندر کی سرمئی کو حرام کے قریب فرمایا ہے یعنی غیر اللہ کی نذر، اس اصول میں یہ سب چیزیں داخل ہیں نہیں

لے اس لئے کہ گوارہوں جب منت کے طور پر جو توہینا حرام ہے۔ ایصالِ ثواب عبادت

الطریقہ؟ وہی ماحول ہے وہی شرک کے جذبات ہیں، بلکہ جہالت اور دین کے لئے ہر کچھ زیادہ بخیر ہے، بھلا جس خدا کے ہاتھ میں کچھ اختیار نہ ہو، ہاتھ کے تاج کی طرح فرضی خدا ہو، اس کی عزت کون کرے؟ اس کی عزت ماننے؟ ایسے ماحول میں غیر اللہ کی نذر ماننے والے جب نفلوں میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا بزرگوں کی بے ادبی سمجھتے ہیں کیا نیت اور ارادہ میں یہ گوارا کریں گے۔

کس فیگریت کی پوجا تو کافر جو ٹھہرائے بیاد کا تو کافر

ہلکے آگ پر پیر سجدہ تو کافر کو اکب میں ملے کر شمر تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں!

پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں!

نبی کو جو چاہیں خد اگر دکھائیں بزرگوں کا ترس نبی سے بڑھائیں

مراوں بدن رات نذیں پڑھائیں شہیدوں سے جاہل کے نگہیں مائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے

نہ اسلام بگڑے، نہ ایمان جائے، (حالی)

یز فتاویٰ عزیزی جلد دوم ص ۱۵۰ مالگیری، در مختار، بحر الرائق شرح نزہۃ القانت لہر الفائق کا حوالہ دیکھئے۔

اضافہ مجدد ۷

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی، ولی، جن اور فرشتہ کی نذر تمام

علمائے اہل سنت باطل اور حرام فرماتے ہیں

ہر چند بحر الرائق کے بعد کسی حوالہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ بریلوی علماء اس

مسکین اندھیری لگیوں کے چور کی طرح سر جھپا کر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن مزید وضاحت کے لئے فتاویٰ درمختار اور فتاویٰ شامی کی تصریح پڑھ لیجئے، حنفی مذہب کا مشہور فتاویٰ درمختار روزہ کے بیان کے اواخر میں لکھتا ہے:-

”اے مسلمان! تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ اکثر عوام الناس جو مرنے والوں کی منت مانتے ہیں، اور جو روپے پیسے، یا موم بتیاں اور تیل وغیرہ لے کر لوگ ادیار کرام کے مزارات پر ان کا قرب حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ باطل اور حرام ہے۔ ہاں اگر ان کا مقصد یہ ہو کہ وہاں جو مسکین رہتے ہیں ان پر صدقہ کرنا ہے تو جائز ہے اور اگر بزرگوں سے تعلق پیدا کرنا مقصود ہو تو یہ باطل اور حرام فعل ہے، اور اس زمانہ میں لوگ اس مرض میں سخت مبتلا ہیں، علامہ قاسم نے اپنی کتاب شرح ذریعہ النجاء میں اس مسئلہ کو بہت کھول کر بیان کیا ہے۔ (روافض رہے کہ علامہ قاسم کی عبارت وہی ہے جو آپ ابھی بھرائی کے حوالہ میں پڑھ چکے ہیں) اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عوام الناس اگر میرے غلام ہوں تو میں ان کو غلام بنانا بھی پسند نہ کروں بلکہ آزاد کر دوں اور اپنا حق وراثت بھی ان کو معاف کر دوں یعنی ہر قسم کا تعلق ختم کر دوں، کیونکہ وہ ہدایت قبول نہیں کرتے، اور دوسرے لوگوں کو بھی بدنام کر دیتے ہیں“ درمختار کی عبارت ختم ہوئی۔

علامہ شامی اس عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”منت ماننے کا مرض خاص طور پر سید احمد بدوی کے مزار پر بہت بڑھ گیا ہے“

نیز علامہ شامی حضرت امام محمد کے قول کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”حنفی فقہ کی مشہور و معروف کتاب النہر الفائق میں اس کی شرح یوں بیان کی گئی ہے:-

لَا يَخْفَى عَلَى ذَوِي الْأَفْهَامِ الخ

عقل مندوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت امام محمدؒ کی مراد اس کلام سے کہ عوام الناس جاہلوں کی بہت سخت برائی بیان کر رہے ہیں اور یہاں سے ہر قسم کا تعلق ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ غلام کو آزاد کرنے سے جو حق وراثت ثابت ہوتا ہے وہ بھی ختم کر دیا جائے۔ یہ اس لئے کہ بزرگوں کی منت ماننے والے سخت جاہل ہوتے ہیں بہت سے شریعت کے احکام کو بگاڑ دیتے ہیں اور بزرگوں سے تعلق اور محبت ایسے طریقے سے کرتے ہیں جو باطل اور حرام طریقہ ہے پس یہ یعنی پیر پرست اور قبر پرست (لوگ جانوروں کی طرح ہیں۔ اہل علم ان کی دجہ سے بدنام ہوتے ہیں اور ان کی شرمناک حرکتوں سے بیزاری کرتے ہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے کہ وہ حضرات بھی ایسے رشتہ داروں اور بیگانوں سے بیزاری کا اعلان فرماتے ہیں جو اللہ کے دین کی مخالفت کرتے ہیں۔ پس اے مسلمان! تو ہماری بات کو سمجھ لے والسلام۔ فتاویٰ شامی ص ۲۵۱

ناظرین! حضرت امام محمدؒ فقہ حنفی کے بانی اول ہیں۔ بریلوی حضرات پر ان کا غضبناک لہجہ اور سخت ترین بیزاری کے الفاظ، پھر اس کی شرح میں فتاویٰ شامی کی اس قدر بوجھل کے بعد بھی اگر بزرگوں کی منت ماننے والوں کو نصیحت نصیب نہ ہو تو ہم سمجھ لیں گے کہ جانور کو سکھانا بھی مشکل ہے۔ اور جانور کا لفظ تو فتاویٰ شامی کی عبارت میں آپ نے پڑھ لیا حنفی فقر کی یہ عبارتیں اتنی صاف اور واضح ہیں کہ بریلوی علماء اس موقع پر سر پیٹتے رہ جاتے ہیں، مولوی محمد عمر صاحب مقیاس سفیت طبع اول ص ۲۹ پر اس بات کو تو مان گئے کہ بزرگوں کی منت مساکین کا

حق ہے۔ دوسرا شخص نا اہل کھائے گا تو مساکین کی حق تلفی ہوگی لیکن یہ نہ سوچا کہ نذر نیا ز اگر مساکین کا حق مان لیا جائے تو بریلوی مذہب کی خوراک کیا ہوگی؟ بریلوی حضرات اس معاملہ میں ان کو احتجاج سے معاف فرمائیں۔ کیوں کہ مولوی صاحب ان عوام کے نمائندہ ہیں جن کو علماء حنفیہ نے جانوروں سے تشبیہ دی ہے۔ یہاں نذر کا مسئلہ بیان کرتے وقت مولوی صاحب فقہ حنفی کی عوام پر خدید بوجھاؤ دیکھ کر بدحواس نظر آتے ہیں اور بچنے کی راہ یہ نکالی کہ:-

فتاویٰ رملیہ سے معلوم ہوتا ہے علماء حنفیہ کی اس قدر سختی صرف اُن مجادروں پر ہے جو زبردستی سے منت کا مال وصول کرتے تھے:-

ناظرین! خدا کے لئے انصاف سے سوچیں بڑی معتبر کتابوں سے حوالہ آپ پڑھ چکے ہیں کہیں مجادروں کی سختی کا ذکر آیا ہے؟ حضرات علماء حنفیہ تو ان لوگوں پر برس رہے ہیں جو تیل، سوم بتیاں، روپے پیسے ٹھکانے وغیرہ لے کر ادیار کرام سے تعلق بڑھانے کے لئے ان کے مزارات پر جاتے ہیں۔ بہر حال فتاویٰ خیر الدین رملی کی پوری عبارت بھی حاضر ہے، بریلوی حضرات غور فرمائیں کہ اللہ کے دین میں ان کا مقام کیا ہے؟

سوال:- بعض لوگ انبیاء اور اولیاء کے نام کی منیتیں وصول کر لیتے ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ یہ ہمارا حق ہے اس لئے کہ ہم درگاہ کے منتظم ہیں یا اولیاء اللہ کے رشتہ دار ہیں کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ادیار کرام کی مذروں کے وصول کرنے میں ایسے لوگ جھگڑتے ہیں جو ان کی اولاد ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں کئی دفعہ ایسے دلائل پیش کرتے ہیں کہ جاہل قاضی اس دعویٰ کو صحیح سمجھ لیتے ہیں اور فیصلہ بزرگوں کی اولاد کے حق میں دے دیتے ہیں۔ کئی دفعہ یہ منت کا مال ایسے دو شخصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جو اولاد ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں تو اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:- اس مسئلہ کے متعلق شیخ الاسلام شیخ محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ منت ماننا صحیح نہیں ہوتا جب تک اس کام کی جنس میں

۱) واجب مقصود موجود نہ ہو کیونکہ بندہ کو احکام تجویز کرنے کا حق نہیں ہے ہاں اس قسم کی چیزوں کو خداوند تعالیٰ نے واجب ٹھہرایا ہے ان کو منت کے ذریعہ سے واجب ٹھہرا سکتا ہے (اس لئے کہ صحیح منت کا ادا کرنا واجب ہے) تو جان لے کہ منت کا ادا کرنا اس صورت میں ضروری ہو جاتا ہے جب کہ وہ کام جس کی منت مانی ہے گناہ کا کام نہ ہو اور اس کی جنس میں واجب موجود ہو اور یہ ارادہ واجب مقصود ہو پس جو کام گناہ کا ہو اس کی منت ماننے سے لازم نہیں ہوتی اور میاں پرپی کی منت بھی لازم نہیں ہوتی اس لیے کہ یہ چیز شریعت میں واجب نہیں ہے کہ وضو کی منت بھی لازم نہیں ہوتی کیونکہ وضو مقصود عبادت نہیں بلکہ مقصود نماز ہے۔ اگر کسی شخص نے گناہ کے کام کی منت مانی تو اس کو کرنے سے گناہ گار ہو گا اور نہ کرنے سے قسم کا کفارہ دینا پڑے گا، ناظرین! اس کے بعد علامہ خیر الدین رملی نے در البجاری کی وہ پوری عبارت لکھی ہے جو آپ بحر الرائق کے حوالہ میں پڑھ چکے ہیں اس لیے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں) آگے فرماتے ہیں:- یہ سارا مضمون پڑھنے سے واضح ہو گیا کہ عوام اتناں جو شیخ مروان علی بن یحییٰ شیخ مرفیہ بل وغیرہ بزرگان دین کی منت مانتے ہیں یہ منت درست نہیں ہے اور نہ ہی اس کو ادا کرنا لازم ہے اور نہ ہی کسی درگاہ کا مجاور اس کو صحیح منت سمجھ کر لے سکتا ہے کیونکہ یہ منت ہی غلط ہے۔ لیکن اگر کوئی مسکین اس کو صدقہ خیرات سمجھ کر لے لیوے تو درست ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مجاور کے سوا اگر دوسرا آدمی صدقہ خیرات سمجھ کر لیوے تو مجبور اس کے پھیننے کا حق نہیں رکھتا، ہاں اگر منت ماننے والے نے یہ منت مانی ہو کہ فلاں درویش کے مزار پر جو مسکین رہتے ہیں ان کو کھلاؤں گا تو مجاور بھی غریب ہونے کی صورت میں کھا سکتا ہے کیونکہ یہ منت صحیح ہے (یہاں تک علامہ خیر الدین رملی نے شیخ الاسلام کے رسالہ کا خلاصہ لکھا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں:- میں کہتا ہوں اس حرام چیز یعنی بزرگوں کی منت جس کے حرام ہونے پر تمام علماء دین کا اتفاق ہے کو ایک جماعت نے مباح

اور حلال سمجھنا شروع کر دیا ہے، وہ لوگ اپنے آپ کو صوفی سمجھتے ہیں لوگ ان کو دین کے پیشوا اور بہت بڑے پیر سمجھتے ہیں، یہ لوگ منت کا مال وصول کرنے میں بڑا زور لگاتے ہیں اور منت ماننے والوں سے اس کا مطالبہ کرتے ہیں اگر نزدیکی تو مقدمہ کرتے ہیں اور مجسٹریٹ ان کے حق میں فیصلہ دیتے ہیں، کئی دفعہ پولیس اور حکام کی مدد لیتے ہیں اور اس سے بڑھکر یہ کرتے ہیں کہ نذرانے وصول کرنے کے لئے بعض علاقوں کا ٹھیکہ دے دیتے ہیں۔ ٹھیکیدار ٹھیکہ کی رقم ادا کرنے کے بعد جو نفع آئے اس کو یہ سمجھتا ہے کہ بزرگ کی برکت سے نفع آیا اور سمجھتا ہے، کہ جو شخص نذرانہ دے گا وہ تباہ ہو جائے گا اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ منت یا نذرانہ کی وجہ سے حاجت پوری ہوتی اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس بزرگ نے نذرانہ کی برکت سے کسی غائب کو واپس کر دیا یا بیمار کو تندرستی دی یا حاجت پوری کی اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے دادا کی نذر ہے اس واسطے دوسرے کو کھانا حرام ہے اور خود غنی ہونے کے باوجود منت کا مال کھا جاتے ہیں..... یہ ٹھیکہ پر دینا حرام ہے اور ٹھیکیدار پر رقم لازم نہیں ہوتی، اور علماء نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے ہم تھوڑا سا لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ شیخ قاسم نے فرمایا ہے اکثر عوام جو منت مانتے ہیں کہ اگوا اللہ نے میرے مریض کو تندرست کر دیا، یا گم شدہ چیز واپس آگئی تو لے بزرگ میں آپ کو اتنی اتنی نذر دوں گا۔ یہ نذر تمام علماء کے اتفاق سے حرام ہے اور جب حرام ہے تو اس کا ٹھیکہ پر دینا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

ناظرین! یہ سوال اور جواب کی لمبی عبارت فتاویٰ خیر ص ۱۸ پر موجود ہے۔ اس میں بار بار بزرگوں کی منت کو حرام اور باطل کہا گیا ہے اور حرام ہونے کی وجہ سے اگر ٹھیکہ وغیرہ بھی ناجائز ہے تو اس میں اصل مسئلہ کو سخت مضبوطی حاصل ہو گئی۔

بات کو ختم کرنے سے پہلے مسئلہ نذر پر ایک نظر پھر ڈال لیوں کہ نذر معلق محض ایک سودا بازی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض فقہاء تو مطلقاً خداوند تعالیٰ کی منت

منع کرتے ہیں اور بعض صرف ایسی منت سے منع کرتے ہیں جو عوام الناس کو حاصل کرنے کے لئے مانتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں بھی ایسی ہی منت کی مانعت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا منت تقدیر کو رد نہیں سکتی جتنی فقر کی بہت کتاب بھرا لائق شرح کنز الدقائق ص ۵ پر مسئلہ کی وضاحت موجود ہے فرمائی ہے۔ منت سے منع کرنے والی حدیث ان علماء کی تائید کرتی ہے جو منت سے مطلقاً منع کرتے ہیں۔

لَكِنْ بَعْضُهُمْ حَمَلَ النَّهْيَ عَلَى النَّذْرِ الْمُعَلَّقِ عَلَى شَرْطٍ لِأَنَّهُ يُصِيرُ حُصُولَ الشَّرْطِ كَالْعَوِضِ لِلْعِبَادَةِ فَلَمْ يَكُنْ مُخْلِصًا وَالْأَحْسَنُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ الضَّعِيفِ أَنَّهُ لَا يَنْبَغُ رُهَاخُورُوجًا عَنْ عَهْدَةِ النَّبِيِّ بَيِّنِينَ۔ ترجمہ: لیکن بعض نے فرمایا کہ منت ممنوع وہ ہے جو کسی شرط سے معلق ہوتی ہے۔ کیونکہ شرط کا حاصل ہو جانا اس عبادت کا بدلہ اور معاوضہ بن جاتا ہے، پس وہ شخص غلصہ نہ رہا سودا باز ہوا کیونکہ معاوضہ پر عبادت کرتا ہے..... اور بندہ ضعیف یعنی مصنف بھرا لائق علامہ زین الدین ابن نجیمؒ کے نزدیک بہتر یہی ہے کہ منت ہر قسم کی نہ مانے تاکہ یقینی طور پر حدیث کی نافرمانی سے بچ جائے۔

اس عبارت کے حاشیہ پر علامہ ابن عابدین شامی نے یوں لکھا ہے۔ "اس حدیث میں ایسی منتوں سے منع کیا گیا ہے جو کسی آنے والی بات سے معلق کی جائیں مثلاً یوں کہا اگر اللہ نے میرے مریض کو شفا دی، یا فلاں غائب شخص واپس آجائے تو میں اللہ کے نام اتنا اتنا دوں گا پس ایسا شخص سودا باز ہے کیونکہ اس شخص نے عبادت کو شفا وغیرہ کے عوض میں دکھ دیا۔ اور اس میں یہ وہم بھی پیدا ہوتا ہے کہ منت ماننے کی

وجہ سے شفا حاصل ہوئی اسی واسطے حدیث میں آیا کہ منت تقدیر کو
مال نہیں ملتی صرف کنجوس کی جیب سے مال نکالتی ہے۔ لیکن جو منت
سادہ اور بے غرض ہو مثلاً کوئی شخص بغیر غرض کے یوں ہی کہے
کہ میں نے منت مان لی اور اپنے آپ پر بلا وجہ لازم کر لیا کہ اتنے
روزے رکھوں گا، یا اتنا صدقہ دوں گا، یا اتنے نفل پڑھوں گا،
تو یہ خاص ثواب کا کام ہے۔ حدیث میں اس سے منع نہیں کیا گیا۔
دیکھو حاشیہ بحر الرائق ص ۵۵

بحر الرائق اور حاشیہ شامی کی عبارت سے ظاہر ہوا کہ مشروط منت جبکہ
ہاں رواج ہے بزرگوں کی تو کجا خداوند تعالیٰ کے نام کی بھی ماننا منع ہے
شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”چونکہ لوگوں کو نفع حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کے لئے منت
ماننے کی عادت ہو چکی ہے اس لئے آپ نے منع فرمایا۔ مطلب
یہ ہے کہ منت کو تقدیر بدلنے والی نہ سمجھیں، درحقیقت ممانعت
اس وجہ سے ہے مطلق نذر ممنوع نہیں ہے (بلکہ معلق اور مشروط)
کیونکہ مشروط منت کنجوسوں کا کام ہے۔ سخی جب قرب الہی چاہتا
ہے تو فوراً خیرات کرتا ہے کنجوس کا نفس بلا غرض اور بلا معاوضہ
باتھ سے کچھ دینے پر راضی نہیں ہوتا۔“ اشعۃ اللمعات ص ۱۲

نہایت ہو کہ منت خداوند تعالیٰ کی بھی ہو لیکن اگر کسی شرط سے وابستہ ہو مثلاً
فلاں کام ہو جائے تو اتنا مال اللہ کے نام دوں گا۔ خود غرضی اور سوداگری ہے
شریعت میں ناپسندیدہ فعل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کبار میں اس کا رواج ہاں
ختم ہو گیا حدیث کی کتابوں میں نذر معلق کی مثالیں ڈھونڈنے سے نہیں ملتیں۔ بریلوی
معلمہ کی عادت ہے کہ نذر معلق کو ثابت کرنے کے لئے ہمیشہ نذر مطلق کی حدیثیں پیش
کر دیتے ہیں بریلوی حضرات تمام حدیث کی کتابوں میں نذر معلق کی کوئی مشروط

مال پیش کریں جو ذاتی اغراض کے لئے ہو۔ ہاں یہ بات مسلم ہے کہ نذر معلق اگر کوئی
شخص مان لیوے تو منعقد ہو جاتی ہے کام ہو جانے کے بعد اس منت کو پورا
کرنا پڑے گا۔ لیکن ایسی منت ماننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔
اب یہ سوچنا آپ کا کام ہے کہ بزرگوں کی منت کا درجہ کیا ہوگا؟

ایصال ثواب کا ایک ضروری اصول

فتاویٰ عزیزی صفحہ ۹۳

سوال: سید بیح الاول کے مہینہ میں خداوند تعالیٰ کی رضا کے لئے کھانا پکانا اور
اس کا ثواب حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو، یا محرم
میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے اہل بیت اطہار کو پہنچانا جائز ہے
یا نہیں؟

جواب:- انسان اپنے کام میں مختار ہے کہ اپنا ثواب بزرگوں کے لئے کر سکتا ہے
لیکن اس کام کے لئے وقت، دن اور مہینہ مقرر کر لینا بدعت ہے۔ ہاں اگر یہ کام
ایسے وقت میں کریں کہ اس میں ثواب زیادہ ملتا ہے مثلاً ماہ رمضان کہ اس میں مومن
کے عمل کا ثواب دوسرے مہینوں سے ستر گنا زیادہ ہو جاتا ہے تو ہر ج نہیں ہے
کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے لوگوں کو اس کام پر رغبت دلائی ہے بقول حضرت علی رضی
کرم اللہ وجہہ اور جس چیز پر صاحب شریعت کی ترغیب اور وقت کی تعیین نہ ہو وہ
کام بے فائدہ ہے اور حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی مخالفت ہے، سنت
کی مخالفت حرام ہے پس ہرگز یہ کام جائز نہ ہوگا۔ اور اگر کسی شخص کا دل چاہے کہ
سید بیح الاول یا محرم میں ثواب پہنچاؤں، تو پوچھنا خیرات کرے تاکہ نمود اور عیاش
نہ ہو، مطلب کہ رسم نہ بنے۔

اس حوالہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں:-

۱۔ ایصالِ ثواب یعنی ثواب پہنچانا جس کو آپ نذر معرفی کہتے ہیں۔ اس کا صحیح معنی یہ ہے اللہ کے نام پر کھانا پکانا اور اس کا ثواب مہینہ دن وقت کی خصوصیت سے الگ ہو کر حضور ﷺ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے اہل بیت وغیرہ متعلقین کو بھیجنا۔ کسی شخص نے سوال کیا ہے کہ عوام الناس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام طور پر ماہ ربیع الاول میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں اس خیال سے کہ اس ماہ میں ولادت اور وفات شریف ہوتی ہے! اسی طرح حضرات اہل بیت رضوان علیہم اجمعین پر محرم میں مصیبت گزری ہے اس خیال سے لوگ محرم میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں یہ کیسا ہے؟ شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ بدعت ہے اس کی بجائے رمضان کی فضیلت چونکہ حدیث سے ثابت ہے اس لئے رمضان میں ربیع الاول اور محرم سے سترگنا ثواب زیادہ ہوگا۔

۲۔ فضیلت قیاسی چیز نہیں روایتی چیز ہے۔

۳۔ جس کام کو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والتیمتہ نے مقرر فرمایا ہو، اُسے مقرر کر لینا فضول ہے، بے فائدہ ہے، بلکہ خلافِ سنت ہے اور سنت کی نفی حرام ہے۔ پس ناجائز ہے ایسے کام مقرر نہ کئے جائیں، کرنے ہوں تو دل میں نیت کر کے خاموشی سے کر دئے جائیں تاکہ رسم نہ پڑے۔ مگر یہ اعتقاد رکھنا غلط ہے کہ اس مہینہ میں ضروری ہے، یا بہتر ہے، بہتر تو رمضان میں ہے۔ دن مقرر کرنے کی بات چل پڑی تو سگے ہاتھوں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا حوالہ بھی قبول فرمائیے۔ ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۶۹

”میں کہتا ہوں کہ میں نے شیخ امام عبدالمطلب متقی سے مقررہ دنوں میں عرس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ مناسخ کے طریقہ اور عادات ہیں، اور ان کی اس میں کچھ نیتیں ہیں، میں نے کہا باقی دنوں کو چھوڑ کر اس دن کو مقرر کر لینا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ

اہل عام سنت ہے پس دن مقرر کرنے میں جو اعتراض ہوتا ہے اس کا خیال نہ کرو، اس کے نظائر بھی موجود ہیں..... پس یہ عرس مطلقاً ہر گز مہمان نوازی ہے اس لئے تو سنت ہے اور دن کی خصوصیت اس سے بدعت ہے۔ پھر فرمایا کہ بعض پچھلے لوگوں نے مناسخ العرب سے کہا ہے کہ جس دن بزرگ جناب الہی میں پہنچتے ہیں اُس دن خیر و برکت اور نورانیت کی توقع زیادہ ہوتی ہے، نسبت دوسرے دنوں کے۔ پھر شیخ نے تھوڑی دیر ہر تھکاکر سوچا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا، پہلے زمانہ میں تو ان چیزوں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ صرف پچھلے لوگوں نے ان چیزوں کو پسند کیا ہے۔“

دیکھتے عرس کے جواز کی یہی صورت بتائی کہ مہمان نوازی عام سنت ہے وہ دن کی خصوصیت سے بدعت بن سکتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آج کل جو لوگ عرس پر جاتے ہیں وہ تو دنوں میں منت مراد اور شرک کے انبار لے کر جاتے ہیں، کیا وہ عام مہمان ہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے استاد نے غور و فکر کے بعد جو بات ارشاد فرمائی ہے وہ بہت فیصلہ کن ہے کہ پہلے مبارک زمانہ ان دنوں میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی، یہ چیزیں پچھلے لوگوں نے پسند کی ہیں، اور پچھلوں نے پیدا کر دی ہیں۔

اب ہم بریلوی حضرات سے عرض کرتے ہیں کہ تمہاری تاریخ پیدائش معلوم ہو گی۔ جب سے یہ چیزیں پیدا ہوئی ہیں اسی وقت سے بریلوی پیدا ہوئے اور ان کے صاحبین کے دور میں یہ چیزیں نہ تھیں تو بریلوی کہاں تھے؟ پھر تم اہل سنت کی کس منہ سے کہلاتے ہو؟ تمہارے پیر بزرگ تو تمہیں نئی پود بتلا دے ہیں۔ دینی کام سنتی بھی ہیں۔ اب یہ بات آپ ہی بتلائیں کہ یہ مناسخین کا دور کب شروع ہوا؟ تمہاری عمر کتنی ہے؟ ہمارے خیال میں تو بریلوی بچہ تین چار برس

کی پیداوار ہے۔ طر کے آمدی و کے پریشدی

شیخ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں جو روایت قال محمد ابن
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی قبوس الشہداء علی
کل حول الخ بیان کی ہے۔ اس حدیث کو مولوی محمد شریف صاحب
نوری نے بھی مسئلہ گیارھویں میں تخصیص کی دلیل کے طور پر بیان کیا ہے
محدثین کے نزدیک متصل الاسناد اور مرفوع نہیں ہے اس لئے ایسا اختلافی مسئلہ
پر کار آمد نہیں ہے، طبقہ رابع یعنی چوتھے درجہ کی حدیث میں حضرت شاہ
محدث دہلوی "عجالتہ نافعہ" میں فرماتے ہیں:-

و طبقہ چہارم احادیث کے نام و نشان آہندہ در قرون سابقہ معلوم نہ ہوا
ترجمہ:- چوتھا درجہ وہ حدیثیں کہ ان کا نام و نشان بھی پہلے زمانوں میں
نہ تھا اور پچھلے لوگوں نے ان کو روایت کیا ہے پس ان حدیثوں کا
حال دھوڑتوں سے باہر نہیں ہے، یا تو پہلے زمانہ کے محدثین نے
تلاش اور تفتیش کی مگر ان حدیثوں کا کچھ اصل نہ پایا تو ان کی روایت
میں مشغول نہ ہوئے، یا روایت کا کچھ اصل پایا اور اس میں خرابی اور
خلل دیکھا تو انہیں چھوڑ دیا ہر صورت یہ روایتیں قابل اعتماد نہیں ہیں
کر کسی عقیدہ یا عمل کو ثابت کرنے کے لئے ان سے دلیل پٹری جائے
اس قسم کی ناقابل اعتماد حدیثوں میں بہت سی کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں
جس میں کچھ تھوڑی سی شمار کرتے ہیں کتاب الضعفاء لابن حبان۔ تصانیف حاکم۔
تصانیف ابن مردودہ۔ تصانیف خطیب۔

کتاب الضعفاء للحقیلی۔ کتاب الکامل لابن عدی
ریہ خطیب وہی ہے جس کا حوالہ مولوی محمد عبداللہ صاحب نے رسالہ نذر
اولیاء کے صفحہ پر دیا ہے اور انہیں مصنف مشکوٰۃ کہا ہے
تصانیف ابن شاہین۔ تفسیر ابن جریر۔ تصانیف سلجی

تصانیف ابن عساکر۔ تصانیف جوزاقانی۔ تصانیف ابوالشیخ
تصانیف ابن نجاس وغیرہ سب کتابیں ضعیف ہیں،
مگر سطر بعد لکھتے ہیں:-

شیخ جلال الدین سیوطی کی تمام تصانیف کا سرمایہ رسائل اور نوادر
میں خود بھی کتابیں ہیں، ان کتابوں کی حدیثوں سے مشغول ہونا اور
ان سے مسائل نکالنا بے فائدہ معلوم ہوتا ہے۔

چند چھٹی ہوئی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بریلوی مذہب کا گھر مذہبی اجاڑ
کر ہے بانس نیچے بانسری۔ ان بیچاروں نے کھانے پینے کے واسطے ختم درود
کا چہلم وغیرہ جو بہانے بنا رکھے ہیں وہ سب کے سب انہی کتابوں کے
سہارے پر قائم تھے۔ اگر یہ کتابیں دنیا میں نہ ہوتیں تو بریلوی مذہب پیدا ہی کہاں
ہوتا اور زندہ رہتا کس سہارے پر یہاں تو سب قصہ کہانی سے مسک بن رہا
ایک قصوری واعظ بریلوی نے وعظ میں فرمایا تھا قیمتی موتی اگر گندی نالی
میں گر جائے تو اس کی قیمت کم نہیں ہوتی بلکہ ایک مثال ہے، اس سے مسئلہ نکلا کہ
سادات کو ہر قسم کے گناہوں کی کھلی چھٹی ہے۔ دیکھئے مصنف نذر اولیاء نے تمام
سالہ میں صرف ایک حدیث لکھی ہے وہ بھی ہماری دلیل ہے، باقی خیر۔ نوری صاحب
کے دو حدیثیں لکھی ہیں، ایک تو یہی روایت جلال الدین سیوطی کی جس کا حشر آپ دیکھ رہے
ہیں دوسری اتنی بے بنیاد اور جھوٹی ہے کہ ملا علی کی تصنیف کتاب اوزخدی دنیا بھر
میں کوئی کتاب ہے ہی نہیں۔ اہل بدعت کی عادت ہے کہ ان کے بزرگ کوئی
افسانہ بنا دیتے ہیں اور پچھلے بے سوچے کچھ لکھی پرکھی مارتے جاتے ہیں۔

خدا کے بند و اہل مسائل اتنے کمزور ہیں کہ ان کے واسطے رات دن جھوٹ
و جھوٹ بولنا پڑتا ہے ان کو دین میں کیوں داخل کرتے ہو؟
دنوں کی خصوصیت کا مسئلہ چھوڑ کر نذر اولیاء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
شاہی عنری ص ۵۵

”ماکولات و مشروبات را نیز از راه تقرب ... الخ
ترجمہ: کھانے پینے کی چیزوں کو، اور دوسرے مال کو غیر اللہ کی نزدیکی
کے خیال سے دنیا شرک ہے اور حرام ہے۔“

تقرب کے معنی کیا ہیں؟ کسی کو خوش کرنا، کسی سے تعلق برعکس، نزدیکی حاصل
یہی خوش کرنا اگر ایصالِ ثواب کے طور پر ہو تو جائز ہے۔ اگر نذر کی شکل میں ہو تو حرام
انما العبرة للمعنی لا للفظ۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب صفحہ ۱۰ پر فرماتے ہیں:-

”اگر کسی جانور کا خون خدا کے سوا کسی کو راضی کرنے کے لئے گرایا تو یہ
حرام ہے۔ کیونکہ یہ تقرب غیر اللہ ہے۔ مگر خون خدا کے نام پر گرایا خدا
کے سوا کسی کو راضی کرنے کے لئے نہیں گرایا بلکہ گوشت لوگوں کو کھلا
کر، یا ایصالِ ثواب سے اویلا کرام کو خوش کیا تو حرام نہیں۔“ ... الخ

مولوی صاحب! یہ تو فرمایئے کہ اویلا، اللہ کو ثواب پہنچانے کے لئے کیا جانور
کا خون ضرور گرایا ہے؟ کیا گوشت بازار سے نہیں ملتا؟ بات یہ ہے کہ اویلا کو
پہنچانے والے عموماً دیہات میں اور شہروں میں بھی ایک جانور بزرگ کے نام پر
منت کر دیتے ہیں۔ پھر جب منت پوری کرنا چاہتے تو اسی جانور کو اللہ کے نام پر
ذبح کر کے کھلا دیتے ہیں۔ کہتے بھی ہیں یہ چیز بزرگوں کی ہے۔ بزرگوں کی طرف سے
دعوت ہے تبرک ہے۔ مصنف اللہ اویلا نے بھی بزرگوں کو ثواب پہنچانے کے سلسلہ
میں ذبح جانور کا نام لے ہی لیا۔ اندر کی بات باہر آ ہی جاتی ہے۔

ظہر تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

اس کا جواب اگرچہ مسئلہ مشہور ہے۔ مگر چونکہ آپ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
سے بہت عقیدت ہے، اس لئے فتاویٰ عزیزی سے لیجئے۔

فتاویٰ عزیزی ص ۲

سوال:- اس صورت میں کہ کوئی شخص نیت کرے، اگر میرا کام حسب حاجت

بن جائے تو سید احمد کبیر رحمۃ اللہ کی گائے یا شیخ شہد کی بھٹی بکری دودگا
اور حاجت پوری ہونے پر گائے بکری کو خدا کے نام پر ذبح کرے اور
حال یہ ہے کہ نیت میں گائے بکری کو ان بزرگوں کی طرف نسبت کرنا
ہے۔ اس جانور کا کھانا کیسا ہے؟

جواب:- ذبیحہ جانور کے حلال حرام ہونے کا دار و مدار ذبح کرنے والے
کی نیت اور قصد پر ہے۔ اگر تقرب الہی کی نیت پر یا گوشت بیچنے
کی نیت، یا دوسرے مباح امور کے لئے ذبح کرے تو حلال ہے ورنہ
حرام۔ تفسیر نمینا پوری میں ما اهل بہ لغیر اللہ کی بحث میں لکھا ہے
اگر مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے، اور ذبح سے اس کی نیت اللہ کے
سوا کسی سے تعلق بڑھانے کی ہو تو اسی وقت مرتد ہو جاتا ہے، اور
مرتد کا ذبیحہ حرام ہے۔“

شاہ صاحب کی بات ختم ہوتی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جس شخص نے جانور کو زندگی
میں ہی کسی بزرگ کی منت کرنا مانا ہو، اور پھر تقدیر سے وہ کام بھی اُس کا ہو گیا
تو وہ شخص اس جانور کو کس نیت سے ذبح کرتا ہے؟ کیا خدا کی رضا کے واسطے؟
نہیں حضرات اگر توحید کا عقیدہ رکھنے والا ہو تو بزرگ کی منت ہی کیوں مانتا۔ اب
جب مافیٰ ہے، اور کام بھی اس کا خدا کی تقدیر سے ہو گیا تو اب وہ جاہل توحید کا جذبہ
کہاں سے لائے گا، اگرچہ بظاہر تکبیر سے ذبح کرتے ہیں مگر دل کی حالت کفر کے
کافروں سے بدتر ہوتی ہے۔ فوراً آگے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:-

”مشرکین عرب کفر میں غلط تھے جب کسی جانور کو غیر اللہ کے تقرب کے

لئے ذبح کرتے تو نام بھی اسی غیر کا لیتے لیکن مسلمان مشرک اس کے برعکس

دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ کفر و اسلام کو خلط ملط اور

گڈ گڈ کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ذبح کے وقت نیت تو ہوتی ہے غیر اللہ

سے تعلق بڑھانے کی لیکن زبان پر اللہ کا نام لیتے ہیں پس پہلی چیز یعنی

مکہ کے کافروں کا فعل تو صاف کفر ہے۔ اور دوسری چیز یعنی مشرک مسلمان کا فعل یہ ایسا کفر ہے جس کی ظاہری صورت اسلام کی ہے اور

اندر کفر لپٹا ہوا ہے۔

سمجھے آپ؟ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی آپ کو کیا کہہ رہے ہیں۔ اندر کفر ہے باہر سے اسلام کا غلاف چڑھایا ہوا ہے۔ اب تک تو آپ لوگوں کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ بزرگان دین کے پاک ناموں پر جتنا بھی گندہ اور کفریہ فعل کو لیتے کسی کو بولنے کی جرأت نہ تھی۔ کیونکہ بریلوی۔ بزرگوں کا اگر بت بھی بنا کر کھڑا کر دیں تو اس کی تعظیم بھی ضروری ہوتی ہے آخر بزرگوں کا بت ہے جو اس کے سامنے سر نہ جھکائے وہابی ہے گستاخ ہے اے ادب ہے مگر یہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کون بزرگ ہیں جو آپ کو ایسی کھری کھری سنار ہے ہیں سمجھ میں نہیں آتا یہ آپ کے پردہ پکینڈا سے بھی نہیں ڈرتے۔ اب رہا آپ کا حوالہ ملا جیون صاحب والا۔ یہ مسئلہ بھی لگے ہاتھوں شاہ عبدالعزیز صاحب سے ہی پوچھ لیں۔

فتاویٰ سنہری ۲۴ پر فرماتے ہیں:-

• انہیں دلائل سے معلوم ہو گیا کہ ملا جیون صاحب نے تفسیرات احمدیہ میں جو کہہئے کہ اولیاء کی منت کی ہوئی گائے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رسم ہے۔ رسم کا لفظ خود ہی قباحت کے لئے کافی ہے، مگر مصنف مذراویا ترجمہ کرتے وقت رواج کا لفظ لکھتے ہیں (حلال طیب ہے۔ کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ اگرچہ منت بزرگوں کی کرتے ہیں، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ملا جیون کا یہ قول صاحب ہدایہ کے قول سے غفلت اور بے خبری کی وجہ سے ہے یعنی صاحب ہدایہ کی بات کہ ملا جیون نہ سمجھے، ورنہ یہ تفسیر نہ قائم کرتے۔

صاحب ہدایہ کا ہمارے حنفی علماء میں جو فقہی زہر اور مقام ہے اس کو اہل علم ہی جانتے ہیں کہ یہ بزرگ اصحاب التزیج میں سے ہیں اور ملا جیون تو ان کے سامنے

اہل کتاب ہیں۔ یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ ملا جیون صاحب نے جب یہ کتاب لکھی تھی اس وقت ان کی عمر سو سال کی تھی گویا نارسیدہ اور نابالغ تھے۔ اسنادہ لکھیں جمع کر دی ہیں۔ شاہ صاحب دوسری جگہ اسی فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ:-

• ملا جیون کا حلال طیب کہنا کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ مسئلہ

میں دلائل متعارض ہیں اس لئے گائے شبہ والی تو ضرور ہے۔

اس مسئلہ کی وضاحت بہت ہو چکی ہے مگر برکت حاصل کرنے کے لئے ہم حضرت

امام مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد لکھ دیتے ہیں۔

حضرت امام مجددؒ کا فیصلہ

کتابات مشریف نمبر ۴ جلد سوم صفحہ ۷۱

ترجمہ:- حیوانات کو جو مشائخ کے نام کی منت مانتے ہیں اور ان کی قبروں

پر جا کر ان حیوانات کو ذبح کرتے ہیں۔ فقہی روایات میں یہ چیز بھی

شرک میں داخل ہے اور فقہاء نے اس بات میں سختی سے منع کیا ہے۔

فقہاء کرام نے اس کو جنات کے نام کی ذبح کی قسم سے قرار دیا ہے

رواج رہے کہ مشرکین عرب جنات کے نام کی ذبح کرتے ہیں (جو ممنوع شرعی

ہے اور شرک میں داخل ہے)۔

یہاں مصنف نذر اولیاء منع اور منسوع کا لفظ نوٹ کر لیں کیونکہ مولوی صاحب

کے معنی مکر وہ فقہی کرتے ہیں، کیا شرک بھی مکروہ فقہی ہے؟

حضرت امام مجددؒ فرماتے ہیں:-

• اور اسی مشرک کی قسم سے ہیں عورتوں کے روزے جو پیروں اور

پیروں کے نام پر رکھتی ہیں۔ اکثر پیروں کے نام بھی بنوائے ہوئے ہیں۔

یہ عورتیں ان بزرگوں کے نام پر روزے کی نیت کرتی ہیں اور انطاوی

کے وقت ہر روزہ میں ایک خاص صورت اختیار کرتی ہیں (مثلاً فلاں

بزرگ یا فلاں بی بی کا روزہ اس چیز سے رکھنا ہے اور اس چیز سے چھوڑنا ہے اور دن بھی مقرر کرتی ہیں مثلاً فلاں بزرگ کا روزہ فلاں ہینہ کی فلاں تاریخ کو رکھنا ہے اور اپنے مطلب اور غرضیں اس روزہ سے وابستہ کرتی ہیں یعنی فلاں کام کے لئے فلاں بزرگ کا روزہ رکھتی ہوں۔ اور اس روزہ کے وسیلہ سے ان بزرگوں سے حاجت مانگتی ہیں اور جب کام بن جائے تو حاجت روائی ان بزرگوں کی طرف سے سمجھتی ہیں یہ عبادت میں شرک ہے مطلب یہ کہ روزہ رکھنا عبادت ہے اور عبادت خداوند تعالیٰ کے سوا جس کی بھی کریں شرک ہے نہ تو یاد رکھیں کہ شرک صرف روزہ ہی میں نہیں ہے بلکہ خداوند تعالیٰ نے اپنی عبادت کے جتنے طریقے بیان کئے ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیرات وغیرہ سب میں شرک ہوتا ہے، حضرت امام مجتہد فرماتے ہیں یہ شرک ہے اور غیر اللہ کی عبادت کے وسیلہ سے غیر سے حاجت مانگنا ہے (یہ اس سے بڑھ کر ہوا)

فرماتے ہیں :-

”بعض عورتوں کو جب اس کام کی بُرائی بتائی جائے تو وہ جواب میں کہتی ہیں کہ ہم یہ روزہ خداوند تعالیٰ کے لئے رکھتی ہیں، اور ثواب ان بزرگوں کو بخشی ہیں، یہ بہانہ ہے۔ اگر وہ اس بات میں سچی ہوں یعنی روزہ اللہ کے نام کے رکھتی ہوں، اور ثواب بزرگوں کو بھیجتی ہوں تو خاص خاص دنوں کو مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا خداوند تعالیٰ کے دین میں یہ باتیں ہیں؟ کیا خداوند تعالیٰ حضرت امام جعفر صادقؑ کے نام پر حلو پوری ہی قبول کرتا ہے۔ اس خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟“

ناظرین! یہ کس بزرگ شخصیت کا کلام ہے؟ حضرت امام مجتہد الف ثانی فرماتے ہیں :-

رباں پر بارِ خمد آیا یہ کس کا نام آیا!

شہادت اور طریقت کا یہ مجمع البحرین، ناپید کن رہسند، جسے حق تعالیٰ نے ہدایت کی ہے دینی کا جواب بنا کر معنوت فرمایا۔ یہ مقدس شہباز اسلام جن کی ولادت، طہیت، اتبار، سنت اور رفیع بدعت سے عالم اسلام کا بچہ بچہ زیر بار ہے۔ ایک ہزار سال گزر چکا تھا۔ جدت پسند بادشاہوں، مصلحت پسند مولویوں اور اہل بدعت پسند پیروں نے دین کا حلیہ لگا کر ایک ایک سنت پسندیت کے ہزاروں خلاف چڑھا دئے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شہادت بناوٹی تصوف کی غلام بن چکی تھی۔ تصوف چند ظاہری قیود، تسبیح، سجادہ، گودری اور حق کے نعروں میں جکڑا ہوا انیم جان تھا۔ طالبان حق کو نذر و نیاز، پڑھا ہے، سنا ہے، قبروں پر سجدہ کرنے، غلاف چڑھانے، وجہ اور نلچے مٹانے کی تعلیم دی جاتی تھی۔ غرض اسلام کا مقدس چہرہ اللہ تو بر تو بدعات نے مسخ کر دیا تھا جب خداوند تعالیٰ نے سرزمین ہندوستان میں یہ نور ہدایت پیدا فرمایا جس کی عالم افروز دہد ہدایت بعدہ تجدید الف ثانی تمام اسلامی ممالک پر سایہ افکن ہوئی۔ کیا پاکیزہ کلام ہے! کیا فیصلہ کن کلام ہے! فَلَیْلَہٗ دَرُہٗ قَدِیْمَہٗ سُوْرَۃٖ حَضْرَتِ اِمَامِ مَجْتَدِ ثانیؑ کے کلام مبارک سے چند مسائل معلوم ہوتے :-

۱۔ جو حیوانات بزرگوں کی منت ملتے ہیں، اور بزرگوں کی قبروں کے پاس جا کر کھڑے ہوتے ہیں یہ شرک میں داخل ہے کیونکہ یہاں گوشت کھانا مقصود نہیں۔ اگر گوشت کھانا ہی مقصود ہوتا تو بدوں اس صورت کے بھی یہ کام ہو سکتا تھا تو اب تو ہر گز سے پہنچتا ہے۔ جو لوگ جانور کو ملتے ہیں وہ جانوروں کو قبروں پر لے جانا ضروری سمجھتے ہیں، اگر ان کو کہا جائے کہ یہیں ذبح کر کے تقسیم کرو تو اب پہنچا دو اور اگر نہیں مانتے بلکہ شاید مصنف نذر اولیاء کا فتویٰ بھی یہی ہو کہ وہاں لے جانا ضروری ہے۔

۲۔ حائز ناجائز، حرام حلال، ہر مسئلہ کا فیصلہ فقہ کی کتابوں سے ہوتا ہے نہ کہ علماء اور خیالوں سے، اگر قیل و قال اور خواب و خیال پر مسائل کی بنیاد رکھی جائے

تو دنیا میں ہزاروں عالم اور لاکھوں بزرگ گزرے ہیں۔ آج ہمارے ہاں کوئی فرقہ بن چکے ہوتے۔ ہمارے بریلوی بھائی نام کو تو حنفی ہیں مگر فقہ حنفی سے بہت دور ہیں۔ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نے جابجا مکتوبات شریف میں واضح کیا ہے کہ علماء اور علماء سے پوچھنا چاہیئے صوفیاء کرام سے سلوک تو سیکھو لیکن مسئلہ کی تحقیق علماء سے دیکھئے مکتوبات شریف مطبوعہ مطبع احمدی دہلی دفتر اول ص ۳۲۵

”جاننا چاہیئے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں جہاں علماء اور صوفیاء کا اختلاف ہے، جو اچھی طرح غور کیا جائے تو حق پر علماء ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء کی نظر انبیاء علیہم السلام کی اتباع سنت کی وجہ سے کمالات نبوت اور علوم نبوت میں نفوذ کر جاتی ہے اور صوفیوں کی نظروں کی کمالات اور معارف تک محدود رہتے ہیں وہ علم جو بارگاہ نبوت سے حاصل کیا جائے وہ زیادہ درست اور زیادہ صحیح ہوگا اس علم سے جو مرتبہ ولایت سے حاصل کیا جائے۔“

نیز دفتر اول ص ۳۳۱ میں فرماتے ہیں :-

”شیخ ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ کے شطحیات قابل اعتماد نہیں ان کے اکثر کشفی علوم اہل سنت کے علوم سے الگ واقع ہوئے ہیں پس ان کشفی علوم کی تابعداری وہی کرے گا جس کا دل بیمار ہو۔“

دیکھئے شیخ ابن عربی کا صوفیہ میں بڑا مقام ہے، مگر امام مجدد الف ثانیؒ ان کی کواہل سنت سے الگ قرار دے رہے ہیں۔ بریلوی مذہب کی بنیاد جن چیزوں پر ہے حضرت امام مجددؒ ان کو کھوٹی اور بے کار قرار دیتے ہیں۔ دفتر اول ص ۳۳۲

”مقامہ درست کرنے کے بعد فقہ کے احکام کا سیکھنا بہت ضروری ہے فرض واجب حلال حرام، سنت مستحب مشتبہ مکروہ کے جاننے کے سوا چارہ نہیں۔“

یعنی سب چیزیں فقہ سے معلوم ہوں گی۔ معلوم بریلوی حضرات فقہ حنفیہ سے کبھی

الکے فرماتے ہیں فقہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری سمجھیں۔

دفتر اول ص ۳۳۵

”صوفیوں کا عمل حلال حرام میں سنبھلے ہوئے ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو برا نہ کہیں اور ان کا کام خدا کے سپرد کریں اس جگہ یعنی حلال حرام جائز ناجائز کے موقع پر امام ابو حنیفہؒ امام محمدؒ امام ابو یوسفؒ کا قول معتبر ہے نہ ابو جعفر ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو الحسن نوری کا قول۔ اس وقت کے کچھ صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر گناہ اور ناجائز مذہب میں داخل کر لیا ہے اور خدا کی بندگی سمجھ لی ہے۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے دین کو کھیل تماشا بنایا۔ پہلی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ جو شخص حرام کام کو اچھا سمجھے، اہل اسلام کی جماعت سے باہر اور تہذیب ہو جاتا ہے۔ پس خیال کرنا چاہیئے کہ سماع اور رقص کی مجلس کی تعظیم بلکہ اس کو بندگی اور عبادت سمجھنا کس قدر برا ہے۔“

اسلام کو اہل بدعت غور سے پڑھیں کہ صوفیوں کا عمل شریعت میں کیا درجہ رکھتا ہے۔

دفتر اول ص ۳۵۲ مرزا حسام الدین کو لکھتے ہیں کہ :-

”میں نے مولود کی محفل اور نعت خوانی سے سخت منع کیا ہوا ہے اور تم لکھتے ہو کہ بعض یہاں کے دوستوں نے اپنے گھر میں مولود کی محفل کرائی ہے، اس کی وجہ سے ان کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں نصیب ہوتی ہے۔ امام مجدد فرماتے ہیں خوابوں پر کچھ اعتبار نہیں۔ اگر خواب پر اعتماد ہو سکتا تو شیخ کا کیا فائدہ؟

دیکھئے خواب اور ایسا مبارک خواب۔ حضرت امام مجددؒ اس کو بھی بے اعتبار قرار دیتے ہیں جب شریعت کی پابندی میں صلہ آئے۔

واضح رہے کہ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نعت خوانی کی محفلوں کے سخت مخالف ہیں تجربہ سے ثابت ہے کہ ہوس پرست لوگ ایسی پاکیزہ مجلسوں کو بدعت

سے خالی نہیں رہنے دیتے۔ اگرچہ کتنی ہی احتیاط کی جائے۔

۳۔ تیسری بات حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کے حوالے سے یہ معلوم ہوئی کہ کسی مقلد کے نام کا روزہ رکھنا یا نماز پڑھنا شرک ہے جیسے دور کحت نماز اویس قرنیؒ کے شرک خیرات میں بھی ہوگا۔

۴۔ جو لوگ مشرکانہ طریقہ پر بزرگوں کو خداوند تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں ان کی ایک پہچان حضرت امام مجددؒ نے یہ بھی بتائی ہے کہ وہ اس عبادت کے تو تسل سے بزرگوں سے حاجتیں مانگتے ہیں۔ دیکھئے رسالہ نذر اویاد ص ۳۲

”شکلیہ کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو غوث کے نام کی دیگ پکاؤں گا“

۵۔ یہ سمجھنا کہ بزرگ کام نکال دیتے ہیں حاجت پوری کرتے ہیں مشکل کشا ہیں قادر ہیں، مختار ہیں، شرک ہے۔

۶۔ غیر اللہ کی عبادت کے ذریعہ سے غیر سے حاجت مانگنا شرک ہے۔

۷۔ ان جاہلوں کو جب ان برائیوں سے روکا جاتا ہے تو یہی جواب دیتے ہیں کہ ہم یہ روزہ اور دیگ خدا کے نام کی دیتے ہیں صرف اس کا ثواب بزرگوں کو پہنچاتے ہیں دیکھئے مصنف نذر اویاد نے وہی عورتوں والی بات کہہ دی مگر حضرت امام مجددؒ فرست مومن سے تارٹ گئے کہ یہ ثواب کے بہانہ میں شرک ہو رہا ہے فرمایا اگر یہ چیزیں خدا کے نام پر ہوں تو یہ پابندیاں کسی؟ فلاں بزرگ کا روزہ فلاں چیز سے کھولنا۔ اصحاب کہف کا تو شر اس طرح پکانا۔ اتنی سوچی ہو۔ آنا گھی ہو، اتنی کھانڈ اور کھانے والے ایسے ہوں دیے ہوں۔ یہ بند و مت کہاں سے آگیا کیا یہ شرائط خدا کا حکم ہے؟ حضرت امام جعفر صادق کا گونڈا تو اچھا خاصہ خدا ہے اور شیعوں کی نقل سے جاہل بریلوی ایسا کرتے ہیں آگے چل کر ہم انشاء اللہ بتائیں گے کہ بریلوی شیعوں کی ایک شاخ ہیں مصنف نذر اویاد فرماتے ہیں کہ امام جعفر کے کونڈے میں بعض چیزیں نہ ہونی چاہئیں۔ مولوی صاحب کیوں نہ ہو یہی چیزیں بدعت کی مہر ہیں، بدعت کی علامت ہیں، جن سے شرک کی پہچان ہوتی ہے۔

بدعات پیدا ہوتیں یہ چیزیں اس فاحشہ کا لباس ہیں۔ جب یہ چیزیں نہ ہوں تو بدعت بھی نہ ہوگی۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت اور تمام بدعت کے لئے بدعت کے ساتھ فضولیات کو نہر جگہ لگا دیا ہے تاکہ عقل مند لوگ ان لوگوں کو ان نشانات سے پہچان سکیں بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن کو اندر ہی پکانے کا حکم ہے اندر ہی بیٹھ کر کھانی جاتی ہیں۔ دسترخوان کا فضلہ اندر ہی دفن کرنے کا حکم ہے چنانچہ حضرت سیدہ فاطمہؓ کی نیاز کا تو سخت پرہیز ہے لَاحَوٰی وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ - کیا دین ہے؟ ہندوؤں سے بھی آگے نکل گئے۔ اسلام نے ان لوگوں کو توڑا تھا وہ پھر زندہ ہو رہے ہیں۔ یہی تو بہات عرب کے مشرکین میں سے تھا۔ وقادوا ما فی بطون هذا الانعام خالصۃ لہم کونوا صمیم علی اذواجنا (الابتر) ترجمہ: کافر کہتے ہیں کہ جو بچہ اس جانور کے پیٹ میں ہے وہ چونکہ دیتا کی ملت ہے اس لئے صرف مرد ہی کھائیں گے عورتوں پر حرام ہے۔ اور اگر مردار کھا لیا ہو تو عورت مرد سب کھا سکتے ہیں۔ عنقریب خداوند تعالیٰ ان کو اس بیان کی سزا دے گا بے شک وہ حکمت والہ ہے علم والہ ہے۔ (پارہ ۸، ص ۳۲)

۸۔ شرک کی پہچان میں حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نے خصوصاً کھانوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس نے ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ جو کھانا ہم ایصالِ ثواب کے طور پر کسی کو بھیجتے ہیں خاص ہی کھانا اس کو ملتا ہے چنانچہ تیسرے دن کا حلوا تو مردوں کے زخموں پر ٹھکور کرنے کے لئے پکاتے ہیں۔ یعنی ابھی ابھی قبر میں گیا ہے اور یہ بھی یقین ہے کہ وہاں ضرور اس کو مار پڑی ہوگی احمق! اللہ ہم اس لئے ٹھکور کا انتظام کر رہے ہیں۔ اس قسم کے عقیدے ہندوؤں کے تو ضرور ہیں مگر اسلام ان دھوئیں سے پاک ہے۔ شریعت میں ایصالِ ثواب کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جو نیک کام از قسم عبادات بدنی یا مالی کرتا ہے، تلاوت، دعا، استغفار یا خیرات کھڑا روٹی وغیرہ اس کا ثواب اس کو ملتا ہے، چاہے اپنے لیے آخرت کا ذخیرہ رکھے، یا کسی دوسرے کو ثواب پہنچائے الغرض وہاں ثواب پہنچتا ہے

اور جنت کی نعمتیں ملتی ہیں، مگر بریلوی حضرات ہندوؤں کی طرح اس دہم میں گرفتار ہیں کہ وہی چیز ملتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نذر و نیاز اور بزرگوں کی منتوں میں انہیں زبان کی چاٹ لگا دی ہے۔ دیکھئے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی انتقال سے دو گھنٹہ قبل کیا وصیت فرماتے ہیں !
وصایا شریف ص ۹

”اعزہ سے یعنی عزیزوں سے اگر لطیف خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو بار ان چیزوں سے کچھ (مجھ کو) بھیج دیا کریں۔

۱۔ دودھ کا برف گھر میں بنا ہوا کفلی (کھلی)، اگرچہ بھینس کا دودھ ہو۔
(یعنی بہتر تو یہ ہے کہ گائے کا دودھ ہو۔ خیر بھینس کے دودھ کی کھلی ہو تو بھی ہرج نہیں ہے) ۲۔ مرغ کی بریانی یعنی بھونا ہوا مرغ ۳۔ مرغ پلاؤ ۴۔ بکری کا شامی کباب ۵۔ پراسٹھے اور ۶۔ بالائی ۷۔ فیرنی پھرنی ۸۔ اُردکی پھریری دال مع ادک دلوازم (یعنی اُردکی دال میں ادک بھی ضرور ہو اور مسالے بھی سب کے ہوں تاکہ مولوی صاحب کو قبر میں بادی نہ ہو جائے) ۹۔ گوشت کچوریاں (یعنی کچوریوں میں گوشت تھوڑا نہ ہو۔ گوشت سے بھری ہوئی ہوں چسکا بھی کیا بلا ہے) ۱۰۔ ایب کا پانی ۱۱۔ انار کا پانی ۱۲۔ سوڈے کی بوتل۔ (تاکہ اتنی الابلہ جلدی سفیم ہو جائے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ زبان کی چاٹ مرتے مرتے بھی دم نہیں لیتے دیتی۔ بریلوی مذہب کے بانی مہانی ایک وقت

دستر خوان پر یہ بارہ چیزیں دیکھنا چاہتے ہیں، کھانے پینے کا ککر، یہ ذہنیت کس چیز کی غماز ہے۔ اسی عرض سے تو اپنا الگ مذہب بنایا۔ دیکھئے مرنے سے دو گھنٹہ پہلے یہ وصیت بھی فرماتے ہیں :-

”رضا حسین اور حسین تم سب محبت اور اتفاق سے رہو (یہ خطہ میں لئے پیدا ہوا کہ بریلوی مولوی بات بات میں ایک دوسرے کو کافر

کہتے ہیں، یہاں قصور کے بریلویوں میں حق کے مسئلہ پر وہ کشتی ہوئی کہ خدا کی پناہ، حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو۔ اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“

دیکھئے الگ مذہب بنایا، اور بیٹوں کو وصیت کی ہے کہ شریعت کی بھی یہاں ٹک ہو سکے پیر دی کرو۔ لیکن میرا دین اور میرا مذہب جو ہے اس پر مضبوطی قائم رہنا ہر فرض سے ضروری فرض ہے۔ یعنی شریعت کی پیر دی سے بڑھ کر یہ مذہب ضروری ہے۔

بریلویوں کا مذہب شریعت سے الگ ہے۔ اگر یہی دین اسلام ہوتا تو شریعت کے اتباع میں سب کچھ بات آجاتی ہے۔ امتیہ ہے کہ مشنف نذر و نیاز خود ہی بتائیں گے کہ وہ کیا مذہب ہے جو شریعت کے علاوہ ہے اور اس کی تابعداری شریعت سے زیادہ ضروری ہے۔ بڑی محنت سے مذہب بنایا مگر ہماری سمجھ میں وہ مذہب یہی بارہ چیزیں ہیں جو نمبر وار بیان ہوئی ہیں۔
لکھا دیا ہاٹ۔ نکلا کیا؟ چوہا

حضرت امام مجدد الف ثانیؒ؟ تو تخصیص طعام کو بدعت فرماتے ہیں مگر یہ بریلوی حضرات بارہ چیزوں کے سوا کہیں منہ نہیں لگاتے۔ دیکھئے کتنا فرق ہے مجدد ملت اور مجدد بدعت میں۔

مسئلہ ایصال ثواب

ایک مسلمان اپنی نیکی دوسروں کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے معتزلہ بدنی اور مالکی..... ہر دو عبادتوں کا ثواب پہنچانے اور پہنچنے کے منکر ہیں۔ یہ مذہب مردود ہے۔

۲۔ بدنی اور مالی عبادتوں کا ثواب دوسرے مسلمانوں کو دیا جاسکتا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ امام احمد بن حنبل اور جہور کا مذہب یہی ہے۔ دلائل آگے آتے ہیں۔

۳۔ تیسرا فریق مالی عبادتوں کا ثواب پہنچنے کا قائل ہے۔ بدنی عبادتوں کے ایصال ثواب کا منکر ہے۔ یہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ حنفی مذہب کے دلائل احادیث اور آیات میں بکثرت ہیں ریز شامی جلد دوم ص ۳۲۴ میں فتاویٰ عالمگیری سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

ترجمہ نہ قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جو شخص جس قسم کی عبادت کرے وہ اس کا ثواب دوسرے مسلمان کو دے سکتا ہے۔ علامہ اس کی تشریح لکھتے ہیں خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرآن کریم کی تلاوت یا عام ذکر الہی، یا طواف یا حج، یا عمرہ یا اس کے سوا کوئی بھی نیک عمل ہو مثلاً بیویوں، شہیدوں، ولیوں کی قبروں کی زیارت مطلب یہ ہے کہ یہ بھی نیک کام ہیں۔ اس کا بھی ثواب ہے۔ کیونکہ زیارت قبور مشروع ہے۔ اس کا ثواب بھی دوسرے کو دیا جاسکتا ہے۔ نیز مردوں کو کفن دینا اور تمام قسم کی نیکیاں دوسرے کو بخشی جاسکتی ہیں۔

مسئلہ ۱۔ نفلی صدقہ کرنے والے کے لئے بہتر ہے کہ صدقہ کرتے وقت سب اہل ایمان مردوں عورتوں کو ثواب میں شامل کرنے کی نیت کرے۔

مسئلہ ۲۔ فرض کا ثواب بھی دوسرے کو دیا جاسکتا ہے اور جس فرض کا ثواب دوسرے کو بخش دیا اس کو دوبارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یاد رہے کہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ مسئلہ ۳۔ ثواب پہنچانے کے لئے زبان سے کہنا بھی ضروری نہیں بلکہ جب

عمل کر رہا ہو اس وقت نیت کر لینا کافی ہے یعنی نیکی کرتے وقت یہ خیال اور نیت دل میں رکھے کہ یہ عمل فلاں شخص کے واسطے کر رہا ہوں تو ثواب اس کو مل جائے گا مثلاً قرآن مجید کی تلاوت کے وقت یہ نیت ہو کہ ماں یا باپ، یا کسی دوسرے شخص کو ثواب پہنچانے کے لئے پڑھتا ہوں تو جو لفظ زبان سے نکلے گا اس کا ثواب اس کو پہنچ جائے گا زبان سے بخشنے اور پہنچانے کی ضرورت نہیں بس پہنچ گیا۔

مسئلہ ۴۔ اگر کسی شخص نے نیکی کرتے وقت اپنے لئے کی ہو پھر بھی جب چاہے ثواب پہنچا سکتا ہے۔

بحر الرائق ص ۵۹ میں تقریباً یہی مضمون ہے اس میں ذرا اتنی تفصیل اور بھی ہے کہ عمل کا ثواب زندوں کو بھی دیا جاسکتا ہے، مردوں کو بھی۔ ہذا یہ فتح القدیر ہر الفائق۔ زمیلی۔ عینی وغیرہ میں مسئلہ مفصل ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں کوئی اصولی اختلاف نہیں، اس لئے مزید دلائل کی ضرورت نہیں۔ ہمارے زمانہ کے بریلوی حضرات نے ہر مسئلہ پر بدعت کے غلاف چڑھا دئے ہیں۔ دیگ تیار ہوئی اب بلاؤ کسی صاحب کو ختم پڑھیں، اور اس کو اپنی قوت سے عالم آخرت میں پہنچادیں ختم پڑھنے والوں نے کئی قسم کے ختم بنا رکھے ہیں جیسا مال دیا مول۔ بریلوی ذہنیت کے لئے چاول دیگ میں پڑے ہیں۔ دیگ کو کھلنے کے واسطے دولت مند برادری کو اکٹھا کر لیا ہے۔ ادھر بھی دیگ کسی بزرگ کی منت بھی کی ہوئی ہے اس دیگ ایک لاکھ کئی ہزار ارباب کی خدمت میں بھی پیش ہوگی۔ غیر اللہ کی نذر اس ہے، دولت مند برادری کا تحفہ بھی ہے۔ امام مسجدوں اور مولوی صاحبان اس سے راضی کرنا ہے ختم پڑھنے والا اپنے لفظوں میں ساری دیگ یہاں آٹا کر عالم آخرت کو لے جاتا ہے۔ دیگ بانٹنے سے پہلے اس کا ثواب دہلے آٹا ہے کسی چالاکی سے ثواب تو سارا ادھر پہنچ گیا اور دیگ اپنی کی اپنی اور

گھر والے ابھی تک مالک ہیں جس دیگ سے انبیاء و اہل بیت و صالحین خوش کیا ہے وہی دیگ اب عزیز اللہ کی نذر بھی بن رہی ہے، پڑھا رہی ہے اور خاص مشرکانہ چیزیں کر دولت مند برادری میں تقسیم ہوگی۔ چیز ناپاک اور گندی ہے جس کو کھانا اور کھانا لینا دینا حرام ہے، جیسا کہ روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ مردار سے بدتر ہے اس کا ثواب کیا ہے؟ بزرگان دین سے عجیب مزاج بنا رکھا ہے۔ حضرات علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہم جو ایک صدی سے دنیا میں فقہ حنفیہ کے علمبردار ہیں، حنفی فقہ کے ہر اصول کو قویٰ اور حدیث شریف سے ثابت کر رہے ہیں۔ ایصال ثواب کے متفقہ طور پر قائل ہیں لیکن بدعت کو وہ بزرگان دین جس شکل اور صورت میں سامنے آئے تاثر لیتے ہیں بدعت کی پہچان اور علاج محالہ قدرت نے انہیں خاص ملکہ بخشا ہے۔ کی فراست ایمانی سات پردوں میں چھپی ہوئی بدعت کو نبض پر ہاتھ رکھتے ہی تاثر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بدعت ان کا نام سننے ہی لہزدی ہے، کانپتی ہے، چھنتی چلاتی ہے، جلے جلوس کرتی ہے۔ اپنی خاص خاص تقریموں پر اپنے نام لیواؤں کو مدد کے لئے بلاتی ہے اور دل ہی دل میں خیر منافی ہے۔

قفس میں مجھ سے رُوداد چن کہتے نہ ڈرہم

گری تھی جس پر کل بجلی وہ میرا آشیان کیوں ہو

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۷۵ میں فرماتے ہیں:-

”ایصال ثواب بلا قید طعام و ایام کے مندوب یعنی مستحب ہے“

اور تخصیص دین کی اور تخصیص طعام کی بدعت ہے۔“

ناظرین! یہ تخصیصات ابھی ابھی حضرت امام مجتہد دالغ ثانیؒ کے حوالہ سے مرفود ہو چکی ہیں اب ہم مضیف نذر اولیاء کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ مسئلہ ایصال ثواب ہے اس میں بزرگ کے نام کی دیگ پکانے کا ذکر کہاں ہے؟ اور

سماع موتی

جو لوگ دنیا سے جا چکے ہیں وہ قبر پر بلانا سنتے ہیں یا نہیں۔ اس مسئلہ میں شروع سے اختلاف ہے۔ حنفی فقہاء میں بھی کچھ اختلاف ہے چنانچہ کافی شرح وافی فتح القدیر۔ شرح ہدایہ۔ مستخلص شرح کنز الدقائق۔ یعنی شرح کنز الدقائق۔ شرح ہدایہ کی عبارتوں سے نہ سننا معلوم ہوتا ہے۔ بعض فقہاء سننے کے بھی قائل ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ احناف اور اہل حدیث کا یہ مسئلہ بدل گیا ہے۔ قدیم اہل حدیث زیادہ تر سننے کے قائل ہیں مگر اب اہل حدیث کا زیادہ میلان مسئلہ کی طرف ہے۔ احناف کا رجوع شروع میں نہ سننے کی طرف تھا، بعد میں مسئلہ کی طرف میلان ہو گیا، یہ عجیب اتفاق ہے، بلکہ اس کے تاریخی اسباب بھی ہیں۔ ہم اس مسئلہ کو سمیٹنے کے لیے قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام فیصل پیش کرتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۷۷، ۹۲:

”سماع موتی صحابہ کرامؓ کے عہد سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا جس پر عمل کرے درست ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سماع میں اختلاف نہیں ہے۔ انبیاء پر قبر پر سننا بالاتفاق ثابت ہے، دوسرے لوگوں کے متعلق علماء میں اختلاف ہے جو عقیدہ بھی رکھے درست ہے، یاد رہے کہ یہ تفصیل قبر پر کی ہے، باقی ہر جگہ سے سننا اس بات کے علماء قائل نہیں ہیں، نہ نبیوں کے متعلق، نہ دوسرے لوگوں کے متعلق، حنفی علماء اس مسئلہ پر متفق ہیں۔“

استمداد و توسل

استمداد کے معنی ہیں کسی سے مدد مانگنا۔ توسل۔ دعا میں کسی کو وسیلہ پکڑنا

کام ہو جائے سے اس کا کیا تعلق ہے؟ کیا فقہاء کرام میں سے کسی نے یہ طریقہ لکھا ہے؟ حوالہ دیجئے آپ نے جو گزربڑ کی ہے کہ ایصال ثواب اور نذر شرعی کو بلا کر نذر عرفی نام رکھ دیا اس کی سند فقہ سے پیش کریں۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّاسَ
وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَابُ أَعَدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝

جس چیز کو علماء خفیہ صاف صاف حرام کہہ رہے ہیں۔ کیا وہ آپ کے کہنے سے جائز ہو سکتی ہے؟ ایصال ثواب کے لئے فقہاء نے اِھْدَاءُ الثَّوَابِ یعنی ثواب کا تحفہ بھیجنا تو کہا ہے۔ یہ نذر بمعنی تحفہ تو ٹھیک آجاتا ہے لیکن اس کا طریقہ بھی ایصال ثواب کا طریقہ ہے۔ آپ نے جو انوکھا طریقہ نکالا ہے کہ اگر میرا کام ہو جائے تو دیگ دوں یہ نذر بمعنی تحفہ کہاں رہی؟ یہ تو ایصال ثواب بھی نہیں یہ نذر بمعنی منت ہے۔ نذر کے لغوی معنی ہیں الوعد علی شرط یعنی کسی شرط پر وعدہ کرنا اگر میرا یہ کام ہو گیا تو یہ چیز دوں گا۔ اب یہ تحفہ نہیں وعدہ ہے۔ منت ہے اسی منت کو فقہاء مردار سے بدتر قرار دے رہے ہیں آنکھیں کھولئے!



اولیاء اور علماء شہداء اور صالحین کا ہو سکتا ہے۔ تفصیل آگے آئے گی۔
استغاثہ استعانتہ اور استمداد کا مطلب ایک ہی ہے۔ مدد مانگنے کی کہیں ہیں:-

۱۔ انسان مدنی بالطبع ہے۔ اجتماعی زندگی میں ہر شخص دوسرے کی مدد کرتا ہے، بلکہ نظام عالم میں ایسی وحدت اور اتحاد ہے کہ یہاں کی ہر چیز ہر چیز کی مددگار ہے۔

کاندھیں ملک چوٹاؤں بکار است مگس

روزمرہ ضروریات زندگی میں جیسا کہ ہمیں کسی بڑے آدمی سے مدد لینے کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح ایک نوکر بھی ہماری مدد کرتا ہے، یہ مدد لینا اور دینا ہماری بحث سے خارج ہے۔ اس کے متعلق قرآن حکیم نے تعاون کے چند اصول مقرر فرما دیئے ہیں۔ نیکی اور پرہیزگاری پر امداد کرو، گناہ اور زیادتی پر امداد نہ کرو۔ نیز توحید کا عام اصول یہاں بھی نافذ ہے مدد لینے والا یہ عقیدہ رکھے کہ ہر مدد درحقیقت جناب الہی سے آرہی ہے ڈاکٹر نے ایک کوشش کی ہے اور شفا اللہ کی جانب سے آرہی ہے۔

ایں سبب یا در نظر با پردہ یا است

کہ نہ ہر دیدار صغش را سزا است

عالم اسلام میں ہر چیز کو خدا کی مدد کا مظہر سمجھا توحید ہے۔ قرآن کریم اسے تعاون کہتا ہے اور فلاسفہ کی اصطلاح میں یہ معونت ہے۔ اہل بدعت جب مسئلہ استعانت میں لاجواب ہوتے ہیں تو اس ظاہری استعانت سے فضول محاذفہ کرتے ہیں۔ ہمارے ایک پنجابی محدث مرحوم و مغفور جو مشنوی مولانا روم سے کثرت والی روایت بڑی تشریح سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ سجدہ تعظیمی کے جواز میں فرمایا کرتے تھے: اگر سجدہ ناجائز ہے تو مردود و بیہوی کو کیوں سجدہ کرتے ہو؟ اگر اولیاء اللہ سے استعانت ناجائز ہے تو نوکر سے پانی کیوں مانگتے ہو؟ نص ٹکبیر

کیا عجیب دلائل ہیں۔ افسوس!

۲۔ مدد مانگنے کی دوسری قسم یہ ہے کہ ایسے کاموں میں جو انسانی تدبیر اور کوشش سے باہر ہیں مثلاً اولاد، بارش، زندگی، موت وغیرہ کسی بزرگ زندہ یا مردہ سے دعا کی درخواست کرے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ زندہ کو دعا کی درخواست کرنا تو اچھا کام ہے اور اہل قبور سے دعا کی درخواست کرنا اس میں اختلاف ہے۔ جو علماء یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قبر والے سنتے ہیں اس کو جائز کہتے ہیں اور جن علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ قبروں والے نہیں سنتے وہ اس کو ناجائز کہتے ہیں۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مدد مانگنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ خدا کی خدائی کو بل چکی ہے اب یہ اپنی مرضی سے دیتے پیتے ہیں۔ ان کو اختیار مل گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو سب کچھ دے دیا ہے۔ اب یہ قادر ہیں، مختار ہیں، جس کو چاہیں، جو چاہیں، جب چاہیں دے سکتے ہیں، یہ شرک اور کفر ہے۔ بریلوی حضرات سے ہمارا جھگڑا یہی ہے۔ فتاویٰ عزیزی ص ۲۳ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کا ارشاد ہے:

”مدد مانگنا دو طرح سے ہوتا ہے: ۱۔ مخلوق سے مدد مانگنا جیسا کہ امیر اور بادشاہ، لڑکر اور گداگر سے بوقت ضرورت مدد لیتے ہیں اور عوام الناس اولیاء اللہ سے دعا چاہتے ہیں کہ اللہ کی جناب میں ہمارے واسطے دعا کرو۔ اس قسم کی مدد چاہنا شریعت میں مکروہ اور زندہ سے جائز ہے (تفصیل آگے آرہی ہے) ۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مستقل طور پر جو چیز جناب الہی سے خصوصیت رکھتی ہے۔ یعنی جن کاموں میں انسانی کوشش کا کچھ دخل نہیں مثلاً اولاد دینا، بارش برسانا، بیماری دور کرنا، عمر کی درازی وغیرہ جب کہ مانگنے والے کی نیت خداوند تعالیٰ سے مانگنے کی نہ ہو یعنی یہ سمجھتا

ہو کہ بزرگوں کو اختیار ہے۔ جیسا کہ بریلوی علماء ہر وقت یہی کہتے ہیں بزرگوں سے مانگو، مانگو، مانگو دیتے ہیں (شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ قسم حرام مطلق بلکہ کفر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے مذہب کے بزرگوں سے خواہ زندہ ہوں یا مردہ اس قسم کی مدد مانگے تو وہ شخص اسلام کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے، بت پرست کافر اپنے بتوں سے ایسی مدد جائز سمجھتے ہیں۔“

واضح رہے کہ بریلوی حضرات علمی دنیا میں یتیم ہیں۔ سلف صالحین میں ان کے سر پر ہاتھ رکھنے والا بھی کوئی نہیں۔ چنانچہ ابھی ابھی ماثبت بالسنتہ کا ذکر چکا ہے۔ یعنی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ عرس، گیارہویں، چہلم، ششماہی، سایا نہ جتنی تعینات ہیں، ان چیزوں میں سے کوئی سلف صالحین کے دور میں نہ تھی۔ ملحوظ رہے رشتہی عرقین ذلک یعنی جب مسلمان قوم رُویہ ترقی تھی، تاسیس شریعت جہاد، تبلیغ اسلام، تدوین حدیث، ائمہ اور ضبط قوا عد کا دور دورہ، تو حضرات صحابہؓ تابعینؓ، تبع تابعینؓ، محدثینؓ اور ائمہ کے سامنے احیائے اسلام اور اتباع سنت کے مشاغل تھے جب اسلام کی بہار پر خزاں آنے لگی۔ جب بے کاری، سستی، مفت خوری، اور انسانی کا دور شروع ہوا تو جاہر بادشاہوں کی خود رانی، علماء کی مہانت یعنی ۴۷ ص اور خوشامد اور متعوفین کے شیطیات سے بریلوی پیدا ہو گئے۔ اہل سنت کے سلف صالحین میں طعام اور دن کی خصوصیت تو کیا ہوتی۔ استمداد اہل قبور اور ان قلعہ نہ تھا، اور جب شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ جیسے بزرگ گرائیں کہ نہ تھا تو اب کس کی مجال ہے کہ ثابت کر دکھائے، شرم کا مقام ہے کہ آج جن مسائل پر وقت ضائع کر رہے ہو اور زمانہ کی رفتار میں یہ کچھ مشکل ہے یہ مسائل معلوم ہے کہ مبارک دور اسلام میں نہ تھے۔ رواج تو کہاں

قوم کے اخلاقی تنزل اور دین سے بے اعتنائی کا اصلی سبب یہی وہم پرستی ہے۔ اگر دین سے محبت ہے تو دین کا وہی سادہ اور فطری حکیمانہ نظام معلوم کرو جس پر چل کر مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کی فرعونیت توڑی تھی، کیا اسلام کی شان و شوکت، گیارھویں، عرس اور نذر و نیاز و تبرکات سے پیدا ہوتی تھا کیا پہلے مسلمان ہماری طرح بیٹھے بیٹھے نعرۂ تکبیر کہتے تھے۔ نعرۂ تکبیر کا موقع میدان کا رزار ہے، میدان جنگ ہے، محرکہ کفر و اسلام ہے۔ ایک طرف کفار کی نظم اور مسلح فوجیں، موتی تھیں، دوسری طرف کچھ اللہ والے لڑائی ہوئی تلواریں اور شکستہ نیزے لے کر اللہ کے بھروسے پر میدان میں آتے تھے۔ جب لڑائی ہوتی تو کشتوں کے پٹے لگ جاتے، کسی کا سر کٹ رہا ہے، کوئی ٹپکتے ہوئے بازو کو توڑ پھینک کر آگے بڑھ رہا ہے، جھموں سے خون کے چٹھے اُبل رہے ہیں، ایک ایک غیرت حق جوش میں آ جاتی ہے۔ مسلمان کا ایک ہی نعرۂ تکبیر بجلی کا کڑوا بن کر کفار کے دل ہلا دیتا ہے۔ یہ ہے نعرۂ تکبیر کا موقع۔ مگر بریلوی حضرات کا مال غنیمت اندر مسجد کے حجرہ میں مقفل پڑا ہوتا ہے۔ یعنی تبرک شریف اور اس کی خوشی میں اتنے پھولتے ہیں کہ نعرہ کی شاخیں بھی نکال لی ہیں۔ یہی خوب کہا : ع

بہر چہ گیر دہلتی علت شود

بات لمبی ہو گئی۔ مطلب یہ تھا کہ پچھلے لوگوں میں سے فقط شیخ عبدالحق دہلوی ایسے بزرگ ہیں جن کی بعض عبارتوں سے ان کو تھوڑا سا سہارا مل جاتا ہے۔ مگر شیخ بھی توحید کے مسئلہ میں بہت سخت ہیں۔ حضرت شیخ نے قصہ مقبولین بدشعرا مشکوٰۃ میں مسئلہ استمداد کی وضاحت فرمائی ہے پہلے شیخ نے سماع موتی اور ترجیح دی ہے پھر حضرات صوفیہ کے تجربہ اور تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ اولیاء اللہ کی روحوں سے طالبان ہدایت کو فیض اور فتوح حاصل ہوتے ہیں جو لوگ زیارت قبور کو جاتے ہیں، قبر والوں کی روحیں دعا سے ان کی مدد

کی کہ زندگی میں دعا فرماتے ہیں۔ لہذا استمداد کے وہی طریقے ہیں۔

ہم نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا بہرہ پہلے اللہ کا محتاج سمجھتا ہو دعا کرتا ہے خدا تعالیٰ سے، اور مانگتا ہے (اللہ عاجز نہیں خداوند تعالیٰ کی بے نیازی اور عزت والی بارگاہ عبادت اور وسیلہ بکڑتا ہے اس بندے کا جو بارگاہ عزت میں اللہ اور مکرّم ہے اور یوں کہتا ہے : خداوند! اس تیرے بندے کی برکت سے کہ تو نے رحمت کی ہے اس پر، اور اس کی عزت بڑھائی ہے اور مہربانی عطا فرمائی ہے میری حاجت پوری کر۔ کیونکہ تو سخی داتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اُس نیک قبر والے بندہ کو بلائے اللہ کے استمداد کے بندے اور اس کے ولی میری سفارش کر، اور خدا سے دعا کر کہ میرا مطلب پورا کرے۔ پس دینے والا بھی خداوند تعالیٰ ہے اور مانگا بھی خدا سے ہے اور امید کی جگہ بھی وہی ہے اور یہ ایک بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے۔ کوئی نہیں طاقت والا، کام کرنے والا اور کاموں میں تصرف کرنے والا۔ دنیا میں اللہ کے اولیاء خداوند تعالیٰ کے ولی تو فانی اور بے نشان ہیں، قدرت الہی ان اور اس کے دبدبہ میں نہ تو یہ کچھ کام کرتے ہیں، نہ ان کو کرنے کی طاقت ہے، نہ ان کے پاس کچھ اختیار ہے۔ اب بھی جب کہ قبروں کے بندے اختیار ہیں اور جب دنیا میں زندہ تھے تو اس وقت بھی ان کو کچھ اختیار نہ تھا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ زیارت قبور کے وقت ثابت اور سنت طریقہ اسلام علیکم کہنا، استغفار کرنا اور ان کے نام پڑھنا اور اپنے لیے بھی اور قرآن پڑھنا ہے۔ لیکن مدد مانگنے کی بات ہی نہیں ہے، اُسے فرماتے ہیں (قرآن والا) کہ یہ ہے۔

میں جو اختلاف ہے وہ اختلاف عام قبر والوں کے متعلق ہے جہاں انبیاء علیہم السلام کے متعلق نہیں کیونکہ انبیاء زندہ ہیں حقیقتاً جیسا کہ دنیا میں زندہ تھے مگر اولیاء اللہ آخرت کی معنوی زندگی سے زندہ ہیں اس لیے ان کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ سنتے ہیں یا نہیں۔ ہاں اگر قبروں پر جانے والے یہ اعتقاد رکھیں کہ قبروں والے اپنے پاس سے دیتے ہیں اللہ سے مانگتے نہیں ہیں چنانچہ اسی وجہ سے قبروں کو بوسہ دیتے ہیں سجدہ کرتے ہیں تو یہ اعتقاد اور یہ عمل حرام ہے؟

حضرت فیض عبدالحق محدث کے کلام سے چند مطالب برآمد ہوئے:

۱۔ جب کسی مزار پر دعا کرنے والا خداوند تعالیٰ سے مانگے اور بزرگ کا وسیلہ کرے تو جائز ہے۔

۲۔ کوئی شخص قبر والے سے کہے کہ میرے واسطے اللہ کی جناب میں دعا کرو اور عقیدہ رکھتا ہو کہ خداوند تعالیٰ دینے والے ہیں، اگر نہ دیں تو اس بزرگ کی سفارش ناممکن بھی ہو سکتی ہے۔ شیخ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔ لیکن اکثر فقہاء حنفیہ جو مساجد موقیٰ کو نہیں مانتے وہ اس بات کے منکر ہیں۔

۳۔ زیارت قبور کا سنت طریقہ تو یہی ہے اسلام علیکم کہنا، استغفار تلاوت قرآن اس کے علاوہ استمداد کے دو طریقے جو بیان ہوئے ہیں یہ جائز تو ہیں مگر سنت کے درجہ سے گرے ہوئے ہیں۔

۴۔ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں یقیناً سنتے ہیں جو شخص قبر پر بلائے دوسروں لوگوں کے متعلق اختلاف ہے۔

۵۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ اپنے اختیار سے دیتے ہیں۔ ان کو اختیار مل چکا ہے اور ان خیال سے خوشامد سجدہ وغیرہ حرام ہے۔

مسئلہ کی وضاحت کے لیے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتاویٰ عزیز جلد دوم ص ۱۰۴ پر غور کریں۔

”بزرگوں کی رُوح سے استمداد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جو زندہ

لوگوں سے بھی کی جاتی ہے۔ یعنی ان کی دعا کو قبولیت سے قریبے کہہ کر اپنی درخواست خدا کی جناب میں پیش کرنے کا وسیلہ بناتے ہیں اور ان کو واسطہ، ذریعہ اور ہتھیار کا درجہ دیتے ہیں۔ جس طرح سینک نظر کو تیز کر دیتی ہے یہ بے شبہ جائز ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ توجہ بزرگوں پر ہو اور یہ سمجھے کہ یہ لوگ مطلب پورا کرنے یا کرانے میں خود مختار ہیں۔ بزرگان دین خداوند تعالیٰ سے اتنے نزدیک ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی تدبیر کو اپنی مرضی کے تابع کر سکتے ہیں، خدا سے منوالیت ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے عوام الناس استمداد کرتے ہیں۔ یہ قسم خالص شرک ہے۔ زمانہ جاہلیت یعنی اسلام سے پہلے مشرک لوگ اپنے بتوں پر اس سے زیادہ اعتقاد نہ رکھتے تھے؟

مطلب یہ کہ کافروں کا عقیدہ بتوں کے متعلق یہی تھا۔ اگے شاہ صاحب لکھتے ہیں:-

”یہ لوگ (بریلوی) جو بڑی سے بڑی دلیل، حدیث اس جگہ پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور ترجمہ کرتے ہیں کہ جب تم کو کسی کام میں مشکل پیش آئے تو قبروں والوں سے مدد مانگو۔ شاہ صاحب (ماتے ہیں، یہ حدیث نہیں ہے بلکہ صحابی بزرگ کا مشہور قول ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم کسی چیز کے حرام حلال ہونے میں متعارض دلائل سے شبہ میں پڑ جاؤ تو مرنے والوں کی تقلید اور پیروی کرو یعنی جو مسلک اگلے لوگوں کا تھا وہی اختیار کرو۔ یہ قول عبداللہ بن مسعود اور سفیان ثوری سے منقول ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب دنیا کے دھندے تمہارے دل کو پریشان

کہیں تو مرنے والوں کی یاد سے دل کو تسلی دوا اور اس طرح تمہارے
دل کو تسلی ملے گی۔ ہاں اگر کوئی شخص قبر کو سجدہ اور طواف کرے
اور دعا کرے کہ اے بزرگ! یہ کام بنا دے، تو بت پرستوں سے
مشابہت کی ہے؟

شاہ صاحب کی بات ختم ہوئی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور
عبدالحق محدث دہلوی ہر دو حضرات تصوف اور شریعت کے جامع اور عالم
ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے پیر پرستوں کے تو تسل کو حرام، شرک اور
بت پرستی کہا ہے۔ البتہ تو تسل کی پہلی دو صورتیں:
۱۔ بزرگ کے وسیلہ سے خداوند تعالیٰ سے دعا مانگنا۔
۲۔ بزرگ کو دعا کے لیے کہنا۔

اگرچہ بعض کے نزدیک جائز ہیں مگر بزرگان دین کا اختلاف
ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ نامہ
میں فرماتے ہیں:-

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے
سوا دوسرے لوگوں کی قبروں سے استمداد یعنی دعا کی درخواست کرنا،
اکثر فقہاء اس کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ زیارت قبور کا مقصد فقط
دعا، استغفار اور تلاوت قرآن ہے۔ یہ اکثر فقہاء کا مسلک ہے اور
بعض تھوڑے فقہاء اور مشائخ صوفیہ نے تو تسل کو ثابت کیا ہے؟

یہاں سے معلوم ہوا کہ فقہاء منع کرنے والے زیادہ ہیں اور
اجازت دینے والے تھوڑے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث نے یہی بات
النبوة جلد دوم ص ۶۱ پر بحوالہ فتح القدیر شرح ہدایہ لکھی ہے۔ نیز فتاویٰ
جلد اول ص ۹۹:

سوال:- اس طرح سے مدد مانگنا، اے فلاں بزرگ خداوند تعالیٰ سے

۱۔ اس سلسلہ میں ”آداب الدعاء“ تالیف مولانا محمد حنیف زردانی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

ماہیت مانگ، اور میری سفارش کر، اور دعا کر، درست ہے یا نہیں؟

جواب:- مردوں سے مدد مانگنا، خواہ قبر پر ہو، یا دُور سے ہر صورت میں بدعت
ہے، صحابہؓ اور تابعین کے دُور میں یہ طریقہ نہ تھا، لیکن اس بات میں
اختلاف ہے کہ یہ بدعت اچھی ہے یا بُری؟ نیز استمداد کے طریقوں
کے حکم بدل جاتا ہے۔ یہ سوال کی صورت بننا ہر تو جائز ہے۔ مگر بزرگ
سے دعا کی خواہش کرنا روایت سے ثابت نہیں اور خلاف سنت بھی ہے
بزرگ کو دعا کے لیے کہنا۔ اس کے بعض فقہاء اور صوفیہ نے جائز کہا
ہے مگر اکثر فقہاء ناجائز کہتے ہیں اور بزرگ کو مختار سمجھ کر درخواست کرنا حرام
اور شرک ہے۔ پہلی صورت جائز ہے، دوسری خلاف سنت اور بدعت ہے
تیسری چیز خالص شرک ہے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق
محدث دہلوی کا یہ فرمان ”اے مروی و مسنون سلام بر موتی و استغفار و التماس
را و قرأت قرآن است؟“ یعنی روایت سے ثابت اور سنت طریقہ توڑوں
پر سلام کہنا اور ان کے لیے استغفار کرنا اور تلاوت قرآن ہے اور
اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ سنت نہیں۔

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا قبر والوں سے دعا کی خواہش کو بدعت
کہنا اور اس کے اچھا یا بُرا ہونے میں علماء کا اختلاف کرنا، اس بات کی صاف دلیل ہے
کہ بزرگ کو دعا کی درخواست کرنا سنت اور روایت کے مرتبہ سے گرا ہوا ہے اور
بدعت ہے۔ خلاصہ یہ کہ قبر والوں سے دعا کی درخواست کرنا شیخ کے نزدیک
سنت نہیں اور شاہ صاحب کے نزدیک بدعت ہے۔ شاہ صاحب نے اور بھی
صاف کر دیا کہ مردوں سے مدد مانگنا خواہ قبر پر ہو بے شبہ بدعت ہے، صحابہؓ اور
تابعین کے زمانہ میں یہ چیزیں نہ تھیں، البتہ علماء کا اختلاف ہے کہ یہ بدعت اچھی
ہے یا بُری۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تو اختلاف کا لفظ فرما کر بات کو ختم کر دیا
مگر ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کو زیادہ تفصیل مہیا کریں۔

بدعت کیا ہے؟

مَا أَحْدَثَ فِي الدِّينِ - بدعت کی دو قسمیں مشہور ہیں، اچھی بدعت اور بُری بدعت۔ بُری بدعت کی تعریف علمائے اسلام نے یہ کی ہے۔ وہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود نہ ہو، قولاً نہ فعلاً، نہ تقریراً نہ صراحۃً نہ اشارۃً۔ مگر اہل بدعت کے اطمینان کے لیے ہم بدعت کی وہی تعریف کرتے ہیں جو مولوی عبدالمسیح رامپوری نے انوارِ ساطعہ میں لکھی ہے۔ انما المحدث بدعة تراغم سنتہ ما موراً بیھا اور ترجمہ یہ کیا ہے یعنی وہی بدعت منع ہے، جو مثالی ہو، کسی سنت کو۔ آگے فرماتے ہیں یکرہ البدع اذا رغمت اللہ واما اذا لم یراغما فلا یکرہ۔

ترجمہ: وہی بدعتیں ناپسند ہیں جو سنت کو مٹائیں، لیکن جو بدعتیں سنت کو نہ مٹائیں وہ ناپسند نہیں ہیں۔

اب ہم بریلوی حضرات سے پوچھتے ہیں کہ بدعت کا جو معیار آپ کے پیر جی نے قائم کیا ہے کیا استمداد کے مسئلے کو اس پر جانچنے کی اجازت ہے؟ بُری بدعت وہ ہے جو سنت کو مٹائے۔ ہمارے خیال میں استمداد کی بدعت نے دو سنتیں مٹائی ہیں۔ ایک استغفار، دوسری زیارتِ قبور کا مقصد۔ اگر کسی بدعتی کو کہا جائے کہ اولیاء اللہ کی قبروں پر جا کر ان کے واسطے گناہوں کی بخشش مانگنی چاہیے تو دیکھیے کیا جواب دیتا ہے۔ اولیاء اللہ کے واسطے استغفار؟ گناہوں کی بخشش؟ کیا کہتے ہو؟ کیا اولیاء اللہ گنہگار ہیں؟ تو بہ، تو بہ، کیا کوئی بریلوی کسی بزرگ کی قبر پر جا کر استغفار کرنے کو تیار ہوگا؟ یا اللہ میرے اور اس بزرگ کے گناہ بخش دے۔ یہ کہنا بریلوی

کلمہ کفر کے برابر ہوگا اور ضرور بے ادبی سمجھے گا۔ کوئی بریلوی مولوی اس بیان تو کرے پھر دیکھیے اس کا کیا حشر ہوتا ہے؟ حالانکہ یہ سنت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ اُحد کے شہیدوں کے لیے تمام صحابہؓ کی قبروں پر جا کر ان کے واسطے گناہوں کی بخشش مانگتے تھے۔ اس سے یہ سنت قائم ہوئی، مگر بریلوی حضرات اس سنت کو بزرگوں کی سخت بے ادبی سمجھتے ہیں۔ یہ مرضِ استمداد سے پیدا ہوا ہے۔ استمداد کا عقیدہ آپ بزرگ سنت کا باعث ہوا تو اب یہ کیسی بدعت ہے؟ آپ ہی فرمائیں۔ استمداد کے عقیدہ نے دوسری سنت جو مثالی ہے وہ زیارتِ قبور کا استمداد ہے۔ ارشاد ہوتا ہے قبروں کی زیارت کیا کرو اس سے موت یاد آتی ہے، زیارتِ قبور کا فائدہ یہی بیان فرمایا کہ قبر کو دیکھنے سے دنیا کی ہوس کم ہوتی ہے، موت یاد آتی ہے، دنیا کی بے ثباتی، ناپائیداری اور بے وفائی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ مومن مخلص کو یہ ایمانی غذا کا ہے بگاڑے ملتی رہے تو دل دنیا میں گرفتار ہوتا۔ تعلیمِ نبوت تو یہ ہے اور یہ مقصد ہر قبر سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اہل بدعت کی خدمت میں عرض ہے کہ خدا کے لیے کبھی تو سچی بات کہہ دیا کرو کیا آپ لوگ ہر گناہ دین کی قبروں پر موت کی یاد تازہ کرنے جاتے ہیں؟ کچھ نذر و نیاز لیتے ہیں، کچھ دنیا کی مرادیں مانگتے ہیں۔ بس دکان سمجھ رکھی ہے۔ بزرگوں کی قبروں پر جانے والے جملہ ریح بیت اللہ کی طرح عظمت اور احترام کا جذبہ لے کر جاتے ہیں۔ بعض جاہل تو حج بھی کرتے، میں، چنانچہ پچھلے سالوں کے اندر سندھ میں ایسا ہونے لگا تھا، گورنمنٹ پاکستان نے سختی سے بند کیا۔ وہاں جا کر ان لوگوں کے دل پر وہ ہیبت طاری ہوتی ہے جو نمازیں تمام عمر نہیں ہوتی، حالانکہ ہمارا گاہِ الہی ہے۔ جب سے یہ عقیدہ چلا ہے کہ بزرگوں کو خدا نے سب کچھ دے دیا ہے۔ اب بزرگوں کی عطا کی مثال آنکھ کی سی ہے آنکھ دینے والے نے دے دی، اب دیکھنے والے کو اختیار ہے،

جب چاہے آنکھ کھولے اور دیکھے۔ اسی طرح بزرگ جب چاہیں جو چاہیں لوگوں کو اپنے پاس سے دیتے ہیں۔ خدا نے ان کو سب ایک ہی دفعہ دے دیا ہے۔ اس عقیدہ نے ہماری قوم میں یہ نتائج دیکھے ہیں کہ تمام مراسم عبادت روزہ، نماز، خیرات، حج تک بزرگوں کو ہونے لگے ہیں۔ نذر و نیاز، قبروں پر غلاف چڑھانا، پراغی جلانا، طواف، منیتیں ماننا اور کام ہو جائے تو بزرگ کی مہربانی سمجھنا، کیا کچھ ہو رہا ہے۔ اور اگر کچھ فرق باقی ہے تو چند دنوں میں نکل جائے گا۔ رہے کہ یہاں لفظ استمداد سے مراد بزرگوں سے دعا کی درخواست کرنا۔ استمداد کا طریقہ ہمیں کتنی سنتوں سے محروم کر رہا ہے، کتنی بدعتوں پر آمادہ کر رہا ہے، کتنے حرام کام ہم کرنے لگ گئے ہیں۔ کیا اب بھی کوئی نفس بند کر کے کہے گا کہ یہ ابھی بدعت ہے۔ تو تسل اور استمداد کا طریقہ برا نہیں اور بعض صورتیں اس کی جائز بھی ہیں مگر ہماری قوم کے جہلاء کا دماغ گھوم چکا ہے اور پلید برتن میں جو چیز پڑتی ہے وہی پلید ہو جاتی ہے۔ حالات کی تبدیلی سے مسائل بدل جاتے ہیں۔ بیان ہو چکا ہے کہ استمداد کا طریقہ سنت نہیں بدعت ہے، اب بدعت کی تعریف حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوب سے سنئے۔ مکتوب دفتر اول ص ۴۵۵۔

”عقل مند کا قاعدہ ہے کہ نقصان کے خطرہ میں بڑے بڑے فائدے چھوڑ دیتے جاتے ہیں۔ اسی کے قریب ہے وہ بات جو علماء نے فرمائی ہے۔ جو چیز کہ سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو (اُسے چھوڑ دینا چاہیئے) وہاں بدعت کو چھوڑنا سنت کے ادا کرنے سے زیادہ ثواب ہے یعنی ایک ہی چیز ہے۔ اس کو کچھ علماء سنت کہتے ہیں، کچھ بدعت کہتے ہیں جیسا کہ ہمارے اور بریلویوں کے اکثر اختلافات اسی قسم کے ہیں تو ان

کاموں کو سنت سمجھ کر کرنے سے بہتر یہ ہے کہ بدعت سمجھ کر چھوڑ دیا جائے۔ آگے فرماتے ہیں یعنی بدعت میں نقصان کا خطرہ ہے اور سنت میں نفع کی توقع ہے۔ پس نقصان کے خطرہ کو نفع کی امید پر ترجیح دیتے ہوئے اس بدعت کو چھوڑ دینا چاہیئے تعجب نہیں کہ اس کام کو سنت سمجھ کر کرنے سے کوئی اور نقصان پیدا ہو جائے مطلب یہ ہے کہ ایسے کاموں کو جن کے بدعت یا سنت ہونے میں جھگڑا ہو بدعت ہی قرار دیا جائے جیسا کہ ترک بدعت باید نمود کے لفظ سے مستفاد ہے۔ اور اگر اسے سنت سمجھ کر کیا گیا تو ممکن ہے دوسری صورت میں اس کا نقصان ظاہر ہو، جیسا کہ کوئی دوا ایک مرض کے لیے تو مفید ہو، مگر بدن میں بڑی بڑی بیماریاں پیدا کر دے۔“

حضرت امام مجدد الف ثانیؒ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام ہمارے اور بریلویوں کے درمیان فیصلہ کن ہے۔ جتنی بدعتوں کو یہ لوگ جائز قرار دینے کے لیے کہہ رہے ہیں وہ سب بدعتیں بڑے پھیل دیتی ہیں مثلاً مسائل ثواب پر سب کا اتفاق ہے، لیکن ایک دن مقرر کرنا، اور اس کی پابندی لازماً قرار دینا یہ بدعت ہے۔ یہ تعین اگر انتظام کے لیے ہے تو انتظامی کاموں میں ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں یہ کیوں نہیں بدلتی اس میں یہ لوگ خوبی سمجھتے ہیں۔ مصنف رسالہ مسئلہ گیارھویں نے جھوٹے حوالے دے کر ایک کمزور ثابت کمری کی اور آخری صفحہ پر سید صاحب نے اس ساری عمارت کو ایک دھوکے سے گرا دیا۔ رد کفی اللہ المؤمنین القتال (الآیت) اب یہ لوگ عرس کو خدا جانے سنت اور کیا کیا بنا رہے ہیں۔ مگر امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی آیتیں کوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہو رہی ہے۔

عرسوں کے میلے بنتے جاتے ہیں اور میلوں میں بد معاشی، ناچ گانا،

چوری دنگ فساد بن گیا ہے۔ یہ میلے تمام کے تمام عرسوں کی بگڑی ہوئی صورت ہیں۔ کسی کو شک ہو تو پیرانِ کلیہ کا میلہ جا کر دیکھے جہاں ہزاروں کی تعداد میں طوائف ہر سال جاتی ہیں اور زنا کی منڈیاں ہفتوں تک بنی رہتی ہیں، امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا کہ اس بدعت کو اگر نہ چھوڑا گیا اس کے نقصانات دوسری صورت میں ظاہر ہوں گے۔ یہ بکلی علامت ہے کہ درخت اپنے پھل سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ اللہ ہدایت دے قوم کا ستیا کر دیا، کس طرف ڈال دیا قوم کو صرف اپنے پیٹ کے لیے۔

یہ بات بھی اس صورت میں جب کہ کوئی چیز سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو۔ لیکن جو بدعت اعلیٰ نہ سنت کو مٹا رہی ہے جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے تو کیا اب بھی وہ بدعت حسنہ ہوگی؟

فیروز مکتوبات شریف دفتر اول صفحہ ۸۶ کا حوالہ ملاحظہ ہو:-
 ”اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے عاجزی و زاری سے سوال کرتا ہوں کہ جو چیزیں دین میں نئی پیدا ہوئیں اور ایجاد کی گئیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھیں۔ اگرچہ وہ چیز روشنی میں صبح کے سپیدہ کی طرح ہو۔ اس فقیر اس جماعت کے ساتھ جو میرے مرید ہیں اس بدعت کے کرنے میں گرفتار نہ کرے۔ بہ طفیل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: ایک اچھی، ایک بُری۔ اچھی اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بعد پیدا ہوئی اور کسی سنت کو نہ مٹائے۔ اب حضرت مجدد بدعت کی عام علماء نے جو تقسیم کی ہے اس کے بعد اپنی تحقیق بیان فرماتے ہیں (یہ فقیر یعنی امام مجددؒ ان ساری بدعتوں میں سے کسی بدعت میں اچھائی

اور نہایت نہیں سمجھتا، اور اندھیری اور گدلپن کے سوا کچھ نہیں محسوس کرتا۔ اگر بالفرض کوئی شخص بدعتی کام کو آج دنیا کی نظر کی کمزوری کی وجہ سے تروتازہ دیکھے تو کل بروز قیامت جب کہ آنکھوں کی بینائی تیز ہو جائے گی، یعنی حقیقت سے پردہ اٹھ جائے گا اور ہر شخص ہر چیز کو اصلی صورت میں دیکھے گا تو یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ خسارہ اور شرمندگی کے سوا نتیجہ کچھ نہیں۔ بیست۔ صبح کے وقت تجھے صاف معلوم ہو جائے گا کہ اندھیری رات میں تو کس بد صورت معشوق سے عشق کرتا رہا ہے۔

سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جو شخص دین میں ایسی باتیں پیدا کرے جو دین میں نہیں ہیں تو وہ چیز مردود ہے۔ اب جو چیز مردود ہو اس میں حسن اور خوبی کہاں سے آئے گی؟ حضرت امام مجددؒ اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ بدعت اچھی کوئی بھی نہیں ہوتی، بدعت اور اچھی، یہ کیسے ہو سکتا ہے، سب بدعتیں مردود ہیں، آگے فرماتے ہیں:

حدیث: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انا بعد سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے، اور بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور بدترین کام وہ ہیں جو دین میں ایجاد کیے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ نیز فرمایا۔

حدیث: میں تم کو نصیحت کرتا ہوں، اللہ سے ڈرنے کی، حکم ماننے کی، اور تابعداری کی، اگرچہ تمہارا امیر حبشی غلام ہو، اور جو شخص میرے بعد دنیا میں دن گزارے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا جیسا کہ بدعتیوں کا اختلاف، پس تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو پکڑنا۔ اس کو مضبوط پکڑو اور دانتوں

سے پکڑو، اور بچو بدعت کے کاموں سے۔ کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ پس بدعت میں حُسن اور خوبی کہاں سے آئے گی؟ آگے فرماتے ہیں:- کہ حدیثوں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر بدعت کسی سنت کو مٹاتی ہے بعض کی خصوصیت نہیں، سب بدعتیں ایسی ہیں۔ پس ہر بدعت بُری ہوگی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جب کوئی قوم بدعت نکالتی ہے تو اتنی سنت ان کے ہاں سے مٹ جاتی ہے۔ پس سنت کو مضبوط پکڑنا بدعتیں ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت حسانؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی قوم دین میں نئی بات نکالتی ہے تو خداوند تعالیٰ (اس کی سزائیں) اتنی سنت ان سے چھین لیتا ہے، پھر قیامت تک وہ سنت ان کو نصیب نہیں ہوتی۔ کیونکہ بدعتی لوگ بدعت کو ہی سنت سمجھنے لگتے ہیں، اس مرکب جہالت کا کیا علاج ہو، اور جاننا چاہیے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء اور صوفی ابھی بدعت کہتے ہیں، جب غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی سنت کو مٹانے والی ہیں۔ مثلاً میت کے کفن میں عالموں نے پکڑی باندھنا ابھی بدعت کہا ہے باوجودیکہ یہی بدعت سنت کو مٹانے والی ہے۔ کیونکہ سنت تعداد کفن میں تین ہیں اور زیادتی سنت پر سنت کو منسوخ کرنا ہے، اور منسوخ کرنا مٹانا ہے۔ اسی طرح نماز کی زبان سے نیت کرنا علماء نے اچھا سمجھا ہے کہ دل کے ارادہ کے ساتھ نیت کے الفاظ زبان پر بھی جاری ہوں تو بہتر ہے۔ یہ بدعت حسنہ سمجھی گئی ہے، مگر یہ ایک ضروری فرض کو مٹاتی ہے۔ کیونکہ اکثر لوگ زبان سے کہنا کافی سمجھتے ہیں اور دل سے غافل رہتے ہیں۔ اسی طرح تمام بدعتیں اور من گھڑت چیزیں سنت پر زیادہ کرنا ہے۔ اگرچہ کسی طرح بھی ہو، اور زیادتی نسخ ہے۔ نسخ مٹانا ہے۔ پس لازم ہے تم پر سنت کی پابندی کرنا اور صحابہؓ کی پیروی کرنا، کیونکہ وہ سب ستارے ہیں جس

کی پیروی کرو گے ہدایت مل جائے گی۔ لیکن قیاس اور مجتہدوں کا اہتمام تو یہ ہرگز بدعت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ قرآن حدیث کے مطالب واضح کرتا ہے کوئی زائد چیز نہیں ہے پس غور کرو ائمہ والو! (مکتوب ۱۸۶ دفتر اول)

اس مکتوب میں ایک بہت بڑا اصول یہ معلوم ہوا کہ زیادہ بھی نسخ کی چیزیں سنت سے ثابت نہیں ہیں ان کو خلاف سنت ہی سمجھا جائے گا۔ کیونکہ سنت پر کچھ بڑھانا سنت کو مٹانا ہے۔ یہ مضمون دفتر دوم میں خوب واضح ملے گا۔ بریلوی حضرات اس مکتوب پر غور فرمائیں۔ ارشاد شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زیارت قبور کے وقت سنت انتظار دعا اور قرأت قرآن ہے۔ باقی جو کچھ بڑھاؤ گے، استدلال کے ساتھ سنت کو مٹانا ہے۔ اس لیے یہ بدعت سیئہ ہوگی۔ یعنی بدعت۔

حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ہر آدمی ان کے آثار میں برکت حاصل کرنے کے لیے، اور بارگاہِ شریف میں شرف قبول کی اُمید پر کچھ حوالے اور لکھتے ہیں۔ مکتوبات صفحہ ۲۷ دفتر دوم مکتوب ۱۲۳:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ
عَلِيِّهِمَا وَرَبِّ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ۔ وہ نصیحت جو فرزندِ عزیز،
اور تمام احباب کو کی جاتی ہے سنت کی پیروی ہے اور بدعت
نارباب سے پرہیز کرنا ہے۔ چونکہ اسلام اس زمانہ میں غریب
ہو چکا ہے اور مسلمان بھی نادر و نایاب ہو رہے ہیں، بریلوی
(مکتوبات میں) اور مسلمان دن بدن نایاب ہوتے جائیں گے اس
سبب کہ اللہ تعالیٰ کے دلائل میں ہر کوئی نہ رہے گا اور قیامت

بدترین لوگوں پر قائم ہوگی۔ سعادت مند وہ شخص ہے جو اس غربت کے زمانہ میں چھوڑی ہوئی سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور رواج پانے والی بدعتوں میں سے کسی بدعت کو مارے۔ وہ وقت ہے کہ خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے ہزار سال گزر چکا ہے۔ قیامت کی علامات اور نشانیاں اپنا پیر تول رہی ہیں اور سنت زمانہ نبوت کی دوری کی وجہ سے پردہ میں چھپ گئی ہے۔ جھوٹ پھیل جانے کی وجہ سے بدعت سامنے آرہی ہے (مطلب یہ ہے کہ جھوٹ بہت پھیل چکا ہے۔ دین میں جھوٹے اور بے بنیاد مسئلے بہت شامل ہو چکے ہیں اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو دین باپ دادا سے ہم نے دیکھا ہے وہی اصلی دین ہے) اب کوئی غمناک ہونا چاہیے جو سنت کی امداد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا رواج پانا دین کی بربادی کا باعث ہے اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کی عمارت کو گرانا ہے۔ جس شخص نے صاحب بدعت کی تعظیم کی اس نے اسلام کی عمارت گرانے میں مدد کی۔ یہ روایت تم نے سنی ہوگی، ساری ہمت اور ارادہ سے اس بات کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ کسی سنت کی ترویج اور اشاعت کی جاسکے، ہر زمانہ میں اور خصوصاً اسلام کے اس ضعف کے زمانہ میں اسلامی اصولوں کو قائم کرنا سنت کی ترویج سے وابستہ ہے اور بدعت کو دیران کرنے سے گزشتہ لوگوں نے بدعت میں کوئی خوبی دیکھی ہوگی۔ جو انہوں نے بعض بدعتوں کو اچھا کہا ہے۔ لیکن یہ فقیر حضرت امام مجتہد (الف ثانی) اس مسئلہ میں ان کے ساتھ موافق نہیں ہے اور بدعت کے کسی فرد کو اچھا نہیں سمجھتا۔ اندھیری اور کدورت

کے سوا بدعت میں کچھ نہیں دیکھتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ یہ بدعت گمراہی ہے اور جاننا چاہیے کہ اسلام کے ضعف اور غربت کے زمانہ میں سلامتی سنت ادا کرنے میں ہے اور بربادی بدعت میں۔ خواہ کوئی بدعت ہو۔ بدعت کو پہلے یا کسی کی طرح سمجھنا چاہیے جو اسلام کی عمارت کو کھود ڈالتی ہے اور سنت کو چمکتا ہوا ستارہ سمجھنا چاہیے جو گمراہی کی اندھیری رات میں سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ اس وقت کے علماء کو خداوند تعالیٰ توفیق دیں کہ کسی بدعت کی اچھالی میں زبان نہ کھولیں اور کسی بدعت کے کرنے کا فتویٰ نہ دیں۔ اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں سپیدہ صبح کی طرح روشن ہو۔ کیونکہ سنت کے علاوہ ہر چیز میں شیطان کی فریب کاریوں کا بہت غلبہ ہے۔ پہلے زمانہ میں چونکہ اسلام مضبوط اور طاقت ور تھا اس لیے بدعت کے اندھیروں کو برداشت کر سکتا تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بدعت کے بعض اندھیروں نور اسلام کی سخت چمک دمک میں نورانی نظر آتے ہوں (قاعدہ ہے کہ جہاں روشنی بہت زیادہ ہو وہاں سیاہ چیزیں بھی چمکتی ہیں) اسی لیے ان کو بدعت حسنہ کہا گیا ہے۔ اگرچہ درحقیقت بدعت میں کچھ نور نہیں تھا لیکن اس وقت جو اسلام کے ضعف اور کمزوری کا وقت ہے بدعت کے اندھیروں کو برداشت کرنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ اس موقع پر متقدمین اور متخرمین علماء کا فتویٰ جاری نہ کرنا چاہیے کیونکہ ہر وقت کے احکام الگ ہیں یہ اصول یاد رکھنا چاہیے) اس وقت سارا جہان بدعت کے زیادہ ظاہر ہونے کی وجہ سے اندھیروں کا سمندر نظر آتا ہے اور سنت کا نور نادر اور کمیاب ہونے کی وجہ سے

جنگوں کی طرح کمزور نظر آتا ہے۔ حضرت امام مجدد کو تو دنیا میں بدعت کے پھیلتے ہوئے سمندر نظر آ رہے ہیں مگر مولوی محمد عبداللہ صاحب سے پوچھیے تو وہ فرمائیں گے بدعت کہاں ہے سنت ہی سنت ہے۔ سچ ہے۔

آنکھیں جو بند کی ہوں تو پھر دن بھی رات ہے

آگے فرماتے ہیں:- بدعت اندھیروں کو بڑھاتی ہے اور سنت کے نور کو کم کرتی ہے اور سنت کام بدعت کے اندھیروں کو کم کرتے ہیں، اور نور کو بڑھاتے ہیں۔ اب جو شخص چاہے تو بدعت کا اندھیرا بڑھالے اور جو شخص چاہے سنت کا نور بڑھائے جو چاہے شیطان کی جماعت کو بڑھائے، جو چاہے اللہ کی فوج میں شامل ہو، اس وقت کے صوفی اگر انصاف پر آئیں اور اسلام کی کمزوری اور جھوٹ کی پھیلاؤٹ دیکھ لیں تو چاہیے کہ سنت کے علاوہ کسی چیز میں اپنے پیروں کی پیروی نہ کریں۔ بناوٹی چیزوں کو پیروں کے عمل کے یہاں سے نہ کریں۔ سنت کی اتباع یقیناً نجات دینے والی ہے اور خیرات و برکات کا پھل دینے والی ہے اور سنت کے سوا کسی چیز کی پیروی میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔

ناظرین! یہ مکتوب گرانی اسلوب کئی اصول بیان کرتا ہے:

۱۔ احکام حالات کی تبدیلی سے بدلتے ہیں۔ شروع میں اگر بزرگوں میں سے کسی نے عرس وغیرہ کی اجازت دی ہے، یا اس میں چشم پوشی کی ہے تو ان کا ماحول اپنا تھا۔ ہمارا ماحول اگر دیکھتے تو چلا اٹھتے۔ دیکھیے حضرت امام مجددؒ کو ہر طرف بدعت کے سمندر سنت کے جنگوں پر حملہ آور نظر آتے ہیں۔ جب چار صدیاں اور گزر چکی ہیں تو اب ہماری کیا حالت ہوگی؟ مگر افسوس بریلوی حضرات ان باتوں پر غور نہیں کرتے۔

حضرت امام مجددؒ صوفیوں کو سبق پڑھا رہے ہیں کہ تمہارے پیر اگر سنت کی حالت کریں تو تم ان کی پیروی نہ کرو۔ مگر یہاں اُٹنی گنگا چلتی ہے، یہاں کا عقیدہ ہے کہ قرآن حدیث کے خلاف بزرگوں کے قول سے کوئی جاتا رہے۔ افسوس سے کہا جاتا ہے کہ حضرت امام مجددؒ جن لوگوں کو دیکھ بھی نہیں سکتے مخلص میلاد وغیرہ آج یہ بدعتیں سب سے زیادہ

ان کے مریدوں میں ہی پھیل ہوئی ہیں۔

مکرات شریعت دفتر دوم صفحہ ۱۰۳ مکتوب ۵۴:

بدعت کے نام و نشان سے پرہیز، یہاں تک کہ اچھی بدعت سے بھی تم گناہ مت کرو۔ جتنا بُری بدعت سے، تب تک اس بدعت یعنی قبولِ الہی کی دولت سے کچھ خوشبو اس کی جان کو نصیب نہ ہوگی، اور یہ چیز آج کل مشکل ہے کیونکہ سارا جہان بدعت کے غمروں میں غرق ہے اور بدعت کے اندھیروں میں آرام پایا ہے۔ کس کی مجال ہے کہ بدعت کو اٹھانے یا مٹانے کا دم دے اور سنت زندہ کرنے پر لب کھولے۔ اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے ہیں اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔ جو بدعتیں چیل جاتی ہیں اور سب دنیا میں رواج پکڑ جاتی ہیں ان کو مٹا۔ دستور اور رواج سمجھ کر جائز ہونے، بلکہ اچھا ہونے کا فتویٰ دینے لگ جاتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی رہنمائی کرتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں: یہ تو بتائیں کہ اگر گمراہی عام ہو جائے اور جھوٹ چل جائے تو کیا یہ عام دستور اور رواج بن جاتا ہے۔ کیا نہیں جانتے کہ دستور اور رواج جو معتبر ہے وہ ہے جو صدرِ اول یعنی خیر القرون میں تھا۔ مراد صحابہؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ کا دور ہے یا تمام مسلمانوں کے اتفاق سے جو بات حاصل ہو جیسا کہ فتاویٰ غیاثیہ میں شیخ الاسلام

شہیدؒ نے فرمایا ہم علماءِ بلخ کی پسند کا اعتبار نہیں کرتے ہم تو
زمانہ کے فقہاء کی بات مانتے ہیں کیونکہ کسی شہر میں کسی بات کا
پانا جواز کی دلیل نہیں ہے جب تک پہلے زمانہ سے لے کر اب تک
کسی بات کا دستور نہ ہو۔ کیونکہ اگر شروع سے کسی بات کا رواج نہ
ہو تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے لوگوں کو اس بات پر قائم کیا ہے، پس یہ شریعت ہوئی ہوگی
کوئی چیز شروع سے نہ آرہی ہو تو لوگوں کا کسی کام کو کرنا اس
کی دلیل نہیں ہے کہ یہ حکم شریعت ہے۔ ہاں اگر کوئی رواج تمام
شہروں اور ملکوں میں ہو (اور کسی کا اختلاف نہ ہو) تو یہ اجماع
اور یہ اجماع حجت اور دلیل ہے۔ آگے فرماتے ہیں: کچھ لوگوں
کا کسی کام کو کرنا، یا کسی زمانہ میں کسی بات کا رواج پکڑنا، اگر شریعت
کی دلیل بن جائے تو شراب پیچنا اور سود کھانا بھی جائز ہو سکتا ہے
ناظرین! حضرت امام مجتہد الف ثانیؒ کا کلام آپ نے پڑھا
غور کریں بریلویوں کا اور ہمارا جھگڑا صرف یہی ہے کہ جو باتیں بہت قوی
پیداوار ہیں جن کی قرآن کریم، حدیث شریف اور فقہ کلام میں کچھ اصل نہیں
کو یہ لوگ بدعت تو مانتے ہیں مگر اچھی بدعت کہتے ہیں۔ حضرت امام مجتہد
نے جس ناک پر کھٹی بیٹھتی ہے وہ ناک ہی اڑا دی کہ بدعت اور بدعت
کیسے ہو سکتا ہے۔ سب بدعتیں بُری ہیں جو لوگ حضرت امام مجتہد الف ثانیؒ
سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے وابستگان ہیں امید ہے کہ ان چیزوں کو
سوچیں گے، ورنہ یاد رکھیں کہ صفائے وطن اور بدعت کا سخت بیزاری
وجہ ہے کہ تصوف جیسی مقدس چیز آج چند منافطوں اور وہمات کا مجموعہ بن کر
تقلیدِ دوسہ مقتدا ان بے معنی

بدنام کند رہ جو ان مردان را

حضرت امام مجتہدؒ نے ایک بہت قیمتی اصول بیان فرمایا ہے کہ جو چیز بدعت
کے درمیان جھگڑے میں ہو اس کو بدعت سمجھ کر چھوڑ دینا چاہیے انصاف
کا سارا بریلوی مذہب بدعت پر کھڑا ہے مگر ہم علی السبیل التذیل کہتے ہیں،
اور سنت اور سنت کے درمیان تردد کی صورت ہے۔ پھر بھی بقول امام
مجتہدؒ نے کے قابل ہوا۔ یعنی بریلوی مذہب چھوڑنے کے قابل ہے۔ بدعت
کی اصول ثانی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہے: لَآئِنَّهُ اِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ
بَيْنَ مَذْهَبَيْنِ وَ سُنَّةٍ كَانَتْ تَرْكُ سُنَّةٍ سَاجِحًا عَلَى فَعْلِ الْبِدْعَةِ
فَإِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ مَذْهَبَيْنِ وَ سُنَّةٍ كَانَتْ تَرْكُ سُنَّةٍ سَاجِحًا عَلَى فَعْلِ الْبِدْعَةِ
جب کسی کام کے سنت اور بدعت کہنے میں تردد ہو تو اس سنت
کو اپنا بہتر ہے اس بدعت پر عمل کرنے سے۔

بریلویوں کو اگر پیروں کی طرف سے مجبوریاں ہیں تو حضرت مجتہد رحمۃ اللہ
نے یہ فیصلہ بھی فرمادیا کہ انصاف تو یہی ہے کہ مریدین سنت کے علاوہ کسی
پیروں کی تابعداری نہ کریں۔ مگر یہ مجتہدؒ کی آواز مجتہدوں تک کون پہنچائے
اور مریدی مریدی ایسی بلیک مارکیٹ بن چکی ہے کہ مرید بناتے ہی کہہ دیا جاتا
ہے کہ علماء کے پاس مت جاؤ، یہ علماء ظاہر ہیں ان کو کیا خبر؟ یہ لوگ بے ادب ہوتے
ان سے بچو۔ اس پردہ میں اندھیرا پھیلاتے ہیں، قرآن و حدیث سے غفلت
رکھتے ہیں۔ اسی اندھیرے میں ان کی دکان چلتی ہے اگر حضرت مجتہدؒ بھی کیا
کمال ہیں کہ بدعت کی جڑ تباہی فرمادیا کہ یہ بدعت کی بیماری مریدوں کو پیروں
تک پہنچے، اگر مرید عقل والے ہوں تو پیروں کی خلاف سنت پیروی چھوڑ دیں، بچا کر
اپنے کو کیا خبر سنت کیا ہوتی ہے؟ کچھ تعویذات، کچھ علیات کا کاروبار چلتا ہے اس کے
پیشہ مارنا اور کبھی کبھی بے نیکی باتیں کرنا پیر بننے کے لیے کافی ہے۔ بریلوی حضرت خدا

اے چشمِ اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

بحث ندائے استمدادی

خداوند تعالیٰ کے ہوا کسی کو حاضر ناظر سمجھ کر پکارتا۔

رسالہ لہذا کی تمہید میں آیات اور احادیث سے استعانت اور استمداد کے لئے چکے ہیں۔ ناظرین وہ حوالے پھر غور سے پڑھیں۔ یہاں سب سے پہلے حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد دُنیئے! :-

”حاضر کے لفظ سے بلانا چند صورتوں میں جائز ہے :-

۱۔ جن اشعار میں ”یا“ اور دوسرے حرفِ ندا ہوں ان کو شوق اور محبت کے غلبہ سے پڑھنا جب کہ بلانے اور پکارنے کی نیت نہ ہو۔ جیسا کہ اہل باد صبا کو مخاطب کرتے ہیں۔ اے ہوا! میرا پیغام مدنیہ متورہ لے جا۔ تو ہوا کو بلانا مقصود نہیں ہوتا۔ اس قسم کے غلبہ محبت میں یا رسول اللہ کہنا جائز ہے۔ جب کہ حاضر ناظر کا عقیدہ نہ ہو، شعرا کا کلام اسی پر ہوتا ہے (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۶۶، ۸۸)

۲۔ حاضر ناظر سمجھ کر یا رسول اللہ کہنا اس خیال سے کہ حضور ہر جگہ حاضر ہیں، ہمیں دیکھ رہے ہیں، ہر چیز کا علم مستقل آپ کو حاصل ہے، اب خداوند تعالیٰ کے بتانے کی ضرورت نہیں رہی تو یہ شرک ہے اگر شوق و محبت میں کہے تو یہ جائز ہے۔ اگر اس خیال سے پکارے کہ شاید خداوند تعالیٰ میری آواز آپ تک پہنچا دیں تو ہر جگہ نہیں اور الصلوٰۃ والسلام عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ کہنا جائز ہے کیونکہ فرشتے پہنچا دیتے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۵)

۳۔ اس خیال پر یا رسول اللہ کہ یہ لفظ میرے اعمال میں لکھ لیا جائے گا اور جب فرشتے میرے اعمال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے

کریں گے تو یہ لفظ بھی اسی طرح بارگاہِ نبوت میں پہنچ جائے گا۔ یہ بھی جائز ہے۔

۴۔ اگر کوئی شخص روضہ النور پر حاضر ہو (زہدہ قسمت) تو چونکہ آپ کو وہاں یقیناً سنتے ہیں، اس لیے یا رسول اللہ بھی کہہ سکتا ہے، تو تسل اور استمداد بھی کر سکتا ہے بشرطیکہ شریک نہ ہو۔

۵۔ یا رب قلب تام ہو۔ مطلب یہ کہ کسی سعادت مند کو تعلق باطنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل ہو اور نسبت باطنی بھی نصیب ہو تو وہ شخص بھی یا رسول اللہ کہہ سکتا ہے۔ (امداد الشوک ص ۱)

۶۔ یاندا کے لفظ کو بغیر عقیدہ علم حبیب کے کسی دم یا عمل یا تلاوت میں کہہ سکتے ہیں۔ ”يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ قَلْبًا“۔

۷۔ چونکہ اہل سنت کرامت اولیاء کے قابل ہیں اس لیے بطور کرامت بھی اگر کوئی شخص اپنی آواز آپ تک پہنچا سکے تو ممکن ہے۔ ان تمام صورتوں کے علاوہ صرف ایک ہی صورت یا رسول اللہ وغیرہ کہنے کی ناجائز ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی نبی یا ولی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ ہر وقت ہر جگہ سے ہر شخص کی بات کو سن رہے ہیں غلط ہے۔ فقط خداوند تعالیٰ کی شان ہے، یہ ایک بدعتی عقیدہ ہے۔

۸۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ”تفسیر سورت منزل میں فرماتے ہیں، مفہوم

یہ ہے کہ اگر

مختلف جگہوں، مختلف وقتوں، مخلوقوں اور زبانوں کے ساتھ ذکر کرنے والوں کے قلبی ذکروں اور زبانی ذکروں پر احاطہ علمی خداوند تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ کے سوا کسی میں بھی نہیں۔ ہاں بعض کافر اپنے انہوں کے حق میں ثابت کرتے ہیں اور اہل اسلام کے فرقوں سے بھی بعض پر پرست اپنے پیروں کے حق میں بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں

اور اسی اعتقاد کی وجہ سے حاجت کے وقت ان کو پکارتے ہیں اور ان سے مدد چاہتے ہیں لیکن یہ بات ہرگز روا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لہگ دھوکے میں پھنسنے ہیں، اور بڑے شے میں گرفتار ہیں۔

اسی جگہ فرماتے ہیں:-

”مخلوقات اگرچہ روحانیات ہوں ایک تو علم محیط نہیں رکھتے کہ ہر ذکر کرنے والے کے ذکر پر اطلاع پائیں، دوسرا ذکر کرنے والے کی روح پر قائل نہیں رکھتے۔ فتاویٰ ہزارہ میں ہے جو شخص کہے کہ فرشتوں کی روحوں حاضر ہیں اور جانتے ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے، غیبت کفر کی دیا جاتا ہے۔“

ناظرین

ایہ مسئلہ علم غیب ہے، اور ہمارے موضوع سے باہر ہے ہم تو مولانا محمد عبداللہ کی نذر عرفی کے متعلق عرض کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے نذر میں ثواب کا مسئلہ گھسیٹ دیا تھا۔ اگر میرا کام ہو جائے تو غوث کی دیگ لپکائیں۔ ایصال ثواب کہا۔ اس لیے ضرورت پڑی کہ ہم ایصال ثواب کا بیان کریں۔ اور غوث کی دیگ سے کام لکال رہے ہیں اس لیے استعانت اور تمنا کا مطلب بھی درپیش آیا۔ لوگ استدعا میں بزرگوں کو پکارتے ہیں ہمارا یقین ہے کہ اگر بزرگ ان کی بات سنتے بھی ہوں تو یہی کہیں گے کہ ہمارے دو دو تو نے ہمیں ایسا لالچی سمجھ رکھا ہے کہ مشرکانہ نذر و نیاز ہمارے سے بدتر ہے۔ بطور رشوت ہیں پیش کرتا ہے۔

حضرات اصفویہ تو کجا کسی باغیرت انسان کو ایسا کہہ کر دیکھو، جی کام کر دیجیے پچاس روپے نذرانہ دوں گا تو وہ جواب میں کیا کہے گا؟

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر شریف پر جانے والے کی آواز سنتے ہیں اور اس میں اہل سنت کا کوئی اختلاف نہیں، انبیاء کے علاوہ دوسروں میں علماء اور فضلاء کا اختلاف ہے۔ مگر بریلوی حضرات تمام بزرگوں کو ہر جگہ حاضر ناظر سمجھتے ہیں، اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ بزرگوں کو کام بنانے کی طاقت ہے جو چاہیں کر سکتے ہیں تقدیر بدل سکتے ہیں چاہیں

اللہ میں الٹ پلٹ کر دیں کسی کی تقدیر میں کوئی چیز نہ ہو تو اپنے پاس سے دے دیں، بلکہ بعضے کام تو بزرگوں کے اتنے پکے ہیں کہ خدا کو بھی تھپے چھوڑ جاتے ہیں مولوی شریف صاحب نورانی نے مسجد عظیم خاں اور قصور کی دیگر کئی مساجد میں دعا کیا کہ کچھ لوگوں نے حضرت شیخ پیران پیر کا علم غیب معلوم کرنے کے لیے کھانا لے کر ان کو چار پائی پر ڈال دیا کہ حضرت یہ مردہ ہے جنازہ پڑھا بیٹے جب جنازہ جنازہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے اسے اٹھانا چاہا مگر وہ کیسے اٹھتا تھا۔ حضرت پیران پیر نے فرمایا خدا کے مارے ہوئے تو قیامت کو اٹھیں گے مگر میرا مارا ہوا قیامت کو بھی زندہ نہ ہوگا۔ سُبْحَانَ اللَّهِ! نعرۂ غوثیہ یہ نعرہ ہے یا ہندوؤں کی کتھا ہے نادان دوست یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ایک کتبۃ اللہ کا کرم ہے۔ مَنْ تَكَلَّى مُؤْمِنًا مُتَعَبِّدًا فَجَزَاءُ لَهُ جَهَنَّمُ (الآیۃ)۔ کچھ پیر صاحب کو کہہ رہے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کو کیا مارنے کا طریقہ نہیں آتا؟ کیا وجہ ہے کہ مردے قیامت کو زندہ ہو جائیں گے۔ خداوند تعالیٰ کو یہ حضرت علیؑ دیا کریں کہ مارنے کا یہ طریقہ بریلویوں کے پیر صاحب سے سیکھ لیوے۔ یہ دردِ دل کہانی بیت لمبی ہے اس کا بیان آگے آئے گا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی صحیح تعلیم کا کچھ نمونہ پیش کر دیا جائے تاکہ اس عالی قدر شخصیت، اسلام کے مایہ ناز فرزند، توحید پر جو ظلم بریلوی کر رہے ہیں اس کا کچھ اندازہ ہو جائے۔ فرماتے ہیں:-

”کل مخلوق کو خداوند تعالیٰ کے سامنے اس طرح عاجز سمجھو جس طرح ایک بادشاہ ہے۔ جس کا ملک بہت بڑا وسیع ہے حکم اور خطاب دل ہلا دینے والا ہے۔ اس نے ایک شخص کو گرفتار کر کے اس کے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر ایک صنوبر کے درخت میں ایک دریا کے کنارے جس کی موجیں زبردست، پاؤں بہت بڑا تھا بہت گہری، بہاؤ بہت زوروں پر ہے لٹکا دیا ہے اور خود بادشاہ

ایک نفیس اور بلند کرسی پر کہ اس تک پہنچنا بہت مشکل ہے تشریف فرما
ہے یعنی بیٹھا ہے، اور اس بادشاہ کے پاس تیر تلوار اور نیزہ و کمان
وغیرہ ہتھیار اتنے ہیں کہ ان کا اندازہ اس بادشاہ کے سوا کوئی نہیں
جانتا۔ اب ان چیزوں میں سے جو چیز چاہتا ہے اٹھا کر اس لئے ہوئے
قیدی پر مارتا ہے، اور وہ قیدی چونکہ جکڑا ہوا ہے اور اونچی جگہ لٹکا ہوا
ہے اس لیے نہ بل سکتا ہے نہ کوئی اس کو چھڑا سکتا ہے مطلب یہ کہ خداوند
تعالیٰ کے سامنے ساری مخلوق اس بے بس قیدی کی مثال ہے زندہ گی،
موت، خوشی غم سب کچھ نبیوں و ولیوں کو اسی کی طرف سے آتا ہے
کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے۔
آگے فرماتے ہیں:-

”جو لوگ اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھ رہے ہیں۔ وہ اگر اس قیدی
سے ڈریں اور نفع نقصان کی امیدیں رکھیں اور بادشاہ سے نہ رکھیں
تو ان کے لیے حیف ہے کیا جو شخص ایسا کرے عقل کے نزدیک
بے عقل، بے ادراک، دیوانہ چوپایہ، اور انسانیت سے خارج نہیں
ہے؟ خدا کی پناہ! ہدایت کے بعد گمراہی اور ایمان کے بعد کفر ہے،
یعنی جو شخص مخلوق سے خواہ اللہ کے کتنے ہی پیارے ہوں نفع
نقصان کی امید رکھتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ
سے نہ ڈرے اور لٹکے ہوئے قیدی سے ڈرے۔“

(رموز الغیب ترجمہ فتوح الغیب مقالہ ۱)

۲۔ ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ
نقصان پس اللہ تعالیٰ بندوں کے ہاتھوں سے کرا دیتا ہے۔ اس کا
فعل تیرے اندر اور ساری مخلوق کے اندر تصرف کرتا ہے جو کچھ تیرے
لیے مفید یا مضر ہے۔ (فتح الربانی مجلس ۱۲)

۱۔ ملاحظہ ہو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:-
۳۔ جب بندہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو پہلے خود اس سے
لٹکنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر نکل نہیں سکتا تو مخلوقات سے مدد لیتا ہے۔
بادشاہوں سے، حاکموں سے، دنیا داروں سے، امیروں سے، اور دکھ
درد میں طیبیوں سے، جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا اس وقت اپنے
پروردگار کی طرف گریہ و زاری اور حمد و ثنا سے رجوع کرتا ہے، یعنی جب
تک خلق خدا سے مدد ملتی ہے خدا کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ پھر جب
خلق خدا کی طرف سے بھی مدد نہیں ملتی تو مجبور ہو کر خدا کے ہاتھوں میں
آرہتا ہے، اور ہمیشہ سوال دعا اور حاجت مندی کا اظہار کرتا رہتا ہے۔
پھر خداوند تعالیٰ اس کو دعا سے بھی تھکا دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا یہاں
تک کہ کل اسباب کٹ جاتے ہیں اس وقت اس پر پوری طرح تقدیر
جاری ہوتی ہے اور وہ روح خالص بن جاتا ہے اور وہ صاحب یقین
موتہد بن جاتا ہے قطعی طور پر جان لیتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی
کچھ کرنے والا ہے نہ حرکت اور سکون دینے والا ہے، نہ اس کے ہاتھ
میں اچھائی اور برائی، نفع نقصان بخشش محرومی، کشاکش بندش، موت
زندگی، عزت ذلت، دولت مندی اور غریبی ہے۔ اس وقت تقدیر کے
سامنے بندہ کی یہ حالت ہوتی ہے، جیسے شیر خوار بچہ دایہ کی گود میں،
یا مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں اٹھا پکٹا جاتا ہے۔

(فتوح الغیب مقالہ ۳ مصنفہ شیخ عبدالقادر جیلانی)

ناظرین! یہ تین حوالے بطور تبرک حضرت پیران پیر کے کلام سے لیے گئے ہیں۔
اس میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ نفع نقصان اللہ کے سوا کسی کے ہاتھ میں
نہیں ہے۔ گیارہویں والے ان تینوں ارشادات پر غور کریں۔
سینئر پیران پیر (فتح الربانی مجلس ۶) میں فرماتے ہیں:-

ان الخلق مجزؤ عدم لا هلك بايد يهصد ولا ملك ولا

غنى بايد هصد ولا فقر ولا ضرر بايد يهصد ولا نفع ...

ترجمہ: سب خلقت عاجز اور معدوم محض ہے، نہ تو مخلوق کے ہاتھ میں کسی کی ہلاکت

ہے نہ کسی چیز کے مالک ہیں، نہ اس کے پاس دولت ہے نہ غریبی ہے۔ نہ کسی کو نقصان پہنچا

سکتے ہیں نہ نفع دے سکتے ہیں، نہ حکومت ہے ان کے پاس بجز خداوند تعالیٰ کے نہ

اس کے سوا کوئی قادر ہے، نہ دینے والا ہے، نہ روکنے والا ہے، نہ ضرر دینے والا، نہ

نفع دینے والا، نہ مارنے والا نہ جلانے والا۔

ناظرین! غور فرمائیں حضرت کا کلام کس قدر توحید سے لبریز ہے۔ ساری مخلوق

کو خالی بتا رہے ہیں مگر اہل بدعت ان کو قادر کہنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے نہ

کے سب سے بڑے پیر نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے،

اللہ سے مانگو۔

اور ایک حوالہ حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ کا بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت مولانا محمد

قصوریؒ کو کون نہیں جانتا۔ آپ کے پیر طریقت شاہ غلام علی مجددیؒ تھے جو حضرت

مرزا مظہر جانجانا، اور حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کے سلسلہ میں عالی قدر بزرگ ہیں۔

آپ نے حضرت مرزا مظہر جانجانا کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے مقامات مظہری

مشہور و معروف کتاب ہے۔ اسی کتاب کے ساتھ حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ کے علاوہ

کا ایک ضمیمہ ہے جو شاہ عبدالغنی مجددیؒ نے لکھا ہے ضمیمہ کے صفحہ ۱۱ پر حضرت شاہ

غلام علی کے الہامات اور کاشفات میں مندرج ہے:-

”در روزے گفتم، یا شیخ عبدالقادر شینا لکند۔ ندا آمد، بگو یا ارحم الراحمین

شینا لکند“

ترجمہ: ایک دن میں نے کہا، یا شیخ عبدالقادر جیلانی شینا لکند تو غیب سے

آواز آئی یا ارحم الراحمین شینا لکند کہو۔

در اصل ایسے اشارے صوفیہ کو ہوتے رہے ہیں، اور صوفیہ میں سے کسی بزرگ نے

اگر یا شیخ کا وظیفہ پڑھا تو یہ حجت نہیں ہے۔ علماء اور فقہاء کی سند چاہیے، اور یہ

اسی واضح کیا جائے کہ فلاں بزرگ نے حاضر ناظر سمجھ کر پڑھا ہے تعجب ہے کہ بریلوی

حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اولیاء اللہ کو بھی عالم الغیب کہتے ہیں، مگر بار بار

اس سے مطالبہ ہو چکا ہے کہ قرآن کریم یا حدیث شریف یا فقہ حنفیہ میں کہیں یہ لفظ

اللہ کے لیے دکھادیں۔ آج تک تو یہ معتمہ ان سے حل نہیں ہو سکا۔ اب مصنف

للہ اولیاء سے کیا توقع کی جائے۔ عاجز مخلوق میں خدائی صفات ثابت کرنے کی کیا

مروت پرگئی؟ بزرگ خدا نہ بنیں تو کیا نقصان ہو چلا ہے؟ انبیاء علیہم السلام نے

میں ہاتھوں کو مٹایا تھا وہی سراٹھانا چاہتی ہیں۔

بیہقیؒ نے شعب الایمان میں روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ہے۔

”جو شخص مجھ پر درود پڑھے میری قبر کے پاس میں اسے سن لوں گا اور جو دُور سے

پڑھے وہ مجھے پہنچا یا جائے گا۔“

اگر حضور ہر جگہ حاضر ناظر ہوں تو یہ فرق کیوں ہے؟ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شرح مشکوٰۃ

ماری قصہ قتل بدر میں سلام زائران بر قبر شریف۔۔۔۔۔ الخ

ترجمہ: زیارت کرنے والوں کا سلام حضورؐ پر نور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

خود بانفس نفیس سنتے ہیں اور جواب عطا فرماتے ہیں۔ اور زائرین کے ہوا دُور

کے لوگوں کا سلام تیار فرختے پہنچاتے ہیں،

میرانی کی بات ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دُور سے سلام سُنانی نہیں دیتا

تو اولیاء اللہ کو دُور سے پکارنا کیا معنی؟ صلوٰۃ و سلام تو مشروع چیز ہے اس کا یہ حال

ہے تو دوسری باتوں کو خود سوچ لیجیے۔ انتہی امت میں جو حاضر کا لفظ ہے السلام

ملک ایہما النبیؐ اس کی وجہ البقاء علی اصلہ ہے۔ شیخ عبدالحقؒ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا

ہے کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے جو سلام شب معراج میں حاضر کے لفظوں میں آیا تھا۔

وہی صورت باقی رکھی تاکہ نمازی کو وہی یاد تازہ ہو۔ اور عباد اللہ الصالحین کو جو تعابلاً سلام

کہا جاتا ہے اُس کا مقصد سلام پہنچانا نہیں ہے بلکہ سلام کا اثر اور برکت پہنچتی ہے چنانچہ شیخ نے یہی لکھا ہے۔

”دے رسد اثر ایں برہر بندۂ صالح۔۔۔۔۔ الخ“

ملا علی قاری فرماتے ہیں:-

اَصَابَ ذَاكَ هَذَا الدُّعَاءُ وَبَرَكَتُهُ۔

اس موقع پر اہل بدعت ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔

عن عثمان ابن حنیف ان رجلاً ضعیفاً ۱۰۰۰۰

توجہ: ایک نابینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے یعنی آنکھوں میں بینائی پھر آجائے۔ فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر مہر کرے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا دعا فرمائیے فرمایا وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اس طرح دعا مانگ۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری جناب میں اپنا شفیع لایا ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی! میں آپ کو اپنے رب کی جناب میں متوجہ کرتا ہوں اپنی ضرورت کے لئے تاکہ اللہ تعالیٰ میری حاجت پوری کرے پھر خداوند تعالیٰ کی جناب میں متوجہ ہو کر اس نے دعا کی، یا اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے وہ شخص بینا ہو گیا۔

یہ آپ کا منجز ہے چنانچہ بعض اہل بیڑ نے اس کو معجزات میں شمار کیا ہے اس حدیث میں غیب کو بلانے کا ذکر نہیں ہے۔ آپ تو اس کے سامنے تھے اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنا چاہیے۔ یہ متفقہ بات ہے اس میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

دوسری روایت جو طبرانی نے معجم کبیر میں بیان کی ہے کہ راوی حدیث عثمان بن

حذیفہ نے یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو مشکلات کے لئے بتائی۔ وہ حذیفہ کے نزدیک کچھ معتبر نہیں، اور اگر صحیح بھی ہو تو مسجد نبویؐ میں مزار اللہ روضہ اطہر کے قریب دعا مانگنے والے نے مانگی۔ وہاں تو آپ یقیناً سنتے ہیں اس میں تو شک ہی نہیں۔ اور اگر اس دعا کے مانگنے کا حکم عام بھی ہو کہ ہر شخص اس دعا سے یہ دعا مانگ سکتا ہے تو اس کی یہ ہوگی کہ اس دعا کو اصلی حالت پر قائم رکھا جائے۔ تاکہ وہی مبارک الفاظ باقی رہیں اور قبول کا شرف حاصل ہو، اس میں مداخلت کی دلیل کیا ہے؟ اور اہل بدعت اس بات پر بھی غور کریں کہ اگر دینے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی ہوتے تو اس شخص کو وضو کر کے نماز کے بعد اسے مانگنے کی تعلیم کیوں فرماتے؟ اور صحابی کا اگر یہ عقیدہ ہوتا کہ آنکھیں دیکھنا آپ کے اختیار میں ہے تو دعا کی درخواست کیوں کرتا؟ سیدھی بات تھی۔ حالت غیبی آنکھیں دیکھیں تو آپ سے مانگنے آیا ہوں، آپ کا سوالی ہوں، اللہ سے کیا عرض؟ انبیاء و لوگوں کو تو حید اور دعا کی تعلیم دیتے تھے۔ بریلوی مولوی جہالت کی تعلیم دیتے ہیں۔ مانگو، مانگو، بزرگوں سے مانگو، یہ طریقہ کہاں سے پیدا ہوا اس حدیث پر غور کریں تو ساری بات سمجھ میں آجائے۔

(تنبیہ) وہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنگل بیابان میں کسی کا جانور بدک ہائے بھاگ جائے، یا کوئی اور مصیبت پیش آجائے تو تین دفعہ، اعیانہ فی اللہ! کہہ کر لپکارے کیونکہ وہاں اللہ کے بندے ہیں جو تم کو نظر نہیں آتے، وہ روک دیں گے جانور کو۔

میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو!

اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے مراد قبروں والے نہیں ہیں۔ کیونکہ جنگلوں میں مسلمان جنات بھی ہوتے ہیں، یا فرشتے، یا رجا الغیب مستون یہ ابدال جیسا کہ لامل قاری نے وضاحت فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو فرشتے ہوں یا جن اس کام پر متعین فرمایا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے اس کی خبر دی ہے۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر، رجال العلماء
عنوان میں یہ تحقیق بیان فرمائی ہے، اور فیض القدریہ شرح جامع مغنیہ میں
روایت ہے جس میں وضاحت ہے کہ وہ فرشتے ہیں۔

ان الله ملئكة في الارض يستون الحفظة يكتسبون
ما يفتح في الارض من درى الشجر فاذا اصاب
احدكم جرحه او احمته الى عون بغلاة من الارض
فليقل اعينوني عباد الله رحمكم الله فانه يحصل ان
شاء الله تعالى (رواہ ابن سنی والبطرانی)

مترجمہ۔ اللہ کے کچھ فرشتے ہیں زمین میں جن کو حفظ کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ زمین
زمین پر درختوں کے جوتے گرتے ہیں ان کو بھی لکھ لیتے ہیں۔ پس جب کسی
کو کوئی زخم تکلیف پہنچے، یا جنگل بیابان میں کسی امداد کا محتاج ہو تو یہ ان فرشتوں
اللہ کے بند و اخلاص پر رحم کرے میری مدد کرو۔ اس کی مراد حاصل ہو جائے
انشاء اللہ تعالیٰ۔

کیا اولیاء اللہ تصرفات میں واسطہ

فی العروض بھی بنتے ہیں؟

کیا اولیاء اللہ کی روحیں عالم برزخ میں یعنی قبر کی دنیا میں کرامت کے طور پر کمالات
دنیا میں کرتی ہیں؟ اگرچہ وہ مختار اور قادر نہیں ہیں۔ اگرچہ وہ اپنی مرضی سے
نہیں کر سکتے لیکن جس طرح خداوند تعالیٰ نے اپنی تقدیر جاری کرنے کے لیے فرشتوں
کی فوجیں انتظام عالم پر لگا رکھی ہیں، اس طرح اولیاء اللہ کی روحیں بھی کسی خدمت میں
لگائی جاتی ہیں یا نہیں؟ قرآن و حدیث اس بابت کے جواب میں خاموش ہے۔

یہ کہ صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس قسم کے سوال جواب
اللہ و ائمتہ بھی تمام کے تمام خاموش ہیں مگر صوفیاء و کرام کے کشف اور
اللہ اس سلسلہ میں شہرت بلکہ تواتر تک پہنچ چکے ہیں۔ چونکہ یہ مسئلہ منصوص شرعی
نہیں ہے نہ کسی فرض سنت کو مٹاتا ہے اور اس میں بڑے بڑے بزرگ بھی شامل ہیں
اور ائمہ معصومات صوفیہ کرام کو ایسے مسائل میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت شیخ
بہاء الدین دہلوی نے شرح مشکوٰۃ باب زیارت قبور میں لکھا ہے کہ یہ بات
اہل حق کے ہاں ثابت ہے اس کے بعد کچھ دلائل اسی قسم کے دئے ہیں ان تمام
دلائل سے ظہور باطنی اور دعا کی قبولیت کا نتیجہ نکلتا ہے۔

مفسر کبیر میں مذہبات ائمرا کے ماتحت امام فخر الدین رازی نے کچھ
ایہ قیاسات لکھے ہیں اور بالآخر کہا ہے کہ اگرچہ مفسرین سے کوئی چیز منقول نہیں
ہو سکتی لیکن الفاظ میں احتمال ہو سکتا ہے۔

یہ سورۃ الشقاق اور فتاویٰ عزیزی میں بھی ایسی عبارتیں ہیں جن سے
ظہور باطنی کا انتظامی معاملات میں فرشتوں میں شمار ہونا ثابت ہے، لیکن چونکہ فرشتے
اللہ کے بند و اخلاص پر رحم کرے میری مدد کرو۔ اس کی مراد حاصل ہو جائے
انشاء اللہ تعالیٰ۔

حاصل کلام

علامہ یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز

محدث دہلویؒ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کے حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ عوام جہلاء و اولیاء اللہ کو متصرف، کرتادہن اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے مختار کل اور قادر سمجھتے ہیں اور بطور واسطہ فی الثبوت لاثبات کہ خدائی کاموں میں مدد مانگتے ہیں، یہ شرک جلی ہے، اور جو کام انسانی کوشش میں ہیں، اولاد، رزق، زندگی، موت، فتح و نصرت وغیرہ، ان کاموں میں اولیاء اللہ سے مدد مانگنا حرام بلکہ کفر ہے اور اس اعتقاد سے شکل کے وقت بزرگوں کو پکارنا، حاضر کرنا وغیرہ شرک ہے ہاں تو تسل جائز ہے

مصنف نذر اولیاء کے حوالوں کا جواب

اب ہم رسالہ نذر اولیاء کے حوالوں پر غور کرتے ہیں۔ تہبید کے لئے عرض ہے کہ ثواب نذر کرنا یعنی پہنچانا، یہ تو مسلم ہے لیکن اس سے یہ مطلب نکالنا کہ غیر اللہ کی منت جانتے ہو کیسی فضول بات ہے مولوی عبد اللہ صاحب ایک جگہ نہ صرف اور دل کی بات بتا ہی دی کہ نذر سے مراد منت ماننا ہی ہے۔ چنانچہ مصنف کے حوالے فرماتے ہیں:-

”سرکار بغداد کی نذر میں مافی جاتی تھیں“

ایک بددیانتی تو یہ ہے کہ یہ لفظ اپنے پاس سے بڑھایا ہے۔ وہاں تو صرف اتنی بات ہے کہ تحائف قبول فرماتے اور کھا بھی لیتے تھے۔ اس میں منت ماننا نہیں ہے؛ دوسرا یہ بات بھی صاف کر دی کہ نذر سے ہماری مراد منت ماننا ہے۔ ایصال ثواب کا بہانہ ہے۔ یہ لومڑی کے چکر دین میں۔ آہ یہی منت ماننا خاص ہے۔ اگر منت ہے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کسی تصنیف سے غیر اللہ کی منت کو جائز ثابت کیجئے۔ بزرگوں کو بدنام کرنا کونسی نیکی ہے بزرگوں کو ثواب کا جھوٹا بہانہ تم لوگوں نے شرک جائز کرنے کے لیے بنایا ہے اس کا جواب کا

امام مجدد الف ثانیؒ کے کلام سے گزر چکا ہے۔ جہاں بزرگوں کے نام کے حوالوں کا ذکر ہے۔ وہاں شیخ احمد سرہندیؒ نے اس بہانہ کا بھانڈا خوب توڑا۔ اور حوالوں پر خوب ڈنڈے برسائے۔ اب ہم تمام حوالوں کا جواب نمبر وار بیان کرتے ہیں۔

۱۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے احکام شریعت میں اس مسئلہ کو بہت بیان کیا ہے۔ صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں:-

”مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے کے ساتھ پہنچاتے ہیں عرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں۔ اولیاء کرام کو

جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر دنیا کہتے ہیں“

بات کچھ ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ اولیاء اللہ کو مسلمانوں کے مقابلہ میں کیوں ایصال کیا؟ یا تو یہاں عام اور خاص کا لفظ ہوتا یعنی عام مسلمانوں کو، بالخصوص اولیاء کو، تو بات درست ہوتی۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ بھی مسلمان ہوتے ہیں اگر اس میں تو کیا ہیں؟ پھر اس بات کی دلیل کیا ہے کہ اولیاء اللہ کی فاتحہ کی چیز جب کہ قادر مختار سمجھ کر نذر دنیا کے طور پر دی جا رہی ہو، اور خداوند کا تعالیٰ کا نام بھی یہاں میں نہ ہو حرام اور شرک کی بجائے تبرک بن جاتی ہے یہاں ہمارا شبہ زیادہ بڑھتا ہے کہ آپ کو گ اولیاء اللہ کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ ہاں جب آپ لوگ ان کو قادر اور مختار سمجھتے ہیں تو مسلمان کیسے ہوئے؟ خدا ٹھہرے فاضل بریلوی

حضرت پیران پیر کی مدح میں لکھتے ہیں:-

”تم ہی قادر ہو کہ خدا ہے باقی“

۲۔ شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختار ہیں، مگر مختار کے معنی ہیں پسندیدہ، برگزیدہ۔ اختیار دیا ہوا کے معنی لغت سے ثابت کیجئے۔

احکام شریعت ص ۱۰ پر فرماتے ہیں:-

”میت کی طرف سے جو عقیقہ کو نہ دے، نہ غنی ہے“

میت کی تعریف کیا ہے؟ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ دین
آیات و احادیث کی روشنی میں جواب دیں۔

ص ۱۹ پر بریلوی فاضل مولوی احمد رضا خان فرماتے ہیں:-

”مردہ کا کھانا صرف فقرا کے لیے ہے۔ غنی نہ کھائے۔“

طعام میت کی تعریف کیا ہے؟ نیز یہ بھی غور فرمائیں کہ منع کے معنی مکروہ نہیں
کس دلیل سے کیے ہیں؟ حضرت امام محمدؒ کے مکتوبات میں منع کا لفظ شرک کے
بھی گزر چکا ہے کیا شرک بھی مکروہ ہے؟

حوالہ نمبر ۱۲: آنچہ پیش بزرگوں سے برادر۔ یہ تو تحفہ ہے جو زندہ بزرگوں کو
دیا جاتا ہے یہاں چڑھاوے کا فیصلہ کسی طرح ہو گیا؟ کیا زندہ بزرگ قبر میں ہوتی ہیں
خوب فیصلہ کیا۔ چڑھاوے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

حوالہ نمبر ۴: اس کا جواب اوپر دیکھئے۔

حوالہ نمبر ۵:

شیخ عبدالغنی نابلسی کوئی فقیہ نہیں ہیں تفسیر روح المعانی میں ان
پر کسی جگہ گرفت کی گئی ہے۔

حوالہ نمبر ۶: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت عالی میں کھجوروں کا تحفہ پیش کیا۔ یہ تو صحابہ رضہ کا معمول تھا

اور حضور بھی تحائف دیتے تھے۔ کیا حضور بھی صحابہؓ کی منتیں ملتے تھے مولوی عبداللہ
صاحب کی کاریگری دیکھئے ہدیہ کو نذر بنادیا اور یہاں سے چڑھاوے قبروں کا ثابت کر
رہے ہیں۔ کیا حضورؐ ضرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو قبر سمجھتے ہو؟

کیا کہہ رہے ہو؟ کیسی مضبوط دلیل ہے۔ ایک صحابیؓ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی جناب میں تحفہ پیش کرتا ہے مولوی عبداللہ صاحب اس کو قبر
کا چڑھاوا سمجھتے ہیں۔ بھوکے سے پوچھو دو اور ایک کیا بنتا ہے۔ جواب تمہیں
روٹیاں۔

صحابیہ نے گوشت ہدیہ کیا تو چودھویں صدی میں بڑھتے بڑھتے
حوالہ نمبر ۷: دیگ بن گئی۔ مولوی صاحب! تحفہ اور ہدیہ کو گھسیٹ کر کھینچ

ان کو نذرانہ بنا لیتے۔ مگر یہ بزرگوں کی قبروں تک نہیں پہنچ سکتا۔ پاکیزہ ماحول کی خالص
اسلامی چیزوں کو کفر و شرک کی طرف کیوں گھسیٹتے ہو؟ خدا کا خوف کرو۔

ترجمہ یہ ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مخالف قبول فرماتے
حوالہ نمبر ۸: اوکھا لیتے۔ اس میں کیا ہرج ہے؟ مگر مولوی صاحب! کیا یہ

مال ہوئی میت ہوتی تھی؟ آپ نے یہاں انکھیں بند کر کے بھڑکے بولے یہ جو کہا کہ
کار بغداد کی ندریں مانی جاتی تھیں اس کو ثابت کیجئے۔ بزرگوں کو مشرک بنانا

کتنی بے ادبی ہے۔ حضرت شیخ مخالف قبول فرماتے تھے۔ مگر کیا آج کل کے پیروں
کا طرح مال حرام کی کمی کھاتے تھے؟ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ
سہلی تھے۔ حبشی مذہب اہل حدیث سے عملاً متحد ہے۔ کبھی کبھی رفع یدین بھی

کیا کریں آپ لوگ۔

یہ ایک خواب کا قصہ ہے حضرت محمدؐ کے حوالوں میں
حوالہ نمبر ۹: گزر چکا ہے کہ خواب سے حکم شریعت نہیں بنتا۔

خطیب بغدادی مصنف مشکوٰۃ شریف تاریخ بغداد ص ۱۲۲
حوالہ نمبر ۱۰: جلد اول میں لکھتے ہیں۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب نے یہ حوالے مولوی محمد عمر چھوڑی صاحب کی کتاب
سے لیے ہیں۔ چونکہ وہاں خطیب بغدادی کو مصنف مشکوٰۃ قرار دیا ہے۔ اس
لیے مولوی عبداللہ صاحب نے مکھی پر مکھی ماردی کاشش کہ مظاہر حق ہی دیکھ
لیتے۔

یہ حوالہ نہیں بلکہ ایک لطیفہ ہے جس نے مولوی عبداللہ صاحب اور ان
کے استادوں کی علمی قابلیت کو سمجھنے سمجھنے کی گہرائی بتادی۔ رسالہ کے آخر میں
لکھتے ہیں:-

”مولوی فردوس شاہ کو کچھ سمجھ نہیں، ہمارا نیک مشورہ ہے کہ مدارس اہل سنت، مثلاً دارالعلوم مرکزی حزب الاحناف پاکستان لاہور، مدرسہ رضویہ لائل پور، دارالعلوم فریدیہ بصیر پور، انوار العلوم ملتان جہاں کے فارغ التحصیل ہزاروں علماء کرام دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں کی طرف رجوع کریں۔ جہاں پر علم کے بے بہا سمندر کھلتے نظر آئیں گے۔“

سُبْحَانَ اللَّهِ! کیا پڑی کیا پڑی کاشوریا۔ یہ دارالعلوم مرکزی حزب الاحناف وہی ہے جہاں سے مولوی عبداللہ صاحب نے جہالت کی سند حاصل کی ہے۔

مولوی صاحب! آپ نے میاں مہٹو بننے کی اتنی کوشش کیوں کی؟ یہ حوالہ اور یہ رسالہ خود بتا رہا ہے کہ آپ اور آپ کے استاد اور تمام بریلیوی علماء بڑے بڑے فاضل (من الفضول) ہیں سعدیؒ نے کیا خوب کہا کہ جب تک کوئی شخص خاموش ہوتا ہے اس کے عیب دہنر پوشیدہ ہوتے ہیں۔

خطیب بغدادی مصنف مشکوٰۃ شریف۔ یہ عبارت بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص سیاست سے ناواقف کہے کہ مٹریاقت علی خان مرحوم برطانیہ کے جارج پنجم کا نام ہے۔ مولوی صاحب! کیا آپ نے مشکوٰۃ شریف بھی نہیں پڑھی؟ اگر آپ کے معلومات کا یہ حال ہے اور ہونا بھی چاہیے، کیونکہ آپ کے مدارس میں علم کے سوا سب کچھ پڑھایا جاتا ہے تو یونہی اتنی بڑی مہربن و اگر شعبہ مرکزی انجمن حزب الاحناف کے مفتی کیوں بن بیٹھے؟ طالب علموں کو آپ کیا پڑھاتے ہوں گے۔ حضرت بے ادبی معاف! خطیب بغدادی اور شخص ہیں اور مشکوٰۃ شریف کے مصنف اور نہیں۔

خطیب بغدادی کا نام ہے۔ احمد بن علی بن ثابت البوکر خطیب بغدادی ۳۹۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۴۶۲ھ ہجری میں انتقال فرمایا تاریخ بغداد

کتاب ہے۔ اور مصنف مشکوٰۃ کا نام ہے محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی یہ انھوں نے کے بزرگ ہیں۔

اہل علمیت کا یہ حال ہے کہ پانچویں صدی اور انھویں صدی کے دو مشہور بزرگوں کو ایک بنا دیا۔ ایسے مشہور و معروف لوگوں کا نام تک نہیں آتا تو آپ کے استاد کے متعلق کیا رائے قائم کریں۔

مولوی صاحب! کیا آپ لوگ علمی دنیا میں بھی کچھ حصہ سمجھتے ہیں؟ علماء نے تو تفسیر، حدیث، فقہ کی مشہور و معروف کتابوں کی شرحیں عربی میں لکھی ہیں کما فی الملبم شرح صحیح مسلم از علامہ شہیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، شیخ الاسلام پاکستان بذل المجہود بیچ شرح ابو داؤد شریف علامہ محدث خلیل احمد انبیٹھوی، تعلیق البصیح شرح مشکوٰۃ العلماء حافظ حدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی، فیض الباری شرح صحیح بخاری مولانا محمد بدر عالم میرٹھی وغیرہ۔ یہ ایک نمونہ ہے، اس کے علاوہ علماء دیوبند کی عربی، فارسی، اردو کی تصنیفات کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ کیا آپ کے بریلیوی علم کرنے بھی کوئی تفسیر، یا حدیث کی شرح عربی میں لکھی ہے؟ اردو زبان میں غلط پروپیگنڈے کے لیے کچھ رسالے بریلیویوں نے لکھے ہیں جن کا تانا مکرو صاحب نے اگر خدا کی مہربانی سے علماء دیوبند کا ظہور نہ ہوتا تو آپ لوگ بزرگوں کے بُت بنا کر مسجدوں میں لپونج رہے ہوتے وَمَا رَاكَ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا اَقْوَمْنَا اللَّهُ حَسَنًا۔ اقامتوی بھی دے چکے ہوتے۔ پاکستان، ہندوستان، عراق، شام، مغرب اسلامی دنیا کا وہ کون سا خطہ ہے جہاں حضرات علماء دیوبند کی تصنیفات مقبول عام نہیں ہیں۔ سارے لاہور میں ایک دو دوکانیں بریلیوی صاحب کے کتب خانے ہیں۔ جہاں نعتوں کا کاروبار چلتا ہے علمی دنیا کی رونق بازار تو حضرات علماء دیوبند کے دم سے ہی ہے۔ ایک ترجمہ قرآن مجید کا مولوی احمد رضا خان صاحب نے بڑی مشکل سے لکھا۔ مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے اس پر حاشیہ لکھا۔ کم نامی کا شکار رہ رہا ہے علمی حلقوں میں تو اس کا

نام نشان نہیں۔ ادھر مولانا اشرف علی صاحب کا ترجمہ اور تفسیر پاکستان اور ہندوستان
ہر چھوٹے سے چھوٹے قصبے میں گھر گھر موجود ہے۔ سینکڑوں بار چھپ چکا ہے۔ تاہم
ہی آئے دن نئی نئی شکلوں میں چھاپ رہی ہے۔
سہ ایں سعادت بزورِ برونیت

تائید بخشد خدائے بخشندہ

دوسرے اسلامی ملکوں میں تو بریلویوں کا نام بھی کوئی جانتا۔ یہی نہ
تہا ری زندگیوں کا سہارا ہے۔ اسی کے دم سے تہا ری ہنگامہ آرائی ہے۔ ہندو
اور بزرگوں کی خدائی کائناتوں کھود رکھا ہے کوئی نہ کوئی اندھا اس میں گرتا رہتا
اپنے پیٹ کی خیر مناد دین کی کیا فکر۔

الغرض :- یہ حوالہ تاریخ بغداد کا چونکہ تاریخی کتاب ہے اس لیے
نہیں۔ فقہ کی کتابوں کے حوالے دو۔

حوالہ ۱۷، ۱۸، ۱۹، ایصالِ ثواب کا حقیقہ درست ہے اس میں کوئی شک
نہیں ہے مگر شاہ عبدالعزیزؒ سے پوچھنے والی بات تو یہ ہے کہ جو شخص غیر اللہ کی
منت ملنے اور اس کو منت کہے، اور ثواب پہنچانے کا یہاں نہ کرے، کیا وہ
امیرِ غریب مسلمان کھا سکتا ہے؟ اور جو مولوی فتویٰ دے، کہ "مثلاً یوں کہ
اگر میرا کام ہو گیا تو نفوس کے نام کی دیگ دوں گا، تو وہ اسلام سے باہر
جاتا ہے یا نہیں؟ پھر دیکھیے شاہ عبدالعزیزؒ کیا جواب دیتے ہیں؟
حوالہ نمبر ۱۴: علماء حق پرستان جو آپ لوگوں نے لگائے ہیں اس کا جواب تو
قَالَوا سَلَمًا ہے البتہ تھا یہ علماء دیوبند آگے آرہے ہیں۔ شاہ اسماعیل شہید سے یہ
پوچھیے کہ جو مولوی بزرگوں کی منت کو جائز کہے مسلمان ہے یا مشرک؟
حوالہ نمبر ۱۵: یہاں چڑھا دے اور منت کا کوئی ذکر نہیں۔

حوالہ نمبر ۱۶: پوچھنے والی بات تو یہ تھی کہ اگر ذبح کرنے سے پہلے شیخ بغدادی
کے نام بکری کی منت کر دے، پھر تکبیر سے ذبح کرے تو حلال

کی یا نہ؟ یہاں بھی منت اور چڑھا دے کا کوئی ذکر نہیں۔ شاید آپ حوالوں کی تعداد
بڑھ کر ناچاہتے ہیں، ورنہ کوئی مطلب کی بات کرتے۔

اس کا جواب حضرت امام مجددؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ صاحب
حوالہ نمبر ۱۷: کے حوالوں میں گزر چکا ہے۔

یہ ایصالِ ثواب کا مسئلہ ہے تاریخ کی تعیین کی تفصیل امام
حوالہ نمبر ۱۸: مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھیے۔

یہ ہے اہل بدعت کا مذہب۔ یہ آپ کو مبارک ہو۔
حوالہ نمبر ۱۹: اس کے بعد ص ۱۵، ص ۱۶ پر جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب
خاموشی ہے۔



حضرات علماء دیوبند کے عقاید

چند ذاتی اغراض و مقاصد کی بناء پر جن میں انگریز کی سیاست کا بڑا حصہ تھا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے حضرات علماء دیوبند کی ہزاروں تصنیفات میں سے چند اردو رسالوں کی بعض عبارتیں مکتبہ مولانا اور مدینہ منورہ کے علماء کے سامنے بگاڑ کر پیش کیں۔ چونکہ وہ حضرات اردو زبان سے نواقف تھے، اس لیے کفریہ معنی نکال کر الزام لگا دیا۔ ان حضرات نے اتنا لکھ دیا کہ اگر ان عبارتوں کا مطلب یہی ہے تو ان کے والد بے شک کافر ہے۔ لیکن بطور احتیاط علمائے عرب نے ایک سوال ان حضرات علمائے دیوبند کو بھیجا جس کے جوابات پہنچنے پر تمام عرب بول اٹا کہ یہ عقائد خالص اسلامی ہیں اور جھوٹوں پر خدا کی چند سوال و جواب ناظرین ملاحظہ فرمائیں :

سوالات کی تمہید

اے علمائے کرام! اور سردارانِ عظام! کچھ لوگوں نے تمہیں وہابی غلام کیا ہے۔ اور کچھ رسالے ہمارے پاس ایسے لائے جو غیر زبان ہونے کی وجہ سے ہماری سمجھ میں نہیں آئے۔ چند باتیں جن میں وہابیوں کا اہل سنت والجماعت سے اختلاف ہے، ہم پوچھتے ہیں، جواب دیجئے تاکہ شبہات

اس سوال : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت یعنی روضہ مطہرہ شریف کی زیارت کی نیت پر جانے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا مسجد نبوی کی زیارت کی نیت پر جانا چاہیئے یا روضہ عالیہ کی نیت پر؟

علماء دیوبند کی طرف سے جواب

پہلے واضح ہو کہ ہم اور ہمارے استاد اور ہماری جماعت فروعات میں حضرت امام اعظمؒ کے مقلد ہیں، اور عقاید میں ابو الحسن اشعری اور امام ابو منصور غازی کے پیرو ہیں اور تصوف میں حضرات نقشبندیہ، حضرات چشتیہ، حضرات قادریہ سے وابستہ ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ ہم قرآن، حدیث، اجماع امت اور ائمہ مجتہدین کے باہر کوئی بات نہیں کہتے۔ اور سوال کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے بزرگوں کے نزدیک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت اعلیٰ درجہ کی عبادت، نہایت ثواب اور حصول سعادت کا سبب ہے بلکہ واجب کے قریب ہے۔ اگرچہ اس مقصد کے لیے مال و مال قربان ہو جائیں اور سفر کرنے والا روضہ شریف کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت بھی کرے بلکہ بہتر یہ ہے کہ فقط روضہ شریف کی طرف سے سفر کرے۔ محبت کا مسلک یہی ہے۔ وہابی جو کہتے ہیں کہ روضہ شریف کی نیت نہ کرنا چاہیئے یہ بات مردود ہے، آگے رد کے دلائل ہیں۔

دوسرا سوال : کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد بھی دُعا مانگنے والا آپ کا وسیلہ پکڑ سکتا ہے؟ اور کیا تمام انبیاء صدیقین اور شہیدوں، ولیوں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے؟

جواب : ہمارے بزرگوں کے نزدیک دنیا میں تمام انبیاء، اولیاء، شہداء

اور صدیقین کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔ ان کی زندگی میں بھی اور بعد میں بھی اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس طرح دعا کرے۔ اے اللہ! فلاں بزرگ کے وسیلہ سے یہ دعا مانگتا ہوں کہ میرا ملاں کام ہو یا نہ ہو۔
تیسرا سوال: حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا آپ خاص طور پر زندہ ہیں؟ یا عام ایمان والوں کی زندہ ہیں؟

جواب: حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح آپ دنیا میں زندہ تھے مگر شریعت کے احکام واجب وغیرہ آپ کے ذمہ پر ضروری نہیں ہیں۔ یعنی عبادت قبول نہیں۔ تمام انبیاء اور شہید بھی زندہ ہیں۔ عام لوگوں کی برزخ میں ہے۔ وہ اور چیز ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اس مضمون میں ایک غریب کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "آب حیات"۔

چوتھا سوال: مسجد نبویؐ میں دعا کرنے والا روضہ اقدس کی طرف سے یا قبلہ کی طرف؟

جواب: اس میں علماء اور فقہاء کے دو قول ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک اس قول یہ ہے کہ دعا کرنے والا زیارت کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ مبارک کی طرف متوجہ ہو، ہمارا عمل اس پر ہے۔

پانچواں سوال: کثرت سے درود شریف اور دلائل الخیرات وغیرہ کا ذکر متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

جواب: ہماری سمجھ میں درود شریف جتنا زیادہ پڑھا جائے مستحب ہے اور عمدہ عبادت ہے، تمام مستحبات میں سے افضل ہے خواہ دلائل الخیرات ہو یا دوسری کتابیں جو درود شریف پر لکھی گئی ہیں۔ ہاں سب سے بہتر درود شریف وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے ثابت ہو۔

درود شریف بھی ثواب سے خالی نہیں ہیں۔ ہمارے بزرگ دلائل الخیرات پڑھتے تھے اور لوگوں کو پڑھنے کا ارشاد فرماتے تھے۔

سوال: کیا چاروں اماموں میں سے کسی کی تقلید کرنا صحیح ہے یا نہیں؟
جواب: اس زمانہ میں ضروری ہے کہ چاروں اماموں حضرت امام اعظمؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ میں سے کسی ایک کی پیروی کرے۔ بلکہ واجب ہے کیونکہ ہم نے کثرت سے معلوم کیا ہے کہ تقلید چھوڑنے کا انجام بے دینی کے گڑھے میں ہاگڑنا ہے۔ اسی لیے ہم اور ہمارے بزرگ اصول اور فروع میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں۔ خدا ہمیں اسی اعتقاد پر نصیب کرے اور اسی زمرہ میں ہمارا احشر ہو۔ اور ہمارے بزرگوں اور استادوں نے امام اعظمؒ کے مذہب کی تائید میں بہت مشہور و معروف کتابیں لکھی ہیں۔

سوال: کیا صوفیہ کے اشغال میں مشغول ہیں، ان کی بیعت کا ہمارے خیال میں جائز ہے؟ اور کیا تم بزرگوں کے سینوں سے اور قلوب سے باطنی فیض پہنچنے کے قائل ہو؟ اور کیا بڑے بڑے درویشوں کی روحانیت سے فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب: ہمارے نزدیک مستحب ہے کہ انسان جب عقاید درست کو چکے اور ضروری مسائل دین کے معلوم کر چکا ہو تو کسی ایسے پیر سے بیعت کرے جو طریقت میں مضبوط قدم رکھتا ہو۔ دنیا تقویٰ حاصل کرے، آخرت کی طرف راغب ہو، نفس کی گھاٹیوں کو طے کر چکا ہو، بخت دینے والی باتوں کا عادی اور مشتاق ہو، ہلاک کرنے والی باتوں سے کٹ چکا ہو، کامل ہو اور دوسرے کو بھی کمال تک پہنچانے والا ہو۔ مرید کو چاہیے کہ اس کے اندر میں ہاتھ دے کر اپنی نظر کو اس پر لگائے رکھے۔ صوفیہ کے شاغل ذکر و فکر میں مشغول ہو۔ ان چیزوں میں پوری طرح فنا کلی حاصل کرے۔

اور سب سے بڑی نعمت یعنی نسبت حاصل کرنے جسے شریعت کی زینت
احسان کہا گیا ہے۔ لیکن جس شخص کو یہ درجات نصیب نہ ہوں تو اسے
کے سلسلہ میں داخل ہو جانا بھی مفید ہے کیونکہ ان کی محبت بھی بہت بڑی ہے
لیکن بزرگوں کی روحانیت سے فیض حاصل کرنا اور ان کے سینوں سے
کی قبروں سے فیض پہنچنا درست ہے۔ جب صحیح طریقہ پر ہو۔ نہ ان طریقوں
پر جو عوام جاہلوں کا دستور ہے۔

سوال ۱۲: محمد بن عبد الوہاب نجدی مسلمانوں کے مال، ان کے
ان کی آبرو و حلال سمجھتا تھا، سب لوگوں کو مشرک سمجھتا تھا کیا تم بھی اس
طرح بزرگان دین کو کافر سمجھ کر واجب القتل سمجھتے ہو؟

جواب: اس قسم کے وہابی لوگ ہمارے نزدیک خارجیوں کی قسم سے ہیں
شانی نے کہا ہے کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیرو نجد سے نکلے اور
مذہب کا بہانہ کرتے تھے حرمین شریفین پر غلبہ حاصل کیا وغیرہ۔ علم فقہ
علم تفسیر تصوف وغیرہ کسی چیز میں بھی یہ وہابی ہمارے استاد نہیں ہیں اور
تک کوئی شخص دین کی ضروریات کا انکار نہ کرے ہم اس کو کافر نہیں کہتے۔
سوال نمبر ۹: کیا تم وہابیوں کی طرح خدا تعالیٰ کے لیے جہت اور
مانتے ہو؟

جواب: خداوند تعالیٰ مخلوق کی تمام صفات سے پاک ہیں۔
سوال نمبر ۱۰: کیا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو افضل سمجھتے ہو؟
کائنات میں؟

جواب: ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے
افضل اور سب سے اعلیٰ ہیں، آپ کے برابر کوئی نہیں بلکہ قرب الہی کے مال
مقام میں آپ کے قریب بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

سوال نمبر ۱۱: کیا تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی نبی کا آنا جائز سمجھتے ہو؟

اللہ دیوبندیوں سے کوئی شخص ختم نبوت کا منکر بھی ہے؟
جواب: ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ سیدنا و مولانا و حبیبنا و شفیعنا محمد صلی اللہ
علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، یہ بات قرآن کریم اور
متواتر المعنی حدیثوں اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ جو شخص ختم نبوت
کا انکار کرے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے۔ ہمارے سب بزرگوں کا عقیدہ یہی
ہے جو شخص اس کے خلاف الزام لگاتا ہے، جھوٹ بولتا ہے۔

سوال نمبر ۱۲: کیا تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑے بھائی کے برابر سمجھتے ہو؟
اور کیا یہ مضمون تمہاری کسی کتاب میں ہے؟

جواب: ہم اور ہمارے بزرگوں میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے، اور کوئی
ایمان والا بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ جو شخص یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر صرف
اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو ہمارا اعتقاد یہ
ہے کہ وہ کافر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر اتنے زیادہ احسانات اور فضائل
ہیں جو کسی مخلوق کے نہیں۔ کوئی شخص ہم پر یہ الزام لگاتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔
والہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں انبیاء کو قوموں کے بھائی کہا گیا ہے
اعبدوا ربکم واکرموا الخاکہ رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۲۸۳ لیکن اس
کا مطلب یہ نہیں کہ انبیاء کا درجہ معاذ اللہ بھائیوں کے برابر ہے۔

سوال نمبر ۱۳: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے
کیا آپ کو فقط علم شریعت دیا گیا ہے، یا ذات و صفات الہی اور افعال الہی
اور پوشیدہ اسرار اور حکمتوں کا علم بھی ساری مخلوق سے زیادہ دیا گیا ہے؟

جواب: ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام علم ذات و صفات
علم شریعت نظری حکمتوں اور سچی حقیقتوں اور خداوند تعالیٰ کے پوشیدہ بھیدوں
کو ساری مخلوق سے بہت زیادہ جانتے والے ہیں، یہاں تک کہ کوئی مخلوق، کوئی
مقرب فرشتہ، کوئی رسول یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ کو اولین و آخرین علم دیا گیا ہے۔
لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا۔ عام دنیاوی معاملات اور چھوٹے بڑے کام

جو ہر وقت دنیا میں ہو رہے ہیں یہ بھی سب کے سب آپ جانتے ہیں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود ایک ایسی بات جانتے تھے جس کو ہند پرندہ جانتا تھا یہ قصہ سورہ نمل میں موجود ہے۔
سوال نمبر ۱۵: کیا تمہارا بھی یہ عقیدہ ہے کہ ابلیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلقاً بڑا عالم ہے۔

جواب: ہم بیان کر چکے ہیں کہ جو علوم شان نبوت کے لائق ہیں ان میں آپ سب مخلوق سے زیادہ عالم ہیں، لیکن کوئی چھوٹی بڑی معمولی بات جو ان کی حقیر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ کے قابل ہی نہیں اس کا نہ جاننا آپ کے علم کی کمی کا باعث نہیں ہے اور جو شخص اس معمولی چیز کو جانتا ہے وہ بڑا عالم نہیں بن جاتا جیسا کہ ہند پرند اور سلیمان علیہ السلام کا قصہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور ہمارے ملک کے بدعتی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہر کمینہ اور گندہ چیز کا علم بھی مانتے ہیں۔ مگر چونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں اس لیے یہ بات خلاف شان نبوت ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص کسی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑا عالم سمجھے وہ کافر ہے۔

سوال نمبر ۱۶: کیا مولانا اشرف علی تھانوی نے کسی کتاب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو زید، عمر و بکر اور چار پاؤں کے برابر کہا ہے؟

جواب: یہ بھی ایک جھوٹا بہتان ہے۔ کیا کوئی مسلمان ایسی ناپاک بات کہہ سکتا ہے؟ خود مولانا اشرف علی کو جب بتایا گیا کہ بریلوی لوگ آپ کی عہدت سے یہ مطلب نکال رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ خبیث مضمون تو کبھی میرے خیال میں بھی نہیں آیا۔ تشریح آگے آئے گی۔

سوال نمبر ۱۷: کیا تمہارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مبارک کا ذکر کرنا بُرا ہے؟

جواب: کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ آپ کی ولادت باسعادت، بلکہ آپ

کے مبارک جوتوں کے گرد و غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا ذکر اور جتنی چیزیں آپ کے ذات مبارک سے ادنیٰ تعلق رکھتی ہیں ان کا ذکر اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ آپ کے بول برازا، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے کا ذکر ثواب ہے۔ ہمارے بزرگ مولانا احمد علی سہارنپوری سے پوچھا گیا کہ میلاد شریف کا ذکر کیسا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش مبارک کا ذکر شریف صحیح روایتوں سے کرنا ایسے وقتوں میں جو فرض عبادت سے خالی ہوں یعنی فرائض واجبات سے فراغت کے بعد ایسے طریقہ سے جو صحابہؓ کے طریقہ اور تابعین، تبع تابعین کے طریقوں کے مخالف نہ ہو، اور ایسے اعتقاد سے جو شرک و بدعت سے پاک ہو، ایسے آداب کے ساتھ جو سیرۂ صحابہ کے مخالف نہ ہوں۔ ایسی مجلسوں میں جو برائیوں سے پاک ہوں، خیر اور برکت کا باعث ہے۔ بشرطیکہ صدق نیت اور اخلاص پر مبنی ہو، کیا کوئی مسلمان ایسی چیز کو بُرا کہہ سکتا ہے؟

سوال نمبر ۱۸: کیا تم نے کسی کتاب میں کہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کنھیا کی جنم اشٹی جیسا ہے؟

جواب: یہ بھی بہتان اور جھوٹ ہے۔ جب ہم اعلیٰ درجہ کا مستحب سمجھتے ہیں تو ایسا کنھیا کس طرح ممکن ہے۔ جس عبارت پر یہ تہمت لگائی گئی ہے وہ عبارت یہ ہے۔

”یا یہ وجہ ہے کہ رُوح پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادت میں شریف لائی۔ اس کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے۔ کیونکہ ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل مہنود کے سانگ کنھیا کی ولادت کا کرتے ہیں، یا مثل روافض کے شہادت کی نقل کرتے ہیں۔ یہ سانگ ٹھہرا۔ اور خود یہ حرکت قبیح قابل لوم حرام و فسق ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ بریلوی حضرات جو قیام کرتے ہیں اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ نعت خوان لوگ اس وقت کا نقشہ کھینچتے ہوئے جب روبرو پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی دنیا سے اس جہان میں تشریف لانی تھی یعنی پیدائش مبارک کا بیان کرتے ہوئے لوگوں کو قیام کرنے کے لیے کہتے ہیں یعنی گویا کہ حضور پاک اس وقت دنیا میں تشریف لا رہے ہیں۔ اس لیے اٹھو۔ یہ بات غلط اور فضول ہے۔ کیونکہ پیدائش مبارک ایک دفعہ ہو چکی۔ روز روز ہر میلاد کی محفل میں یہ اعتقاد رکھنا ہندوؤں کے سوانگ کی طرح برا عقیدہ ہے۔ ہندو ہر سال کھتیا کے جنم کا سوانگ بھرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی ذات گرامی سے ہندوؤں والی رسمیں کرنا قبیح ہے مطلب یہ ہے کہ بریلوی ہندوؤں والی رسم کرتے ہیں اور منع کرنے کا حضور کا بے ادب قرار دیتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب تو فرماتے ہیں کہ یہ نقالی ہندوؤں اور شیعوں کا سوانگ ہے اس لیے بے ادبی ہے۔ دوسری وجہ قیام کی یہ بتاتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں تشریف لائے ہیں۔ ڈاڑھی منڈوں، جوار یوں، بسنماز نعت خوانوں اور مشرکانہ نذر و نیاز کے موقع پر حضور کا تشریف لانا ویسے بھی شایان شان نہیں اور عالم الغیب کا عقیدہ رکھے تو یوں بھی گمراہی ہے، شرک ہے۔ اب بتائیے آپ کے ذکر ولادت کو برا کہا، یا تمہاری ہندوانہ ذہنیت کو! سوال نمبر ۱۹: کیا شیخ اجل فاضل علامہ رفیع احمد گنگوہی نے کہیں لکھا ہے کہ خداوند تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے؟

جواب: یہ سفید جھوٹ ہے اور مولوی احمد رضا خاں جو کہتے ہیں کہ ان کے فتویٰ کا نوٹو میرے پاس ہے یہ اس سے بڑھ کر جھوٹ ہے۔ ان کی کسی کتاب کا حوالہ دیں، یا اس بہتان سے تو بہ کریں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ لفظ قیامت تک نہیں دیکھا سکیں گے۔ مولانا کا عقیدہ یہ ہے ذات پاک تعالیٰ

کی پاک اور منزہ ہے اس سے کہ متصف بہ صفت کذب کیا جائے معلوم اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے یعنی ذرہ بھر جھوٹ نہیں ہے۔ جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے تو وہ قطعاً کافر ہے، ملعون ہے اور مخالف قرآن و حدیث کا اور اجماع امت کا ہے، وہ ہرگز مومن نہیں۔ البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان سب کا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے فرعون، ہامان، ابولہب کو جہنمی فرمایا ہے۔ ہرگز ہرگز اس وعدہ کے خلاف نہ کرے گا لیکن اگر جنت دینا چاہے تو عاجز نہیں قادر ہے اگرچہ اپنے اختیار سے ایسا نہ کرے گا۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول مطبوعہ کراچی ص ۱۷)

سوال نمبر ۲۰: قادیانی جو نبوت اور مسیحیت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے متعلق ہمارا کیا خیال ہے؟ ان سب سوالوں کے جواب دو تاکہ لوگوں نے جوشہات پیدا کیے ہیں ان کا ازالہ ہو سکے۔

جواب: جب سے مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس وقت سے ہمارے تمام علماء دیوبند اس پر کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ (راز مہنت)

ناظرین! یہ بیس سوالات وہ ہیں جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء نے حضرات علماء دیوبند کو ان کا عقیدہ معلوم کرنے کو بھیجے تھے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بڑی چالاکی سے علماء دیوبند کے متعلق وہاں سے کفر کا فتویٰ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جھوٹا بہتان، پھر عرب کی پاک سرزمین میں جا کر پھر فریب اور دھوکا ان بزرگوں سے جو حرمین شریف میں دین کے خادم ہیں یہ سب ایسی نازیبا حرکتیں ہیں جو عالم دین تو کہاں، ایک ادنیٰ مسلمان بھی ایسی جرات کرنے سے ڈرتا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ معمولی سے طمع دنیا میں آکر اتنا بڑا فراڈ بنایا کہ مسلمان قوم

کو ایک لمبی پریشانی میں ڈال دیا۔ حضرات علماء حرم نور فرست سے تازہ گئے
خاں صاحب بنی اسرائیل کی نسل سے ہیں۔ یَحْصِرُ قَوْمَهُ اَمْ كَلِمَةً عَنْ تَوانِهِمْ
ان کی آبائی میراث ہے۔ اس لیے انہوں نے اتنا تو لکھ دیا کہ اگر یہ باتیں
دلیو بند نے لکھی ہوں تو وہ کافر ہیں ورنہ نہیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب
یہاں پہنچتے ہی فتویٰ شائع کر دیا، اور ہر میں کے علماء بعض وجوہات کی بنا
پر سمجھ گئے کہ یہ شخص جھوٹا تھا ہم سے فریب کر گیا۔ چنانچہ ایک سوالنامہ ان
حضرات نے مرتب کر کے علمائے دلیو بند کو بھیجا جس کے جوابات پہنچنے پر
ان بزرگوں نے تصدیق فرمائی کہ یہ عقیدہ خالص اسلامی ہے اس لیے حضرت علماء
دلیو بند یکے مسلمان ہیں۔ یہ بیس سوال و جواب تقریباً وہی ہیں۔

یہاں پہنچ کر اس بات پر بھی ناظرین غور فرمائیں کہ عقیدہ کسی شخص کا وہی
ہوتا ہے جس کو وہ بطور عقیدہ بیان کرے۔ کسی شخص کی عبارت سے وہ سہی
لینا جو مضمون کے ربط اور سیاق کے بھی مخالف ہوں، الفاظ بھی انہیں برداشت
نہ کریں، اور پھر اسے عقیدہ قرار دینا کس قدر ظلم ہے؟

بریلویوں کی بلیک مارکیٹ

سب سے بڑا جال جس میں اردو خواں لوگوں کو بہت جلد پھانس لیتے ہیں
چند جھوٹ ہیں، چند ہتھان اور تہمتیں ہیں جو خاص انگریزی یکم کے ماتحت بنائی
اور تیار کی گئیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے سرکاری محکمہ سنبھالتے ہی سب
سے پہلے حضرت شاہ اسماعیل شہید کو فتویٰ کا نشانہ بنایا۔ برسوں تک یہی مشق
جاری رہی۔ جب کفر کی مشین بے کار ثابت ہوئی اور ملک میں کوئی تحریک نہ
ہو سکی تو اکابر دلیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد
گلگاہی پر مشق ستم شروع ہوئی۔ ۱۳۶۱ھ میں ایک کتاب المعتمد المستند شائع
کی جس میں ان حضرات کو ختم نبوت کا منکر اور خداوند تعالیٰ کو جھوٹا کہنے والا
ظاہر کیا۔ مگر چونکہ ان کی فتویٰ بازی رسوائے زمانہ اور بدنام ہو چکی تھی۔ اس لیے

ان کو کیا ہوتا کوئی سننے کو بھی تیار نہ تھا۔ حضرت خاں صاحب نے فتوے کا یہ
مردیکہ کر ایک نیا جال بچھایا۔ ۱۳۶۲ھ میں انہی بزرگوں کی عبارت میں تراش
رائ کر، توڑ مروڑ کر، کچنچ گھسیٹ کر ایک فتوے مرتب کیا اور قسمت آزمائی
کے لیے حج کو روانہ ہوئے۔ حضرات علماء مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو جھوٹے
السوفوں اور مکر کی آہوں سے ایک سخت فریب میں مبتلا کیا۔ خوشامد اور مکاری
کے کام نکالنا ایک خاص فن ہے اور ان لوگوں کو آتا ہے۔ حجاز میں جا کر
طب پر و پگینڈا کیا۔ ہندوستان مرتد ہو چکا ہے۔ مرزا قادیانی اور اسی خیال
کے علماء دلیو بند ختم نبوت کا انکار کر رہے ہیں آپ حضرات مدد فرمائیں، ورنہ
کرہڑوں مسلمانوں کا دین و ایمان بگڑ چکا ہے۔ المدد! المدد! اسے دین کے شیرو!

الغیث! الغیث! اے لشکر محمدی کے شہسوارو!

حضرات علمائے دلیو بند کی عربی کتابیں اس وقت تک عرب میں نہیں پہنچی تھیں
اردو زبان سے وہ ناواقف تھے، اس لیے وہ فریب میں آ گئے۔ اکثر نے اس
طرح فتویٰ دیا کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو وہ لوگ کافر ہیں۔ حج سے واپس آ کر
جھوٹ کی عمارت، یہ جعلی فتوے حسام الحرمین کے نام سے
شائع کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس
حال سے ہندوستان کے ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کو حرم کے نام پر اپنے
سامنے ملا لیا۔ انگریز مہاور کی خوشنودی کیوں نہ ہوتی، بارگاہ برطانیہ سے
اعظم وانکم لمن المقربین کی دل نواز صدا آنے لگی۔ عوام
کو معلوم ہوا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی شاید اہل علم سے ہیں۔
حضرات علمائے دلیو بند نے بھی اپنے اپنے بیانات شائع کرنے کی ضرورت
محسوس کی۔ چنانچہ المسحاب المدرار اور قطع التوہین بسط البنان اسی دور
کی یادگار ہیں۔ مدینہ منورہ میں چرچا ہوا کہ یہ شخص غلط بیانی کر گیا ہے۔ اس
بنا پر حضرات علمائے مدینہ منورہ نے پچیس سوالات کا ایک سوال نامہ دلیو بند

بھیجا۔ جس کے جوابات ناظرین اسی رسالہ میں عقاید علمائے دیوبند کے
میں مختصراً پڑھ چکے ہیں۔ یہ جوابات موصول ہونے پر علمائے حرمین
میں غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی۔ وہی علماء جنہوں نے حضرات علمائے دیوبند
کو کافر کہا تھا اب انگریزی مولوی پر برسے لگے۔ اور بعض نے تو نابھہ
الفاظ استعمال کیے "خدا اُس کا منہ کالا کرے" وغیرہ وغیرہ۔
ناظرین! یہ دردناک اور افسوس ناک قصہ جسے ہم نے یہاں
عرض کیا ہے آئندہ صفحات میں غور سے پڑھیں :



تہمت اول

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی طرف سے

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند پر

”ختم نبوت کے منکر تھے، مرزائی تھے“

اس تہمت کی بنیاد کیا ہے؟
خاں صاحب بریلوی نے حسام الحرمین کے صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت
مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کی مختلف جگہ کی لمبی عبارتوں
کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر ایک جگہ لکھ دیئے ہیں، اور اس تراش
خراش میں اصلی مطلب کہیں سے کہیں جا پہنچا ہے۔ دیکھیے بریلویوں کی کارگیری
کتنے ہیں :

”اور فرقہ قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس
ہے اس نے اپنے رسالے میں کہا ہے :

بلکہ آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی، موجب بھی آپ
کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی
بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا
عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے
کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدیم
یا تاخیر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں..... الخ“

یہاں پہنچ کر ایک فریاد ہماری بھی سن لیجئے۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کو

ہم نے ہمیشہ اس خیال پر کہ مسلمانوں کی ایک بھولی بھالی جماعت ان کا مذہب رکھتی ہے عزت کی نظر سے دیکھا ہے مگر یہاں پہنچ کر ہم ہر انصاف پسند انسان کی مہرانت، دیانت اور اخلاق کو اپیل کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ عبارت بریلویوں کے بزرگ نے یہاں لکھی ہے یہ عبارت اس کتاب میں سرے سے موجود ہی نہیں۔ البتہ یہ لفظ موجود ہیں۔ یہ تحذیر الناس کی عبارت نہیں ہے بلکہ کئی جگہوں کی مختلف مضامین والی عبارتوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں جن کو اپنے مقام، موقع اور محل سے کاٹ کر بلکہ چرا کر ایسی کاریگری سے ایک جگہ لکھ دیا ہے کہ پڑھنے والا یہی سمجھے، یہ ایک ہی مسلسل اور مربوط عبارت ہے درمیان میں کوئی صفحہ یا سطر کا نشان بھی نہیں جس سے اس ٹھگلی کا پتہ چل سکے۔ یہ کتنی اندھیر گردی ہے۔ اسی لیے تو ہم نے ان چیزوں کو بلیک مارکیٹ کے عنوان سے درج کیا ہے کیا کوئی عبارت "بلکہ" کے لفظ سے شروع ہو سکتی ہے! اس عبارت کا پہلا فقرہ تحذیر الناس کے صراحۃ سے کاٹا ہے اور اس بے دردی سے کاٹا ہے جس طرح زندہ جانور کے جسم سے بوٹی توڑ لی جائے درمیانی حصہ ص ۲۸ سے چرایا اور اس صفائی سے چرایا کہ لوگوں کی آنکھیں بند کرنا چاہتے ہیں۔ آخری حصہ اس کے ص ۳۲ سے اٹھایا اور اس شان سے اٹھایا کہ اٹھائی گوروں کو مات کر دیا۔

ناظرین! حیران ہونے کی بات نہیں، یہ تینوں فقرے اس ترتیب سے کیوں جوڑے گئے۔ پہلے ص ۱ پھر ص ۲ پھر ص ۳ کی عبارت اگر نہ رکھی جائے تو فتویٰ کیسے تیار ہوتا؟ کیا ایسی کمینہ حرکتیں ایک مسلمان، ایک عالم دین کی شان ہے؟ یہ دھوکا منڈی، یہ فریب گر گڑھ شاید مرزا قادیانی نے بھی نہ بنائی ہو۔ اسے اہل انصاف مسلمانو! تحذیر الناس کھول کر دیکھو اور ادھر حرام الخرمین دیکھو۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر یہ عبارت تحذیر الناس میں موجود ہے، تو قرآن کریم میں یہ مضمون بھی موجود ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام

کئے وہ دوزخ میں جائیں گے۔ اور جو کافر ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ اور اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد تو یہی ہے کہ ایماندار اور جنت میں جائیں گے اور کافر جہنم میں۔ مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جب علماء دیوبند کی عبارتوں کو قصاب کے چھڑے سے کاٹنا شروع کیا اور ان کے سے کھٹاڑا مانگ لائے تو اب ترتیب مضمون کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا۔ اب تو حالت الخطب کی طرح ایندھن کا ڈھیر لگانا مقصود ہے۔ کسی کتاب کا ایک لفظ یہاں سے اٹھاؤ، دوسرا وہاں سے، جو مطلب برآمد ہوگا اس کو مصنف نے یہ لکھا۔ عجیب انصاف ہے۔ **يَا قَوْمِ الْاٰثِمِيْنَ مِنْكُمْ رَجُلٌ** "رجل"۔

تحذیر الناس کا مختصر خلاصہ :- ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت کو جامع اور وسیع علمی معیار پر لکھا ہے جس کو ممکن ہے کہ اہل بدعت آج تک سمجھ بھی نہ سکے ہوں۔ آپ فرماتے ہیں: "نبوت کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدس پر ختم ہونا، اس کی دو قسمیں ہیں، ختم نبوت زمانی اور ذاتی۔ ختم زمانی کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ کا زمانہ آخری زمانہ ہے" (عقیدہ نام اہل اسلام کا متفقہ ہے۔ اس کو حضرت مولانا نے اسی کتاب میں جا بجا واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ تحذیر الناس کے ص ۱ پر فرماتے ہیں۔

مواگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے اور نہ تسلیم دوم خاتمیت بدلات التزانی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلہ ہاسرون من موسیٰ الذلہ لا منبئی بعدی او کما قال، جو بظاہر بطریق مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گا۔ گو الفاظ مذکور بہ سند متواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر

معنی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تو اتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ۔ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعر تو اتر نہیں جیسا اس کا منکر کا فر ہے ایسا ہی اس کا منکر ہی کا فر ہوگا۔ اس عبارت میں ختم نبوت زمانی کے پانچ دلائل ہیں:

۱۔ خاتم کو زمانی اور ذاتی سے مطلق مانا جائے تو خاتمیت زمانی دلالت مطابقی سے ثابت ہوگی۔

۲۔ لفظ خاتم النبیین بطور عموم مجاز دونوں معنوں پر دلالت کرے۔

۳۔ ایک معنی پر خاتم النبیین کا لفظ مطابقی دلالت کرے دوسرے پر التزامی

۴۔ خاتمیت زمانی متواتر المعنی حدیثوں سے ثابت ہے۔

۵۔ خاتمیت زمانی اجماع امت سے ثابت ہے۔

نتیجہ یہ نکالا کہ خاتمیت زمانی کا منکر کا فر ہے۔ اتنی وضاحت کے بعد ہر لوگ رضائی اور مرزائی، مولانا کو ختم نبوت زمانی کا منکر کہتے ہیں انہیں خرم آئی چاہیئے۔ دوسری عبارت اس سے بھی واضح ہے۔ تحذیر انا اس کے ص ۲۱ پر فرماتے ہیں:

در صورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس سے کوئی مقصود بھی ہوگا

جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جائے۔ سو حرکت سلسلہ نبوت کے

یہ نقطہ ذات محمدی منتہی ہے۔ یہ نقطہ اس سابق زمانی اور سابق مکانی

کے لیے ایسا ہے جیسا نقطہ مراں زاویہ تاکہ اشارہ تناسب حقیقت

کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان، زمین و زمان کو شامل

ہے..... بخلہ حرکات حرکت سلسلہ نبوت بھی

یعنی سب وجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

وہ حرکت مبدل بہ سکون ہوئی۔ البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور

زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

آگے پلے ص ۲۱ کی جو عبارت مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لکھی ہے اس

کے آگے کی عبارت یہ ہے اگر ذرا سی آنکھیں کھولتے تو یہ عبارت نظر آ سکتی تھی:

”بلکہ بنا خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخیر زمانی اور سبب

مذکور (یعنی سبب مدعیان نبوت مرزا قادیانی وغیرہ) خود بخود لازم

آتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے“

نیز مولانا محمد قاسم نے اپنی کتاب مناظرہ عجیبہ میں بھی اس مسئلہ کو واضح فرمایا

ہے۔ شروع میں فرماتے ہیں:

”حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب

کے نزدیک مسلم ہے“ اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ

اول المحکقات ہیں:

اسی کتاب کے ص ۲۹ پر فرماتے ہیں:

”خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے۔ ناحق تہمت کا البتہ کچھ علل

نہیں:

ص ۵ پر فرماتے ہیں:

”خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں، بلکہ یوں کیئے کہ منکروں کے لیے

انکار کی گنجائش نہ چھوڑی، انصافیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے

والوں کے پاؤں جمادیئے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے“ پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا:

ص ۶ پر فرماتے ہیں:

”ہاں یہ مسلم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے“

پھر ص ۱۱ پر فرماتے ہیں:

”بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال

نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھنا ہوں“

حضرت مولانا کی سب سے آخری تصنیف ”قبلہ نما“ ہے اس کے

ص ۱۱ پر فرمایا:

”آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے چونکہ دین حکمانہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہوگا وہی شخص سردار ہوگا کیونکہ اسی کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے۔“

یہ حوالے ایک منصف مزاج و مدد دل رکھنے والے مسلمان کے لیے کافی سے زیادہ ہیں۔ اتنی عبارتوں کی موجودگی میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا علمائے عرب کو یہ دھوکا دینا کہ یہ شخص ختم نبوت کا منکر ہے کس قدر ظلم، بددیانتی اور فریب کاری ہے۔

ہاں تو خاتمیت زمانی کافی واضح ہو چکی۔ خاتمیت مکانی یا ذاتی یا مرتبی ہے کہ اصل اور ذاتی نبی فقط آپ ہیں۔ باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت عرضی اور غیر ذاتی ہے۔ عرضی اور ذاتی کے لیے سورج کی مثال لیجئے۔ دنیا میں روشنی کئی قسم کی ہیں، مگر سب کا اصل سورج ہے۔ یہاں تک کہ چاند اور ستارے بھی سورج کی روشنی سے چمکتے ہیں اور سورج کی روشنی خداوند تعالیٰ نے اس کے اندر پیدا کی ہے۔ وہ کسی دوسری چیز سے روشنی حاصل نہیں کرتا، بلکہ سب چیزوں کو روشن کرتا ہے۔ اسی لیے سورج کی روشنی ذاتی ہے اور باقی تمام روشنیاں عرضی اسی طرح نبوت کے تمام کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست عطا ہوئے ہیں اور باقی تمام انبیاء کو آپ کی ذات سے عطا ہوئے ہیں۔ ہر فیض و فضل کی بارش سب سے پہلے آپ پر ہوئی۔ اور آپ کے واسطے سے تمام انبیاء مستفید ہوئے۔ گو تمام انبیاء حقیقتاً نبی ہیں مگر کمالات نبوت میں آپ کا واسطہ ضروری ہے۔

تو اصل وجود آمدی از نخست

در گھر چہ باشد ہمہ فیض تست

ہر نعمت جھوٹی ہو یا بڑی، روحانی ہو یا جسمانی ازل سے ابد تک ساری کائنات پر حضور کی وساطت سے باذن اللہ تقسیم ہو رہی ہے۔ تمام روشنیاں سورج کے

”وہ سے پیدا ہوتی ہیں مگر سورج کے ارادہ اور اختیار کا اس میں کچھ دخل نہیں۔“

اسی طرح تمام علوی و سفلی عوالم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ابرکات اصل وجود اور اصل نبوت ہے۔ جو چیز زمان اور مکان کی اصل ہو اس کے وقت اور زمانہ کی تقدیم و تاخیر کو معیار فضیلت قرار دینے کی کیا ضرورت باقی رہی۔ یہ ایک صوفیانہ اور محققانہ بحث تھی جس کو جاہل بریلویوں نے بچوں کا مشغلہ بنا دیا۔ شعر مراد مدرسہ کہ برد؟

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کی خاتمیت زمانی تو ہمائے خود مسلم ہے اور خاتمیت ذاتی وہ وراۃ الوریٰ منتہائے کمالات ہے جو کون و مکان اور زمین و زمان کا اصل الاصول اور سر الاسرار ہے۔

سریت بس شگرت دریں جا پیچ ہاں

کز آشنائے عالم جاں پرئس ایں مقام

بلے شک حقیقت محمدیہ جو وقت اور زمانہ کی اصل و بنیاد ہے تقدیم تاخیر بلکہ تمام عوارض جمائی سے بالاتر ہے۔ ایسا بلند و برتر مرتبہ اور مقام ہے کہ اگر بالفرض کوئی نبی آپ کے بعد بھی آجاتا تو یہ مرتبہ بھر بھی آپ ہی کا تھا کیونکہ خاتمیت ذاتی اور مرتبی کا مطلب یہ ہے کہ تمام درجات کمالات و مراتب آپ کی ذات پر ختم ہیں۔ اب یہی عبارتیں جن کو بگاڑ کر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ایک کر دکھایا ہے ان کو اصلی صورت میں دیکھیے۔ پہلی عبارت یوں ہے:

”عرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا

رخامتیت ذاتی تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص

نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی

اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی

رہتا ہے۔

بچھلا مضمون بتا رہا ہے کہ یہاں خاتیت مرتبی اور ذاتی کا بیان ہلکا ہے مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے علمائے عرب کو بلکہ سے اگلی مباحثہ کاٹ کر دکھا دی اور یہ ظاہر کیا کہ یہ لوگ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ جو شخص قرآن سے مضمون پڑھتا آتا ہو اس کو یہاں ذرہ بھر شبہ نہیں پڑھتا بلکہ حضور کی شان کا بیان دیکھ کر جھومنے لگتا ہے اور اگر صرف جلی حروف میں لکھی ہوئی عبارت دیکھی جائے تو جی معلوم ہوتا ہے کہ کسی مرزائی نے لکھی ہے۔

دوسری عبارت جس کی ایک بوٹی تو ذکر علمائے عرب کو دکھا رہے ہیں اصل میں یوں ہے:

”اگر خاتیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے۔ جیسا کہ اس پیمانہ نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقتودہ بالخلق میں ماضی نبوی نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقتودہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

اس عبارت میں مولوی احمد رضا خاں صاحب نے یہ کاری گزی کی کہ جتنا حصہ جلی قلم سے لکھا ہوا ہے وہ تو لکھ دیا۔ اور پہلا حصہ جس میں اتصاف ذاتی کے لفظ میں وہ چھوڑ دیا۔ اب علمائے عرب کی جانیں کہہ دیجئے کتنی عبارت خاں صاحب مندر میں پھینک آئے ہیں۔ ہائے افسوس!

دنیا میں رہا دین کا پردہ لے کر
گمراہ کیا نام خدا کا لے کر

خلاصہ یہ کہ ص ۱۱ اور ص ۲۲ کی عبارت میں خاتیت زمانی کا ذکر ہی نہیں ہے یہاں آپ کی شان والا شان کا بیان ہے۔ خاں صاحب نے ان عبارتوں کا پہلا حصہ کاٹ لیا، اور دونوں کو ملا کر ایسا پیوست کیا کہ مانگے کا نام بھی نہیں مولانا قاسم العلوم تو یہ فرما رہے ہیں کہ خاتیت زمانی کا تو جھگڑا ہی ختم ہے۔ سب مسلمان قائل ہیں، اب اسی آیت خاتم النبیین والی سے اگر خاتیت ذاتی بھی مراد ہو تو مطلب یہ نکلے گا کہ آپ کے درجہ تک کوئی نبی نہیں پہنچ سکتا۔ اگر بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی بنتا تو وہ بھی آپ کے زیر سایہ ہوتا مگر پھر آپ کا نام زمانی بھی ہیں اس لیے ہرگز ہرگز آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

یہاں بریلویوں کو اعتراض ہے کہ بالفرض کیوں کہ؟ حضرت میلانا نے دلائل بگڑا کر بالفرض کا لفظ لکھا ہے۔ قرآن کریم اور حدیث شریف میں ایسے فرض لفظ بالفرض بے شمار ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ فِیْهِمَا اِلٰهَةٌ (الایۃ)

ترجمہ: اگر بالفرض زمین و آسمان میں خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خدا ہوتا تو زمین آسمان خراب ہو جاتے۔

نیز فرماتا ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلٰیْنَا بَعْضُ الْاَقَاوِیْلِ (الایۃ)

ترجمہ: اگر بالفرض ہمارا سچا رسول کچھ بناوٹی باتیں کرنے لگے تو ہم اس کو داہنے یا تھ سے پکڑیں اور اس کی رگ گردن کاٹ دیں۔

کیا اس فرض میں کچھ واقعی نقصان ہے؟ کیا خداوند تعالیٰ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کچھ بدظنی ہو جلی تھی۔ معاذ اللہ! لیجئے جس لفظ پر آپ مولانا محمد قاسم کو کافرنہا رہے ہیں، وہی لفظ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نے بھی لکھا ہے۔

”اگر فرضاً در این امت بنمبرے مبعوث می شد، وافی فقہ حنفی

عمل می کرد۔“ مکتوبات شریف دفتر اذیل ص ۳۷ مکتوب مش ۲۸

ترجمہ: اگر بالفرض اس اُست میں کوئی بیخبر پیدا ہوتا تو فقہ حنفی پر عمل کرتا۔

اب بتائیے حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کو اس فرضی نبی کا مذہب بھی بتا رہے ہیں۔ اب ہم بریلویوں سے پوچھتے ہیں کہ وہی الفاظ جن کی وجہ سے حضرت مولانا قاسم العلوم کو کافر کہا ہے وہی بلکہ اس سے بڑھ کر امام مجدد الف ثانیؒ کے الفاظ ہیں جلدی کیجئے، ان پر فتویٰ لگائیے، ہم منتظر ہیں کہ مشین چلنے کی آواز کب آئے گی۔
حساب الحرمین کی عبارت کا تیسرا حصہ تحذیر الناس کے ص ۳۳ سے چرایا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے :-

”بعد حمد و صلوة کے قبل عزمین گزارش یہ جواب ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہیئے تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ لیکن اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم و تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ کہتے وقت اپنی عادت نہ چھوڑی، عربی میں جو ترجمہ کر کے علمائے حرم کو پیش کیا ہے اس میں بالذات کا لفظ حذف کر دیا۔ لکھتے ہیں :

”مع انہ لا فضل فیہ اصلاً عند اہل الفہم۔“

یہ ترجمہ کتنا غلط ہے۔ مولانا قاسم العلوم کا مطلب تو یہ ہے کہ زمانہ نبوت آگے پیچھے ہونے میں جو فضیلت ہے وہ بالذات نہیں بالفرض ہے۔ انہوں نے بالذات کا لفظ انگریز کی تنخواہ میں ڈال دیا اور خود اعتراض کرنے والے بن گئے۔ اب ہم بطور خلاصہ لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم دارالعلوم دیوبند کی عبارت میں تیرہ ترمیم کیے۔ مبرور کیجئے :-

۱۔ پہلے ص ۱ کی عبارت کا روشن پہلو اڑا کر اس کا ایک ٹکڑا پیش کیا۔

۲۔ پھر یہی ظلم ص ۲ کی عبارت پر کیا۔

۳۔ پھر یہی ظلم ص ۳ کی عبارت پر کیا۔

۴۔ پھر یہ تینوں کاٹے ہوئے فقرے اس طرح لکھ کر علمائے عرب کے سامنے پیش کیے کہ اب تک کوئی نشان صفحہ اور سطر کا نہیں ہے بلکہ پہلی دونوں عبارتوں میں کیر کا نشان بھی نہیں ہے۔ ایک مسلسل عبارت ظاہر کی۔

۵۔ پہلے ص ۱ پھر ص ۲ پھر ص ۳ کی عبارت لکھی تب کفر کا فتویٰ لیا، یہ بے ڈھنگی ترتیب بتا رہی ہے کہ کتنے پا پڑ بیلنے پڑے ہوں گے۔

۶۔ عربی بناتے وقت بالذات کا لفظ انگریز کے کھاتے میں ڈال دیا۔

۷۔ اردو عبارت میں پہلے ص ۱ کی عبارت اگر بالفرض سے اگراڑا دیا۔

۸۔ ص ۲ کی عبارت سے درود شریف کا نشان اڑا دیا۔

۹۔ پھر کا لفظ ہضم کر گئے اس بہانہ سے مفروضیت کو کم کرنا چاہتے ہیں۔

۱۰۔ ص ۳ کی عبارت سے سو کا لفظ اڑا دیا۔

۱۱۔ درود شریف کا نشان اڑا دیا۔

۱۲۔ ”آپ کا زمانہ سابق انبیاء کے زمانہ کے بعد“ اتنا فقرہ کھا گئے۔

۱۳۔ ہوگا۔ یہ لفظ بھی ہضم کر لیا۔

یہ تیرہ جھوٹ کیوں بنائے؟ علمائے حرمین شریف کو دھوکا دینے کے لیے۔

اے جاگر! اُس پاک سرزمین میں جس کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَنْ يَرِدْ فِيهِ بِالْحَادِ بِظُلْمٍ نَذَقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ

ترجمہ: جو شخص مسجد حرام میں ظلم سے، شرارت سے ٹیڑھی راہ بنانا چاہے ہم

اسے دوزخ کا عذاب چکھائیں گے۔

کیوں اتنا بہتان اور جھوٹ موٹ افسانہ بنایا؟ تاکہ علمائے عرب، علمائے

دیوبند پر کفر کا فتویٰ دینے پر مجبور ہو جائیں۔

کیا ضرورت تھی؟ انگریز کی نمک خواری نے مجبور کیا تھا۔

انگریز بہادر نے کیا قدر دانی کی؟ یہ بریلویوں کی تاریخ کے باب میں ہے۔
یہ ایک قہمت کا بیان ہے۔

اضافہ جوابات "چراغ ہدایت"

چراغ سنت کا اصلی موضوع غیر اللہ کی نذر و نیاز تھا۔ یہ مسئلہ علماء اہل سنت اور فقہائے اخلاف کی محبت اور مشہور کتابوں سے ایسا مضبوط قلعہ بن چکا ہے کہ طرف بریلوی علماء نظر اٹھانے کی جرأت بھی نہ کر سکے۔ رہا "نذر اولیاء" کے مصنف کو جب علی کو تاہیوں کا علم ہوا تو جواب لکھنے کی بجائے المدد یا شاہد بھولی کر، المدد یا رضوان پکارنے لگے اور رسالہ رضوان جو اشک شوق کے لیے اٹھا تو مسئلہ نذر و نیاز کو وہ بھی ہضم نہ کر گیا۔ کیونکہ غیر اللہ کی نذر و نیاز حرام ہونے پر بحر الرائق نے تمام اُمت کا اجماع نقل کیا ہے۔ رضفی فقہ کے تمام فتاویٰ ان پر برسر رہے ہیں۔ شرمندگی کا یہ عالم ہے کہ سر جھکا کر اس حرام مال کو کھائے جاتے ہیں اور جواب دینے سے عاجز ہیں۔ افسوس کہ چراغ سنت کے جواب میں مولوی عبداللہ صاحب کی توقعات پر پانی پھرتے ہوئے نذر و نیاز کے مسئلہ سے رسالہ رضوان بھی پہلو بچا کر نکل گیا اور کوئی مدد نہ دے سکا۔ رضوان تو صرف وہی فرسودہ کتب استعمال کر رہا ہے جو ان کے پیش رو جہاد نکسال میں بنا کر جہاد سازی سے چلا گئے تھے۔ لیکن مسئلہ نذر و نیاز پر تو نظر سہا کر بھاگنے کے سوا آج تک کوئی بریلوی عالم کچھ نہ لکھ سکا۔ اصل میں مشکل یہ ہے کہ ان کے بزرگ جس راہ پر ان کو ڈال گئے ہیں اس راہ میں علمی تحقیق اور بصیرت کا سخت قحط ہے۔ لیکن کھاؤ بیو کی بڑی بھرا رہے۔ اور علمائے حق کو بدنام کر کے کچھ ایسے اوچھے، نکمے، سطلی اور بودے ہتھیار بریلی سے تیار ان کو طے ہیں۔ یہ عوام تو جہال میں پھینس جاتے ہیں۔ لیکن اونچی سطح کے بریلوی علماء خود حیران

ہیں۔ چنانچہ تحقیقاتی عدالت میں تو بعض قابل ذکر بریلوی علماء نے ان کو کافر کہنے سے صاف صاف انکار کر دیا جیسا کہ اخبارات شاہد ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی پر فتوے بازی تو ہو چکی۔ اب بریلویوں کی ایک جماعت جس کا مرکز حزب الاخلاف ہے صرف اس لیے لکیر پیٹے جا رہی ہے کہ حضرت نانوتوی سے اگر کفر کا فتوے ہٹ گیا تو حضرت بریلوی کافر رہ جائیں گے۔ چراغ سنت میں آپ مولانا نانوتوی کی دس عبارتیں پڑھ چکے ہیں جن میں ختم زمانی کا صاف صاف انکار اقرار کیا اور منکر کو صاف لفظوں میں رد فرمایا۔ لیکن بے چارہ رضوان ان صریح عبارتوں سے آنکھیں بند کر کے لپکتا رہا ہے اور جن عبارتوں میں خاتمیت مرتبی کا ذکر ہے ان کو گول مول لے کر بار بار یہی کوشش کرتا ہے کہ وہ ختم زمانی کے منکر ہیں۔ اس بے انصافی کا ان کا ٹھکانہ؟ اور ایسے جھگڑالو سے فیصلہ کی کیا توقع۔ لیکن ناظرین کی مزید دلچسپی کے لیے رضوان کے چند دھوکے اور فریب یا جہالت اور تکفیری کارنامے ان کے جاتے جاتے ہیں۔ رضوان لکھتا ہے:

سارے تیرہ سو برس سے بھی زیادہ پیشتر سے اب تک کے تمام اگے پچھلے اولیاء و علماء و عوام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ یہ آریہ کریمہ میں خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں اور جو شخص اس ضروری دینی معنی کے خلاف کوئی اور معنی اس لفظ کے بتائے وہ ہرگز مسلمان نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کے حکم سے کافر، مرتد، بے دین ہے۔ "چراغ ہدایت ص ۱۷"

رضوان کی خدمت میں عرض ہے کہ "صرف یہی معنی ہیں" کی کوئی دلیل صریح لکھ کر پیش کریں۔ اور ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ ایک دلیل بھی اس پر نہیں لکھ سکتے۔ اگر حصر کی کوئی دلیل ہے تو پیش کریں اور ایک تفسیری قاعدہ یاد رکھیں

کہ قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہؓ کے
سے صحیح ثابت بھی ہو جائے تو اس کو برحق مان لینے کے باوجود مفسرین کے
دوسرے اقوال بھی اسی آیت کے متعلق مل جاتے ہیں۔ اس کی سینکڑوں مثالیں
پیش کر سکتے ہیں اور دوسرے تفسیری اقوال کو اس مرفوع یا ماثور تفسیر کے خلاف
بریلوی جاہلوں کے سوا کس کی مجال ہے۔ آپ کا یہ اصول اگر درست مان لیا جائے
تو بڑی بڑی معتبر تفسیر کا دینی ذخیرہ کھزیاں کا مجموعہ قرار پائے گا۔ نونا
من ذالک۔ اب بتائیے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے جب ختم زمانی کو تسلیم کر لیا
ہے اور اس کے منکر کو کافر بھی کہہ دیا ہے۔ تو اس کے بعد اگر کلام الہی
دوسرا معنی بھی سمجھا ہے جو پہلے سے مخالفت نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کے
لازم و ملزوم ہیں جیسا کہ چراغ ہدایت ص ۹ پر آپ بھی مان گئے تو آپ اس
معنی کو پہلے کے مخالفت کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ آپ ہی بتائیں کہ ختم زمانی اور
میں خلافت اور اختلاف کس طرح ہے؟ اگر اختلاف نہیں ہے تو یہ مرتد بے
کفن کا شوق؟ یہ بھی بتائیں کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم مرتبی
سے منکر ہیں؟ جہاں تک میرا خیال ہے تمام مسلمانوں کا اجماع عقیدہ ہے کہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرتبہ سب سے بلند، سب سے آخری اور سب مراتب کا خاتم
ہے۔ لیکن رضوان میاں آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ ختم زمانی کے تو آپ بھی قائل ہیں۔
ختم مرتبی کا انکار ضرور کرنا ورنہ مرتد بے دین بن جاؤ گے۔ کیونکہ تمہارا عقیدہ
تم نور دے رہے ہو یہی ہے کہ ختم زمانی اور مرتبی دونوں ایک دوسرے کے خلاف
ہیں۔ عقلی نقل اور کشفی دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ کارخانہ قدرت میں رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام وہی ہے جو مادی دنیا کے ششی نظام میں سورج کا مقام
حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے تحذیرات اس کا موضوع بحث صرف یہی بات ہے
اس مسئلہ کو آپ نے علمی تیج اور خداداد ذہانت سے اپنے رسالہ ابوہریرہ میں
لفظوں میں بیان فرما دیا۔ فرماتے ہیں:

”اس میں یہ ہے کہ انافضہ وجود و کمالات وجود مخلوقات کی جانب اگرچہ
نفاذ خداوندی ہی سے ہوتا ہے مگر یہ شہادت آیت السَّبْحِ
اولیٰ اور آیت خاتم النبیین چنانچہ تقریرات بالا سے واضح ہو چکا اور
بہ شہادت دیگر آیات و تائید تحقیقات ارباب مکاشفات وہ سب انافضہ
(فیضان) بواسطہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ہوتا
ہے جیسے شب کو بواسطہ قمر افاضہ نور آفتاب ہو کرتا ہے۔“
(ابوہریرہ ربعین حصہ دوم ص ۱۲)

یعنی ہر قسم کے کمالات، انعامات وغیرہ اللہ کی جناب سے مخلوق پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہوتے ہیں۔ اور چونکہ نبوت یعنی پیغمبری بھی انعامات
الہیہ ہے اس لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت بھی آپ کے واسطے سے ملی۔
یہ وہ ہے کہ آپ نبی الانبیاء یعنی تمام نبیوں کے بھی نبی ہیں۔ آپ بالذات نبوت
سے موصوف ہیں اور دوسرے انبیاء بالعرض۔ آپ کی نبوت دوامی اور قدیمی ہے اور
دوسروں کی حادث عرضی۔

اس مسئلہ حقیقت اور پاکیزہ ترین مضمون میں ایڈیٹر ”رضوان“ کو ایک بڑا کفر نظر
آ رہا ہے، فرماتے ہیں:

”مولوی قاسم کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرنے کے
بجائے یہ ہونے چاہئیں کہ حضور اکرم ذاتی طور پر مستقل نبی ہیں اور
دیگر انبیاء عرضی طور پر نبی ہیں۔ پھر یہ بات بھی خیال میں رہے کہ مولوی
قاسم یہاں عرضی اور ذاتی کے معنی یہ نہیں کرتے کہ اور انبیاء کو حضور
کے طفیل اور صدقہ سے ملی ہے بلکہ عرضی اور ذاتی کے معنی ان کے ہاں
یہ ہیں کہ حضور کی نبوت دائم ہے اور دیگر انبیاء کی عرضی۔ چنانچہ ص ۱۲
پر (تحذیرات سن ۱۱) لکھتے ہیں: ”علاوہ بریں حدیث کثرت نبیاً و
آدم بین السماء والطین بھی اسی جانب مُشر ہے۔ کیونکہ فرق

علیہ وسلم کی روح مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے خداوند تعالیٰ کے سامنے ایک نور کی صورت میں تھی۔ یہ نور جب اللہ کی تسبیح بیان کرتا تو تمام فرشتے تسبیح پڑھتے۔ (ص ۶۱)
 رضوان میاں اب سمجھ چکے ہوں گے کہ اتصاف ذاتی کا معنی یہ ہے کہ ذات کی ذات پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرا کہ آپ بالفعل نبی نہ ہوں۔ پھر نبوت آپ پر عارض ہوئی ہو بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے ہیں بالفعل نبی ہیں۔
 عارض کا لفظ کھتے ڈراتا ہے کہ عارض کا معنی عارضی نہ سمجھ لیا جائے کہ بریلوی منطق اور بریلوی علیت میں تک پہنچتی ہے۔ ہمارے تصور کے ایک پہلو میں ایک بریلوی عالم نے نسیات کا معنی نفسانیت سمجھا تھا۔

شرح مطالع میں ذاتی اور عرضی کے بہت سے معنی لکھے ہیں جن میں صرف دو لکھے جاتے ہیں :

الخاص ان يكون دائم الثبوت للموضوع وما لا يبدوم هو العرضي - السادس ان يحصل لموضوعه بلا واسطه و مقابله العرضي -

ترجمہ : ذاتی اور عرضی کا پانچواں معنی وہ ہے کہ جو چیز اپنے موضوع کے لیے ہمیشہ ثابت ہو وہ ذاتی ہے اور جو چیز دوامی نہ ہو وہ عرضی ہے۔ چنانچہ یہ ہے کہ جو چیز موضوع کو بلا واسطہ ہو وہ ذاتی ہے اور جو کسی واسطہ سے حاصل ہو وہ عرضی ہے۔

دیکھو رضوان میاں ! ذاتی عرضی کے معنی اچھی طرح سمجھ لو اور کسی کو کافر نہ بننے سے پہلے کچھ پڑھ لو۔ اب پوری طرح یہ بات ثابت ہو چکی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں اس لیے کہ نبوت آپ پر عارض نہیں ہوئی اور اس لیے کہ سب سے پہلے آپ کو نبوت ملی اور دوسرے انبیاء کو بعد میں ملی۔ دوامی اور دائمی نبوت بھی صرف آپ کی ہے کیونکہ دوام کے معنی ہیں کسی چیز کا تمام اوقات

(ملازمین ص ۲۴)

میں موجود رہنا۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء علیہم السلام سے بہت پہلے نبوت مل چکی ہے اس لیے دوام بھی آپ ہی کی نبوت کو حاصل ہے اور کسی نبی کو حاصل نہیں۔

اور بقول رضوان جس کو جو نبوت ملی وہ حضور کے وسیلہ اور واسطہ سے

ملی ہے۔ (چراغ ہدایت ص ۸۵)

چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت آپ کے واسطہ سے ملی ہے، اور آپ کو کسی واسطہ سے نہیں ملی اس لیے آپ کو نبوت ذاتی حاصل ہے اور دوسروں کی عرضی۔

نوٹ : حضرت مولانا قاسم کے ارشاد میں قدم و حدوث سے مراد قدم اضافی ہے نہ کہ حقیقی مطلب یہ کہ آپ کی نبوت بہ نسبت دوسرے انبیاء کے قدیم ہے۔ ایڈیٹر رضوان کو اللہ ہدایت دے کہ عرضی کے معنی عارضی لکھتا ہے اور ذاتی کے معنی خود بخود۔ بچارہ ان اصطلاحات کو روزمرہ اردو کے محاورات سمجھا، جیسا کہ مثال مشہور ہے کسی منطقی نے اپنی زوجہ کو خط لکھتے وقت دائرہ مطلقہ کا لفظ استعمال کیا۔ وہ یہ سمجھی کہ مجھے ہمیشہ کے لیے طلاق دے دی ہے۔ کسی مولوی کے پاس فتویٰ لیے گئی۔ شاید وہ مولوی بچارہ حزب الاحناف کا سنیافتہ تھا اس نے فتویٰ دے دیا کہ تجھ کو دائمی طلاق ہو گئی ہے۔

بریلوی منطق میں ذاتی نبوت کے کیا عجیب معنی تیار ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات سے خود بخود نبوت حاصل ہے۔ اللہ نے نہیں بخشی اور عرضی کا معنی یہ ہے کہ عارضی ہے ایک دن ختم ہو جائے گی۔

حضرت خیال فرمائیں کہ ضاحک انسان کے لیے اور ماضی حیوان کے لیے عرضی ہے تو آپ کے نزدیک اس کے معنی یہی ہوں گے کہ نوع انسان کا ہونا اور حیوان کا چلنا ایک دن ختم ہو جائے گا۔ افسوس !

فاطرین! یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایڈیٹر رضوان ذاقی اور عرضی کا نام عام فہم لفظ نہ سمجھنے کی وجہ سے اس جگہ مولانا قاسم پر کفر کا فتوے دیتا ہے۔ لکھتا ہے ”بس یہ ہیں وہ نئے معنی جو کسی مفسر نے نہیں کیے اور یہ معنی بجائے خود کفر ہے“
(پیرایہ ہدایت ص ۹۲)

فیز یہ کہنا کہ نبوت تمام انبیاء کو آپ کے واسطے سے جلی ہے کفر ہے۔
فیز لکھتا ہے :

”حضور کے لیے وصفِ نبوتِ اصلی ماننا اور سب کے لیے عارضی ماننا
یقیناً گمراہی ہے۔ کیونکہ اس طرح سے ہر نبی مستقل طور پر نبی نہیں
رہتا۔“ (جہانِ ہدایت ص ۸۸)

ناظرین! یہ جاہل عارضی کے لفظ پر ایسا مطمئن ہے کہ ہر جگہ عرضی کے
معنی عارضی سمجھتا ہے۔ اچھا تو یہ نیا کفر جسے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے
ایجاد کیا تھا۔ آئیے سب سے پہلے ان پر ہی چپکا دیں۔ مجدد بریلوی اپنے رسالہ
جزاء اللہ عدوۃ کے ص ۲۳ پر لکھتے ہیں:

”اور نصوص متواترہ اولیاء کرام و ائمہ عظام و علمائے اعلام سے
ممبر ہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جماعی یا روحانی، دینی
یا دنیوی، ظاہری یا باطنی روزِ ازل سے اب تک اور اب سے قیامت
تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع
یا فاجر، فرشتہ یا انسان، جن یا حیوان بلکہ تمام ماسوائے اللہ میں
جسے جو کچھ ملی، ملتی ہے یا ملے گی اس کی کلی انہی کے صبا ئے کرم
سے کھلی اور کھلتی ہے، یا کھلے گی۔ انہی کے ہاتھوں پر بیٹی، بیٹی
ہے اور بیٹی گی۔ یہ سب الوجود اور اصل الوجود ہیں۔“ الخ

اس عبارت میں مولوی احمد رضا خاں صاحب خاتیرت مرتبی کا مفہوم بیان کر رہے ہیں، یعنی تمام ظاہری، باطنی، روحانی، جسمانی نعمتیں جن میں نبوت بھی شامل ہے

آپ کے ہاتھ سے آپ کے واسطہ سے ملی ہیں۔ اور حجب اصل الوجود مان لیا تو تمام انبیاء علیہم السلام بلکہ تمام مخلوق کے وجود بھی آپ کے فروغ میں اور آپ اصل ہیں۔

رضوان کا دعویٰ ہے کہ مولانا قاسم نانوتوی سے پہلے ذاتی اور اصلی کا لفظ کسی نے نہیں لکھا تھا اس لیے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات کا ایک حوالہ ملاحظہ ہو،

قال الشيخ البوعثمان الصغاني فَلََمْ يَكُنْ دَائِعَ حَقِيقِي صَنِ
الْأَبْتَدَاءِ إِلَى الْإِسْتِهْوَاءِ الْهَذَلِ الْحَقِيقَةِ الْاِحْمَدِيَةِ
الَّتِي - الخ

ترجمہ :- شیخ ابو عثمان فرغانیؒ نے فرمایا ابتداء سے انتہاء تک حقیقی نبی کوئی نہیں بغیر حقیقت احمدیہ کے جو تمام انبیاء کا اصل ہے اور سارے انبیاء اس حقیقت کے اجزاء اور تفصیلات کے درجہ میں ہیں، اس لیے وہ تمام انبیاء علیہم السلام بحیثیت جز اپنے کل کے خلیفہ ہونے کے طور پر آپ کے بعض اجزاء کو دعوت دیتے رہے اور آپ کی دعوت کا درجہ یہ ہے کہ کل اپنے جمیع اجزاء کو اپنی کھیت کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً ۚ اِنَّا نَبَاِیْنَ مِیْنِ اِسْ مَعْمُوْنِ کا اشارہ موجود ہے۔ سارے انبیاء اور رسول اور ان کی تمام اُمتیں اور سب اگلے پچھلے کافۃ للناس کے لفظ میں داخل ہیں۔ آپ اصلی نبی ہیں اور تمام انبیاء اور رسول آپ کے تابع ہو کر مخلوق کو حق کی طرف دعوت دیتے تھے اور سب کے سب آپ کے نائب اور خلیفہ تھے اور قصیدہ بردہ میں یوں ہے :

جتنے معجزے انبیاء علیہم السلام نے کرائے آپ کے نور سے ہی ان کو ملے
بے شک آپ بزرگی کے آفتاب ہیں اور باقی انبیاء بزرگی کے ستارے ہیں، جو اندھیروں
میں لوگوں کے سامنے آفتاب کی روشنیاں ظاہر کرتے رہے۔

ناظرین! یہ کتاب اتنی معتبر ہے کہ فتاویٰ شاہی بحث درود شریف میں اس کو سند (نوٹ) وضاحت کے لیے دیکھو فتوحات مکیہ باب ۱۔ (مطالع المسرات ص ۱۸) (شرع اسم دواع)

قرار دیتا ہے۔ اس عبارت میں بتلایا گیا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم حقیقی نبی ہیں۔ تمام انبیاء کا اصل ہیں اور کل ہیں۔ تمام انبیاء آپ کے اجزاء اور تفصیل کا درجہ رکھتے ہیں آپ کے خلیفہ اور نائب ہیں۔

فرمائیے رضوان صاحب! کیا فتویٰ دیں گے آپ علامہ فارسی پر، یہ تو مولانا قاسم سے بہت آگے بڑھ کر بول رہے ہیں۔ اس عبارت میں تمام انبیاء علیہم السلام کے استقلال پر زور نہیں پڑتی تو وہاں یہ خطرہ کیسے پیدا ہو گیا؟

داعی کے لفظ سے بھی رضوان شاید یہ سمجھ کر بے ادبی ہے۔ حضرت مولانا ابوالکلام نے اہمال میں کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں لفظ مصلح استعمال کیا ہے۔ جس پر رضوان نے شور مچا دیا کہ ان کی نبوت کا انکار ہے۔ خدا کے بند سے تمام انبیاء علیہم السلام کو مصلحین کہا جاتا ہے۔ اور ہارون علیہ السلام کے حق میں خاص و اخص قرآن میں موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلح اعظم ہونا مسلم ہے۔ ”مجہ۔ اللہ المبالغۃ“ کا مطالعہ کیا کرو لفظ اصلاح کا معنی معلوم ہو۔ اور قرآن مجید تو انبیاء کے حق میں صالح کا لفظ بھی استعمال کرتا ہے۔ اگر صالح کتنا نبوت کا انکار نہیں تو مصلح کتنا کس طرح انکار ہے۔ دیکھو چراغ ہدایت ص ۲۹۔ عقل اور انصاف کی بہت ضرورت ہے۔

ذاتی نبی اور نبی الانبیاء کی مزید تحقیق کے لیے دیکھو بندہ کا رسالہ ”الصلوة والسلام“ بحث دومحمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کے بعد رضوان نے چند اصول لکھے ہیں۔ دیکھو چراغ ہدایت ص ۹۷۔

(۱) کا جواب گزر چکا ہے۔

(۲) رضوان یہاں پھر اسی بریلوی ذہنیت پر اتر آیا کہ خاتمت زمانی اور مرتبی کا فرق کیجئے بغیر مطلق خاتمت کا مغالطہ دے رہا ہے۔ حسام الحرمین میں بابائے بریلویت نے جو طرز استدلال قائم کی ہے وہ یہی ہے۔ اب جو مطالعہ لکرات کے حوالہ سے خاتمت مرتبی ثابت ہو چکی ہے۔ دیکھیں رضوان کدھر بھاگتا ہے؟

۲۔ ہر نبی مستقل نبی ہے۔ سب کو نبوت بلکہ ہر نعمت خداوند تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ نبوت تمام انبیاء پر برابر صادق آتی ہے۔ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے۔ تحذیر اناس کی جو عبارت آپ نے چراغ ہدایت ص ۹۲ پر لکھی ہے اس میں اتحاد نوعی کا لفظ اس کی صریح دلیل ہے۔ کیونکہ ایک نوع کے تمام افراد میں حقیقت متحدہ پائی جاتی ہے۔ نخل و عکس کے الفاظ سے اگر استقلال کی نفی ہو جاتی ہے تو کلیت اور جزئیت نبی حقیقی و غیر حقیقی نائب اور خلیفہ کے الفاظ جو علامہ فارسی نے لکھے ہیں ان کے متعلق کیا رائے ہے؟

۴۔ نبوت کی قسمیں کس نے کی ہیں؟ آپ کی ہوش قائم نہیں۔ حضرت مولانا قاسم نے انصاف کو ذاتی اور عرضی کہا ہے۔ موصوف بالذات اور بالعرض یا انصاف ذاتی و غیرہ الفاظ اگر سمجھ میں نہیں آئے تو مولانا دیدار علی صاحب کی قبر پر مراقبہ فرمائیں۔ سنا ہے وہ بڑے علامہ تھے۔ مدرسہ نعمانیہ والوں نے ایک دفعہ بھول کر انہیں صدر مدرس بنا دیا تھا کسی پٹھان طالب علم نے حدیث کا سبق پڑھتے ہوئے پوچھ لیا ”حَدَّثَ بَيْنَهُمْ“ کیا صیغہ ہے؟ آپ کو صیغہ تو نہ آیا اٹھ کر گھر آ گئے اور یہ بالذات بالعرض کا لفظ تو ایسا تیرھا ہے کہ بریلی سے چل کر لاہور تک معتمہ بن گیا ہے۔ مجدد بریلوی مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جب تحذیر اناس کی عبارت ”مگر اہل فہم جانتے ہیں کہ تقدیم و تاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں“ کا ترجمہ عربی میں کر کے حرمین شریفین کے علماء کے پاس بھیجا تو کمال بددیانتی سے بالذات کا لفظ کھا ہی گئے یا سمجھ نہ سکے اور ترجمہ عربی میں یوں کیا:

مَعَ أَنَّهُ لَا فَضْلَ فِيهِ أَصْلًا عِنْدَ أَهْلِ الْفُضُو۔

دیکھو ترجمہ کرتے وقت بالذات کا لفظ گا کہ شریف میں ڈال دیا۔ حالانکہ بالذات عربی لفظ ہے اور یہاں اس کی شدید ضرورت ہے۔ کیونکہ بالذات کی نفی

کر جواب لکھیں۔ پھر جب ملزوم ہی باطل نہیں تو لازم کیسے باطل ہو گیا؟ بالکل اس کے
بالفرض یعنی بفرض محال اگر کوئی دوسرا نبی دنیا میں پیدا ہو جائے تو آپ کی مثال
مرتبہ پھر بھی قائم ہے اور چونکہ خاتمیت زمانی بھی اس کو لازم ہے اس لیے اس
ہے کہ کوئی دوسرا نبی پیدا ہو۔ خوب سمجھ لیں قبر میں کام آئے گا۔ بالفرض کے
متعلق جتنی مثالیں ہیں وہ اب خاتمیت مرتبہ ثابت ہونے کے بعد صحیح ثابت
گئی ہیں۔ لیکن اگر مثبت مثال ہی درکار ہو تو حاضر ہے۔

لو کان یجدی نسباً لکان عجم (حدیث)

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی
تو حضرت عمرؓ ہوتا۔



تہمت دوم

حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر

مولوی احمد رضا خاں بریلوی حسام الحرمین ص ۱۲۰، ۱۲۱ پر لکھتے ہیں:-

”ایک فتویٰ مولانا رشید احمد گنگوہی کے دستخط اور مہر والا میں نے

اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو بیبی وغیرہ میں بار بار معہ رد کے چھپا

اس میں صاف لکھ گیا کہ جو شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بالفعل جھوٹانے

تو اسے کافر کجاً فاسق بھی نہ کہنا چاہیے؟

یہ ہے تہمت کا خلاصہ مضمون۔ پچھلی تہمت میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ مولوی

احمد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا قاسم العلوم کو کافر بنوانے کے لیے تیرہ بہتان

بنائے۔ اب یہاں ایک اور بزرگی دیکھیے: ع

خود کوزہ و خود کوزہ گرد خود گل کوزہ

آپ ہی ایک فتوے لکھا اور اس پر مولانا رشید احمد کا نام لگا دیا۔ اور خود

اس پر کفر کا فتویٰ اور رد لکھ کر شائع کر دیا۔ فرماتے ہیں:-

”بار بار معہ رد کے چھپا“

یہ تردید اور رد لکھنے والے جو خیر سے آپ خود ہیں تو پھر:- ع

جو چاہے آپ کا حُسن کر شتم ساز کرے

فرماتے ہیں:-

”یہ فتویٰ لکھا ہوا میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے۔“

بجائے! جب لکھ کر سامنے رکھا ہوگا تو دیکھا بھی ہوگا۔ حضرت علمائے

دیوبند کے عقاید دھکے چھپے نہیں ہیں۔ قلمی فتووں کا سہارا لینے کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے؟ فتاویٰ رشیدیہ تین جلدوں میں چھپا ہوا موجود ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ جو شخص کہے کہ خداوند تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے وہ کافر ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ: یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی جو ایسی بے بنیاد، خود ساختہ تہمتوں کو پرپس میں لانے کی جرأت بھی کرتے ہیں، اور گلی کو پیر میں خالص جھوٹ کا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ ان کا جواب ہمارے پاس صرف یہی ہے:

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ



تہمت سوم

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری انجیٹوی

”شیطان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

بڑا عالم مانتے تھے معاذ اللہ! حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا علم شیطان سے گھٹایا“

پہلے چند اصول اچھی طرح سمجھ لیں :-
 ۱۔ علم کی دو قسمیں ہیں۔ اور یہ تقسیم ہر یونیورسٹی کو بھی مستمم ہے۔ کتاب خالص الاعتقاد کے ص ۲۵ اور ص ۳۲ میں یہ تقسیم موجود ہے:
 پہلی قسم ذاتی اور دوسری عطائی
 علم ذاتی وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا نہ ہو۔ عطائی جو عطا ہو۔
 علم ذاتی صرف خداوند تعالیٰ کے لیے ہے۔ علم عطائی درجہ بدرجہ سب کے لیے ہے، اگر کوئی شخص کسی نبی، یا ولی، یا فرشتہ کے لیے علم ذاتی ثابت کر لے گا تو مشرک ہوگا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب ملفوظات حصہ سوم ص ۳۱ مطبوعہ بریلی میں لکھتے ہیں :-

”علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو
 یعنی علم غیب، غیب کا علم، تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔“

ان کے حالات، بود و باش اور زندگی کے اصول، سمندر کی مچھلیوں کی تعداد، حرکت، خوراک کی مقدار وغیرہ۔ ان چیزوں کو علم دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اصل گھٹیا درجے کے اور ادنیٰ درجے کے علوم ہیں، ان کو علم نہیں

پانچواں اصول

اہمیت میں جس علم کی تعریف کی گئی ہے وہ فقط علم دین ہے۔ انسانی کمال والہ ہے۔ انگریزی یا دوسری زبانیں، جادو یا شاعری حقیقتاً علم نہیں ہیں۔ امام کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح بخاری باب العلم میں فرماتے ہیں:-

العلم لا یطلق الا علی علم الشریعة ... الخ

علم صرف شریعت کو کہا جاتا ہے۔ اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے وصیت کرے تو فقط اہل تعبیر و حدیث وفقہ پر خرچ ہوگی۔

چھٹا اصول

علم انسان کے لیے باعث کمال نہیں اور جن کو حاصل کرنے کا ضروری حکم نہیں ہے۔ جانوروں کے حالات، سمندروں اور جنگلوں کے حالات، ہر شخص کے گھریلو امور ان علموں میں ایک معمولی آدمی ایک بزرگ سے زیادہ واقفیت حاصل کر سکتا ہے۔ علم میں کمال حاصل کرنا نبی کے لیے ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت امام محمدؑ

الکتوب ہفتم دفتر دوم میں فرماتے ہیں:

”ہر عالم و حجام باعتبار صنعت خود بر عالم ذوننون فضیلت دارد

کہ از خیر اعتبار حافظ است“

ہر جولا یا اور حجام اپنے کاروبار کے اعتبار سے ہر بہت بڑے عالم پر فضیلت

دارد۔ یہ فضیلت قابل اعتبار نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ جولا ہے کو اپنے کام کی واقفیت

اس کی تشریح حاشیہ کثاف پر میر سید شریفؒ نے کر دی ہے اور حق ہے۔ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی ماننے کا ہے، یہ نکتہ ناظرین یاد رکھیں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ برہین قاطعہ میں یہ علم گمراہ کرنے کا علم عطائی ثابت کیا گیا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کیا گیا ہے کیونکہ ہر ذرہ کا علم ہونا اور محفل میلاد جہاں جہاں ہوا اور اس کا تشریف لے جانا کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں۔ اس لیے جو چیز علم نہیں ہے وہ ذاتی ہوگی اور علم ذاتی کسی مخلوق کے لیے ماننا کفر ہے جیسا کہ

دوسرا اصول

کائنات کے ہر ذرہ کے متعلق خداوند تعالیٰ کے معلومات بے انتہا ہیں اور مخلوق کی کوئی صفت بے انتہا نہیں اس لیے کہا جائے گا کہ مخلوق کا ذرہ کا بھی علم عیط نہیں۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے الدولۃ المکیۃ کے مضمون بیان کیا ہے۔

تیسرا اصول

عقیدہ قائم کرنے کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے اور انکار کے لیے دلیل کا نہ ہونا کافی ہے۔ فاضل بریلوی نے یہ بات بھی ابناء المصطفیٰ میں لکھی ہے۔

چوتھا اصول

معلومات کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو دین سے تعلق رکھتے ہوں یعنی دین دوسرے دنیاوی۔ جیسے زید، عمر، بکر کے عام حالات اور واقعات زمین کے

کی وجہ سے عالم دین پر کچھ فضیلت نہیں ہے۔ اسی طرح شیطان اور
کوی بھی اپنے قرہ کاموں کی وادعت انبیاء پر فضیلت کا باعث نہیں
امام رازی تفسیر کبیر ص ۲۹۵ جلد ۵ میں فرماتے ہیں:
"مَجُوزٌ اِنْ يَكُونُ عِيْرَ النَّبِيِّ فَوْقَ النَّبِيِّ فِي مَلِكٍ
لَا تَتَوَقَّعُ نِسْبَتُهُ عَلَيْهِا۔"

ترجمہ: جائز ہے کہ جو شخص نبی نہیں وہ نبی سے بڑھ جائے اسے
جن پر نبوت موقوف نہیں ہے۔

ساتواں اصول

جو باتیں دین سے تعلق نہیں رکھتیں ان کے نہ جاننے سے انبیاء اور
شان میں کچھ کمی نہیں آتی، نہ ان کے کمال میں کچھ فرق آتا ہے بلکہ ایسا
نادانگنی ہے۔ علامہ قاضی عیاض شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

"وہ علوم بہن کا تعلق دنیوی باتوں سے ہو ان میں سے بعض کو نہ جاننا
اور بعض کو غلاف واقعہ جاننے سے انبیاء کا معصوم ہونا ضروری نہیں
سے ایسی ہو سکتا ہے کہ انبیاء کو بعض دنیوی باتوں کا علم نہ ہو اور بعض
دنیوی معاملات فیک سمجھ میں آئیں؟

آگے فرماتے ہیں:

"اور یہ بات ان کے لیے عیب نہیں، کیونکہ ان کی توجہ آخرت اور
اس کی خبروں، شریعت اور اس کے قوانین سے وابستہ ہے اور دنیا کے
کام اس کے برعکس ہیں۔ لیکن دنیا والے ظاہری زندگی کو ہی جانتے
ہیں۔ اور آخرت سے غافل ہیں؟ (اس لیے دنیوی معاملات کی پہچان
دنیا والوں کو ہی زیادہ ہو سکتی ہے) (شفاء شریف ص ۲۵)

یہ کتاب اہل بدعت کے نزدیک بہت معتبر ہے۔ تقریباً ہر وعظ میں اس کا

ہے۔ علامہ قاضی عیاض کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو کامل محبت ہے
وہ کسی سے مخفی نہیں۔ مگر اہل علم بات حق کی کہتے ہیں۔ ص ۳۰۲ پر اس مضمون کو اور بھی
الضح فرمایا ہے۔

آٹھواں اصول

اگر بعض جزئی واقعات کا علم کسی ادنیٰ درجے والے کو ہو اور اعلیٰ کو نہ ہو یا
کسی اُمتی کو ہو اور نبی کو نہ ہو تو اس وجہ سے وہ ادنیٰ اعلیٰ سے افضل اور بڑا عالم
نہیں بن جاتا۔ افضل اور عالم ہونے کا دار و مدار دینی علوم ہیں اور دینی علوم میں انبیاء
کے کون بڑھ سکتا ہے؟ پھر حضور سرور کائنات سے بڑا عالم کون ہو۔

نواں اصول

قرآن کریم، حدیث شریف میں ایسی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی حیات طیبہ میں کئی دنیاوی واقعات ایسے گزرے ہیں جن کی اطلاع
دوسرے لوگوں کو ہو گئی کیونکہ وہ واقعہ ان سے متعلق تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو اطلاع نہ ہوئی تو پوچھنے کی ضرورت پڑی، یا قرآن نازل ہوا مثلاً صحیح بخاری
شریف کتاب التفسیر میں ایک روایت ہے کہ آپ نے زید بن ارقم کو کسی واقعہ میں
تہمتاً قرار دیا مگر سورۃ منافقوں کی آیات نے انہیں سچا ثابت کیا۔ سورۃ توبہ
میں ہے بعض لوگ جو تمہارے ارد گرد بدوی رہتے ہیں منافق ہیں اور بعض اہل
مدینہ سرکش منافق ہیں۔ آپ ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔ دیکھیے محبوب خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقوں کا علم نہیں ہے مگر خود ان منافقوں کو تو اپنا
مال معلوم ہے۔

قرآن کریم کی رو سے شعر آپ کے شایان شان نہیں اور آپ کے علاوہ کافر
مسلمان شاعر موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ بعض گھٹیا چیزیں بھی شان رسالت سے متعلق

نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو معلوم نہ ہو اور دوسرے شخص کو معلوم ہوں۔ صحیح بخاری
صحیح مسلم، ابوداؤد شریف میں ہے کہ ایک حبشی عورت مسجد میں جھاڑو دبا کر
تھی۔ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہ پایا تو دریافت کیا
عرض کیا گیا اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ فرمایا تم مجھے اطلاع کیوں نہ دی
پھر فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ چنانچہ آپ نے اس کی قبر پر جا کر نماز ہزارہ
پڑھی۔ اگر ہر واقعہ ہو دنیا میں گزر رہا ہے اس کی آپ کو خبر ہوتی تو اطلاع
دینے کی شکایت کیوں فرماتے؟ قبر کا پتہ کیوں فرماتے؟ نیز سنن نسائی میں
ذید بن ثابت صحابی سے مروی ہے کہ آپ نے ایک نئی قبر دیکھ کر فرمایا مآلہا
یہ کیا ہے؟ یعنی کس کی قبر ہے؟ صحیح بخاری اور سنن اربعہ میں حضرت جابر سے
روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ اُحُد میں دو شہیدوں کو ایک قبر
میں رکھتے وقت پوچھتے، ان دونوں میں سے زیادہ قرآن سیکھنے والا کون ہے؟
جب بتایا جاتا تو اسے پہلے اتارتے۔

مسند امام احمد اور ہذا میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ
ایک غزوہ میں آپ کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا۔ فرمایا یہ کہاں کا بنا ہوا ہے؟
عرض کیا گیا فارس کا بنا ہوا ہے۔

ابوداؤد اور جامع ترمذی میں ابیض بن جمال سے مروی ہے کہ انہوں
نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ مقام مارب میں جو نمکین پانی کا چشمہ ہے وہ تم
کو عطا فرمایا جائے۔ درخواست منظور ہو گئی۔ جب وہ چلے تو ایک شخص نے عرض کی
کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے ان کو کیا دے دیا؟ آپ نے ان کو ایسا پانی دے
دیا جو آسانی سے نمک بن سکتا ہے۔ یہ بات معلوم فرما کر آپ نے اس صحابی سے
وہ پانی کا چشمہ واپس کر لیا۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے
کہ ایک دفعہ حضورؐ بیت الخلاء تشریف لے گئے اور میں نے آپ کے لیے پانی کا

پانی رکھ دیا۔ جب باہر تشریف لائے تو فرمایا پانی کا برتن کس نے رکھا ہے؟
میں نے عرض کیا میں نے رکھا ہے۔ خوش ہو کر دین میں سمجھ کی دعا دی۔

ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں بخاری میں مبتلا
تھا اور مسجد میں پڑا تھا کہ آپ نے آکر پوچھا کسی نے دوسری جوان یعنی ابوہریرہؓ کو
دیکھا ہے؟ تین دفعہ پوچھا۔ ایک شخص نے عرض کیا حضورؐ وہ یہ ہیں، بخاری میں
تھا میں مسجد کے ایک کونے میں پڑا ہوں۔ پس آپ میری طرف چلے اور قریب
آ کر اپنا ہاتھ مبارک مجھ پر رکھ دیا۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں عبدالرحمن ابن الاثیر سے روایت ہے کہ فتح مکہ
کے سال جب کہ میں نوجوان تھا میں نے دیکھا کہ آپ لوگوں سے خالد بن ولید کا گھر
پر سے تھے۔

ناظرین! ایسی مثالیں قرآن کریم اور حدیث شریف میں ہزاروں ہیں
کہ آپ بوقت ضرورت لوگوں سے دنیاوی باتیں پوچھ لیتے تھے۔ تم کون ہو؟
تمارا کیا نام ہے؟ کیا ہے؟ فلاں شخص کا گھر کدھر ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ بریلوی
عزات جو آپ کو ہرزہ کا عالم قرار دیتے ہیں تو یہ پوچھ پانچھ کیوں ہے؟
کہہ تلقت نہیں ہوگا!

ناظرین! یہ تو اصول مسئلہ اور نہایت مفید ہیں۔ بہت سے اختلافی مسائل
ان میں آگئے ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں اصل بات تک پہنچیں۔ مولوی عبدالمجید
عالم رامپوری کی یہ گستاخی ہماری نظر میں ہرگز قابل معافی نہیں۔ مثال میں کچھ مناسبت
نہی چاہیے۔ تو یہ تو بہ حضور پاکؐ کا علم شیطان کے علم سے ثابت کر رہے ہیں۔
کہ یہ نہ سوچا کہ شرعی مسائل ایسے بھدے اور ناقص قیاسات سے پاک ہیں۔
ہاں تو قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس ائمہ کے سوا کوئی چیز ایک جو کی قیمت
نہ رکھتی۔ ان گزشتہ صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے۔ مسئلہ دلیل سے ثابت ہوتا
ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا کہ ساری زمین کی ہر

بات کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اگر اس دلیل سے ثابت کیا جائے کہ چونکہ آپ شیطان سے افضل ہیں، اور شیطان کو سب بندوں کی جان پہچان حاصل ہے اس لیے آپ کو بھی سب زمین کا علم حاصل ہوگا تو اس صورت میں ہر مومن کی ساری زمین کا علم ہونا چاہیئے، کیونکہ ہر مومن بھی شیطان سے افضل ہے۔ اصل عبارت کیرزده مع تشریح یہ ہے:

الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر یہ دلیل ان بعض دنیاوی چیزوں کا علم دیا گیا ہے۔ شیطان کو اغواء بنی آدم کا، اور ملک الموت کو قبض ارواح کا۔ علم محیط زمین فخر عالم کو۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نانظر ان لفظ کو یاد رکھیں۔ یہاں زمینی علم کی بحث ہو رہی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن علوم میں کمال حاصل ہے وہ آسمانی علوم ہیں۔ اصول ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ میں آپ امام رازی اور قاضی عیاض کی عبارتوں میں پڑھ چکے ہیں کہ ادنیٰ عالم میں غیر نبی، نبی سے بڑھ سکتا ہے۔ انبیاء کا کمال علوم شریعت میں ہے۔ یہاں مولانا خلیل احمد فرما رہے ہیں کہ زمینی علم جو شیطان کو گمراہ کرنے کے لیے دیا ہے اس کی دلیل حدیث میں موجود ہے مگر حضور کا ساری دنیا کی محفل ہائے میلاد میں تشریف لانا کسی حدیث میں نہیں ہے۔ کوئی حدیث اگر اس مضمون کی ہوتی تو شیطان کے علم کی پناہ کیوں لیتے؟ ہم اعلان کرتے ہیں کہ کوئی ضعیف حدیث ہی ایسی دکھا دیں جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ جہاں محفل میلاد ہوگی ہم تشریف لائیں گے اگر نہیں ہے اور ہرگز آج تک اس کا ثبوت منہ سے تو یہ دین داری نہیں یہ ہوا پرستی ہے اس سے باز آؤ۔ میلاد کی محفلیں سنت طریقہ سے بے شک کرو، ثواب ہے، مگر بدعات کو چھوڑ کر، اور یہ اعتقاد بے بنیاد بھی چھوڑ دو کہ اٹھو حضرت تشریف لائے۔ ہم حیران ہیں کہ کیا حضور ساری مجلس ختم ہونے کے وقت ہی تشریف لاتے ہیں، اگر تم کو یقین ہے کہ حضور بر نور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مجلسوں میں تشریف لاتے ہیں تو تمہارا وہاں اتنی دیر بیٹھے رہنا گستاخی نہیں ہے؟ اور پھر یہ خوش گیتیاں، یہ جھوٹ موٹ فسانے

یہ غلط نعت خوانی، یہ بناوٹی کہانیاں کیا حضور کو سناتے ہو؟ یا افسوس! کیا صحابہ کی مجلسیں ایسی ہی ہوتی تھیں؟ یہاں تو مولانا خلیل احمد زمینی علم کا ذکر فرما رہے ہیں کہ یہ ادنیٰ اور گھٹیا علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے باعث شرف نہیں ہیں۔ آپ آسمانی علوم کے تاجدار ہیں آپ کے علوم یہ ہیں۔ دنیا کی بے ثباتی، آخرت اور اس کی پائنداری، عالم قبر، عالم قیامت، حساب، میزان، شفاعت، پل صراط، جنت اور اس کے عجائبات، دوزخ اور اس کی ہولناکیاں، نیکی اور بدی کی پہچان، علم شریعت، علم طریقت، معرفت، علم الاسرار، یہ علوم نبوت شیطان خبیث کے پاس کہاں ہیں؟ یہاں زمینی علم کی بات چل رہی ہے مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جھوٹ اور بہتان میں غضب کر دیا کہ اس اردو عبارت کو علمائے عرب کے پاس ان لفظوں میں ظاہر کیا:

بان شیخہم ابلیس اوسع علما من رسول الله صلى الله عليه وسلم

یعنی علمائے دیوبند اپنے پیر شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ کجا زمینی علم اور کجا مطلق علم، کوئی شخص کتنی احتیاط سے بات کرے مگر بگاڑنے والا بگاڑ سکتا ہے۔ لکھنؤ کی بھٹیاریاں لڑنے میں مشہور ہیں مگر مولوی احمد رضا خاں ان سے بھی بدتر لڑائی لڑے ہیں۔ اصول تو یہ ہے کہ جب تک سو میں سے ایک فی صدی گنجائش ہو کہ فرنا کہا جائے، مگر یہاں اٹنا اصول ہے، ہزار میں سے ایک وجہ بھی کفر کی نہیں مگر سو فی صدی کا فرنا دیا۔

آگے چلیے خلاف نصوص قطعیہ کے جو قرآن و حدیث میں بکثرت موجود ہیں، کہ علم ذاتی کسی کو ذرہ بھر نہیں دیا گیا۔ ابھی ابھی ملفوظات کا حوالہ گزرا ہے، بلا دلیل یعنی کوئی دلیل ان کے پاس اس بات کی نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام محض میلاد میں تشریف لاتے ہیں۔ محض قیام فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا حصہ ایمان کا ہے۔ یعنی علم ذاتی غیر عطائی ثابت کرنا شرک ہے۔ چونکہ ایسی عطا کی دلیل بریلویوں کے پاس آج تک نہیں ہے۔ اس لیے یہ علم ذاتی ہوگا۔ کیونکہ میسرے قہم تو کوئی ہے نہیں۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت۔ یعنی زمین پر رہنے والوں کو گمراہ کرنے کا علم

جواب

مولانا تھانوی نے جواب میں لکھا۔ میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ (کھٹک) بھی نہیں گزرا۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا، جیسا انہیں عرض کروں گا۔ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے، جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس کو خارج الاسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

فاظمین! یہ عبارت پھپھکی تھی۔ سب بریلویوں نے اس سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اگر خدا کا خوف نہیں تو دنیا کی شرم کریں کہ جن لفظوں سے تم انہیں کانفرنہ بناتے ہو ان کو وہ بھی کفر یہ کہتے ہیں تو پھر اختلاف کس بات کا ہے؟ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے بسط البنان میں اپنی عبارت خود واضح کی ہے جس کا خلاصہ ہم بھی عرض کریں گے۔ یاد رہے کہ بعض مخلص افراد نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت اگرچہ بے غبار ہے لیکن خدا سے نہ ڈرنے والے دکاندار مولوی جن الفاظ سے بچارے عوام کو دھوکا دیتے ہیں اگر وہ الفاظ بدل دیئے جائیں تو عوام پریشانی سے بچ جائیں۔ تو آپ نے مشورہ دینے والے کو دعادی اور دلی مسرت کے ساتھ اس مشورہ کو قبول فرمایا اور عبارت کو اس طرح بدل دیا:

”مطلق علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں۔“

یہاں سے لے لیا لفظ بھی اڑا دیا۔ زید، عمر، بکر، دیوانہ اور جمع حیوانات اور بہائم کا لفظ بھی اڑا دیا۔ یہ واقعہ ماہ صفر ۱۳۵۲ھ کا ہے۔ گویا بیس بتیس سال سے یہ عبارت بدل دی گئی تھی۔ مگر ہمارے اہل بدعت کی دکان اُس پہلی عبارت سے چپکتی ہے۔ اس سے وہی پرانا ایڈیشن لیے پھرتے ہیں۔ اُس وقت سے آج تک حفظ الایمان اس ترجمہ کے ساتھ کئی بار پھپھکی ہے بلکہ یہ پورا واقعہ تغیر العنوان کے نام سے

کا ہوا ہے۔ اس کے بعد جادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ میں حضرت مولانا محمد منظور نے اس کے ترمیم و دلائل کے شروع سے لفظ علم غیب کا حکم کیا جانا بدل دیا جائے۔ اُن اس حکم کے عملی معنوں سے واقف نہیں ہیں، لوگ حکومت کے معنی سمجھتے ہیں۔ آپ نے یہ تجویز بھی منظور فرمائی۔ چنانچہ رجب ۱۳۵۴ھ کے رسالہ ”الفرقان“ میں اس کی اشاعت بھی ہو چکی ہے۔

چنانچہ ان دو ترمیموں کے بعد اب یہ عبارت اس طرح ہے:

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا اطلاق کیا جانا اگر قبول نہ ہو صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے بعض غیب مراد ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیا تخصیص ہے۔ مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء کو بھی حاصل ہیں تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے؟“

حضرت مولانا تھانوی کی انتہائی شرافت اور امن پسندی ہے کہ عبارت کو بدل دیا ورنہ بعینہ اسی مضمون کی عبارت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے دادا پیر خباب محمد شاہ صاحب کی کتاب خزینۃ الاولیاء کے صفحہ ۱۵ پر ہے۔ اور اس سے صاف عبارت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے حقیقی دادا مولوی ریاض علی صاحب کی کتاب ہدایت الاسلام مطبوعہ صحیح صادق سیتا پور کے صفحہ ۳۵ پر ہے۔ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔

اصل بات کیا تھی۔ بریلوی حضرات کو یہ مرض شرک کا یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے مخصوص ناموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولنا چاہتے ہیں چنانچہ کئی جاہل حضور کو عالم الغیب بھی کہتے ہیں۔ اس بات میں شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو خداوند تعالیٰ نے غیبی علوم عطا فرمائے ہیں۔ اور حضرت مولانا اشرف علیؒ یہاں علم غیب کا ذکر نہیں فرما رہے بلکہ عالم الغیب کہنے کی تردید ہو رہی ہے۔ علم غیب کے متعلق حضرت مولانا کا عقیدہ یہ ہے: آپ کی مشہور و معروف

تصنیف ہو اور انوار کے صفحہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

”اللہ تعالیٰ نے علوم غیب میں سے بعض مخلوق کو بعض علوم عطا فرمائے ہیں جن میں سے سب سے زیادہ حضرات انبیاء علیہ السلام اور ملائکہ کو پھر ان سب سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم عطا فرمائے ہیں خصوصاً علوم تشریعیہ یعنی علوم شریعت کے ایک ایک جزو کا۔ اسی طرح علوم تکوینیہ مناسبت منصب نبوت کی ایک ایک جزئی کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا ہے اور بعض نہیں عطا فرمائے بعض علم عطا ہوئے ہیں اور بعض نہیں عطا ہوئے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے؟“

رواض رہے کہ فاضل بریلوی نے بھی دولتِ مکیہ کے صفحہ پر اس بات

تسلیم کیا ہے

آگے فرماتے ہیں:

”اور بعض دیگر جبریات کا عطا ہونا نہ ہونا مختلف فیہ ہے۔ مثلاً قیامت کا علم یعنی وقت مقررہ قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا تفصیلی علم۔ ظاہر نصوص اس کی نفی کرتی ہیں اور جمہور اہل حق کا یہی اعتقاد ہے اور بعض نے بعض روایتیں جو ثابت نہیں، یا اس مطلب کے لیے ناکافی ہیں، سے دلیل پکڑ کر حضور علیہ السلام کے لیے اس کو ثابت کر کے جمہور سے اختلاف کیا ہے مگر یہ اختلاف بدعت کی حد سے نہیں بڑھا۔ یعنی ان لوگوں کو بدعتی کہا جائے گا فرہ نہ کہا جائے۔“

..... ۱۶

یہاں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت مولانا علم غیب عطا کی کے قائل ہیں

حفظ الایمان میں علم غیب کی بحث نہیں عالم الغیب کہنے کی بحث ہے۔ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اس عبارت کے آخری فقرہ کو کج کو جاتے ہوئے سمندر میں

اور بات پکڑنے والی نہ تھی۔ آخری لفظ یہ ہیں:

”تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے؟“

یہ آخری فقرہ کاٹ دیا اور بات کو اپنی جگہ سے دورے گئے۔ اس ساری عبارت میں بریلویوں کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ ایسا صرف تشبیہ کے لیے آتا ہے اور یہاں معاذ اللہ حضرت تھانوی نے حضور کے علم کو جانوروں اور دیوانوں ایسا کہا ہے۔ یہ لفظ ایسا چونکہ اردو زبان کا لفظ ہے اس لیے یہاں اردو ادب کے ماہرین کا حوالہ کافی ہو گا۔ واضح ہو کہ امیر مینائی نے جو اردو زبان کے معلم استاد اور سند ہیں، امیر اللغات جلد ۵ صفحہ ۳۰۲ میں لفظ ایسا کے پانچ معنی لکھے ہیں۔

۱۔ اس قسم کا۔ اس شکل کا۔ کہتے ہیں ایسا قلمدان ہر شخص نہیں بنا سکتا۔

۲۔ اس قدر اتنا۔ کہتے ہیں ایسا مارا کہ ادھموا کر دیا۔

۳۔ مانند۔ ہم نے تم ایسے بہترے دیکھے ہیں۔

۴۔ اس طرح۔ یوں۔ کہتے ہیں ایسا سنا ہے کہ آج ان دونوں میں چل گئی۔

۵۔ مدح و ذم میں مبالغہ۔ کہتے ہیں ایسا وقت قسمت سے ملتا ہے۔

یہ پانچ معنی ہیں۔ صرف ۵ ہیں ایسا یعنی جیسا ہے باقی چار تشبیہ اور

مانند کا معنی نہیں دیتے۔ مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب کو جب کافر کہنا

ہی منظور تھا، تو ان کی نظر میں ایسا کے اور معنی ہی نہیں۔ کہتے ہیں خداوند

ایسا قادر ہے کہ جو چاہے کرے۔ کیا یہاں بھی مانند کے معنی ہو سکتے ہیں؟ خداوند

تعالیٰ ایسا تو ہے۔ جیسا کہاں سے لاؤ گے؟

داغ کا شعر ہے

جلوے میری نگاہ میں کون و مکان کے ہیں

مجھ سے کہاں بچیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

کسی نے کہا ہے ۔

وصل بُتِ خود سر کی تمنا نہ کریں گے
ہاں ہاں نہ کریں گے کبھی ایسا نہ کریں گے

حضرت یہ ایسا یہاں مطلق بعض کو بیان کر رہا ہے اور قاعدہ ہے کہ جب ہم
کل کے مقابل ہو تو وہاں ایک اور ننانوے دونوں پر بعض صادق آتا ہے ۔ یہ اہل
علم کی عبارتیں بہار سے اردو خواں لوگ کیا جانیں !
ناظرین ! ہم اس عبارت میں مزید تشریح کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ یہ
مولانا حقانویؒ نے دو دفعہ تبدیل کی ہے ۔ اب تبدیل شدہ عبارت پر اعتراض
ہو تو بتائیں !



تہمتِ پنجم

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ

سب سے بڑے الزام اور بہتان حضرت شاہ اسماعیل شہید دہلوی پر لگاتے
اس کے متعلق بندہ کا مستقل رسالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم چھپ چکا ہے
تمام اعتراضات کا جواب موجود ہے جو تقویت الایمان پر کئے گئے صرف
باقی بے جو صراط مستقیم پر لگایا۔ یعنی مفتی احمد یار صاحب جامع الحق ص ۱۸
پر ہے ۔

دیوبندیوں کا عقیدہ ہے نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانا اپنے
گھر سے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے ۔
مولانا دہلوی احمد رضا خاں صاحب نے کوکبہ شہابیہ میں اس عبارت کو کفریہ
قراردیا ہے ۔ اس لئے مناسب ہو گا کہ صراط مستقیم کی متعلقہ پوری عبارت
اور میں ترجمہ کر دیا جائے تاکہ عبارت کا مطلب معلوم ہو سکے ۔ فرماتے ہیں :-
اہل کشف یہ نہ سمجھیں کہ نماز کے اندر اپنے پیر کی طرف برزخ
بنا کر متوجہ ہونا یا رُوحوں اور فرشتوں کی ملاقات کو نماز میں تلاش کرنا
اسی نماز کو حاصل کرنا ہے جو مومنوں کی معراج ہے ۔
مطلب یہ ہے کہ جو بزرگ نماز میں پیر کی صورت کو سامنے سمجھ کر اس کو سجدہ
کرتے ہیں یا رُوحوں اور فرشتوں کی ملاقات نماز میں ڈھونڈتے ہیں یہ اعلیٰ قسم کی

بہیں بلکہ یہ توجہ بھی شرک کی ایک شاخ ہے اگرچہ پوشیدہ قسم کا شرک
ہو اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ عجیب و غریب مسائل کا حل ہو جانا یا فرشتوں

کا نماز میں نظر آنا برا ہے بلکہ اپنے ارادہ کو ادھر متوجہ کرنا اور اس نیت میں اس مقصد کو شامل کر لینا یعنی اس نیت سے نماز پڑھنا کر انکشاف ہو گا، با اخلاص لوگوں کے اخلاص کے مخالف ہے۔ لیکن بلا ارادہ ان چیزوں کا نظر آ جانا ایک قسم کا انعام ہے۔ اللہ کے حضور میں پوری طرح متوجہ ہونے والوں کو مزید ہدایت کی وجہ سے عطا ہوتا ہے۔ پس یہ ان کا کمال ہے جو مثال صورت میں مجسم بن کر سامنے آ گیا۔ اور ان کی نماز ایسی عبادت ہے جس کا پھل آنکھوں سے نظر آ گیا۔ ہاں اپنی ضرورت کی دعائیں اس عقیدہ سے کہ حاجت روائی صرف اللہ کا کام ہے نماز کا کمال ہے۔ اور اپنے جی میں اپنی ضرورتوں کا مشورہ کرنا نماز کے اندر بدترین دوسوہ ہے۔ اور جو بات حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ نماز میں لشکر کی تیاری کی تدبیر فرماتے پس اس قصہ سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔

سے کارِ پا کاں راقیاس از خود میگیر گر چہ پاند در نوشتن شیر و شیر پاک لوگوں کا معاملہ اپنے جیسا نہ سمجھ اگرچہ لکھنے میں شیر اور شیر کی صورت ایک ہے حضرت خضر علیہ السلام کے لئے بے گناہ لڑکے کو قتل کرنا بڑا ثواب تھا دوسروں کے لئے بڑا گناہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا وہ مرتبہ تھا کہ نماز میں لشکر کی تیاری غل نہیں ڈالتی تھی بلکہ نماز کو مکمل کرتی تھی بلکہ نماز کو مکمل کرتی تھی کیونکہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل پر الہام ہوتا تھا۔ لیکن جو شخص نماز کو خود اپنے ارادہ سے کسی دینی یا دنیاوی کام کی طرف توجہ کرتا ہے اس کا معاملہ دوسرا ہے جس شخص کو یہ مقام حاصل ہو وہ سمجھتا ہے۔

ہاں اس اصول کے مطابق کہ نماز میں بغض اندھیراں یعنی دوسوے بغض سے بڑھ کر ہیں۔ زنا کے دوسوہ کی نسبت اپنی بیوی کے ساتھ طاعت

کا دوسوہ آ جانا اچھا ہے۔ اور نماز میں اپنی پوری توجہ کو خداوند تعالیٰ سے ارادہ نہ کرنا اپنے پیچھے دوسوے قابلِ تعظیم لوگوں کی طرف، خواہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پھر دنیا اپنی گائے یا گدھے کی صورت پر متوجہ ہونے سے بہت بُرا ہے۔ کیونکہ بزرگوں کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ دل کے مرکز سے چٹ جاتا ہے لیکن اپنے گدھے اور گائے کا خیال کہ نہ تو اتنی دلچسپی رکھتا ہے اور نہ تعظیم، بلکہ اپنی گائے اور گدھے کا خیال ذلت اور حقارت کے ساتھ آتا ہے اس لئے یہ دوسوہ آنا برا نہیں ہے۔ اور جب نماز پڑھنے کا مقصد اور تدعا غیر اللہ کی تعظیم اور بزرگی ہو تو شرک تک پہنچ جاتا ہے۔ حاصل کلام اس عبارت کا مقصد دس دس کا فرق بیان کرنا ہے۔ انسان کو باخبر رہنا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ کی ضروری سے پیچھے نہ بیٹے اگرچہ کوئی رکاوٹ بھی ہو۔

گائے اور گدھے کے لفظ کے متعلق آگے فرماتے ہیں :-

”گائے اور گدھا ایک مثال ہے، خواہ ہاتھی ہو، یا اونٹ“

اصل عبارت فارسی میں یوں ہے :-

”از دوسوہ زنا خیال جماعت زوجہ خود بہتر است و صرف ہمت لبوئے

یہیخ و امثالِ آں از معظین گو جناب رسالت مآب باشند بچیدیں مرتبہ بزرگ

استغراق در صورت کا و خود درست“۔۔۔۔۔ الخ

مولوی احمد رضا خاں کو کتبہ شہابیہ میں اس عبارت کو کفر یہ ۲۵، ۲۹ قرار دیتی ہیں

اور اندھے ہو کر اس عبارت کی تشریح اردو میں یوں کرتے ہیں :-

”مسلمانو! خدا را نہ پاک خیطانی کلموں پر غور کرو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے کسی

فاجشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی

بُرا ہے۔“

ناظرین غور فرمائیں اس ظالم مجہد نے صرف ہمت کا ترجمہ کیا ہے
 لے جانا، اور یہی اندھیر گردی آج تک بریلویوں میں جاری ہے کہ صرف ہم
 خیال لانا یا لے جانا کرتے ہیں۔ اور فاحشہ کا لفظ لطف لینے کے لئے اس ظالم
 ساتھ لگا دیا حالانکہ صراطِ مستقیم کے لفظ یہ ہیں۔ اپنی زوجہ کی مجامعت کا
 دوسرے زمانے سے بہتر ہے۔ لیکن یہ جھوٹا مجہد الفاظ کو بگاڑنے میں قوم کو سہا
 کتا دیر ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت مولانا شبیر نے خیال لانے کا لفظ
 لکھا ہے۔ بلکہ صرف ہمت کا لفظ لکھا ہے۔ صرف ہمت دو لفظ ہیں دو ترکیبیں
 صرف کے معنی عربی زبان میں گردانیدن یعنی پھیرنا اور ہٹانا ہے۔ دیکھو منتخب
 ص ۴۰ اور ہمت کے معنی ہیں قصد دل یعنی دل کا ارادہ اور مقصد دیکھو غیاث اللغات
 ص ۴۵ انتہی اور ب ص ۱۱۱ واضح رہے کہ ہمت صوفیہ کرام کی ایک مشہور اصطلاح
 اس لیے شیخ الاسلام ہروی رحمۃ اللہ علیہ کی مستند و معتبر کتاب منازل السائرین
 اس کی شرح مدارج السالکین سے ہمت کی تشریح بیان کی جاتی ہے :-
 (بَابُ الْهَمَّةِ) الْهَمَّةُ مَا يَمْلِكُ الْإِنْبِعَاتُ لِلْمَقْصُودِ حِسْرًا
 ترجمہ :- یعنی ہمت بندہ کی وہ حالت ہے جو خالص مقصود کی طرف شوق
 قبضہ جمالی ہے یعنی اپنے مقصود کے سوا دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونا اس
 اختیار میں نہیں رہتا۔ (منازل السائرین ص ۱۱۱)

اس کتاب کی مشہور شرح مدارج السالکین میں یوں لکھا ہے :-

وَالْهَمَّةُ فَحْلَةٌ مِّنَ الْهَمِّ وَهُوَ مَبْدَعُ الْإِرَادَةِ وَلَكِنْ
 حَصَوَهَا بِنَهَايَةِ الْإِرَادَةِ فَالْهَمُّ مَبْدَعُهَا وَالْهَمَّةُ
 نَهَايَتُهَا۔

(مطلب) ارادہ کو ابتدائی حالت میں ہم کہا جاتا ہے اور انتہائی حالت میں ہمت
 کہا جاتا ہے ص ۱۱۱

معلوم ہوا کہ ہمت بندہ کے دل کی وہ کیفیت ہے جس میں خداوند تعالیٰ کی

دل کی توجہ انتہائی درجہ کو پہنچ جائے اور خالص ہو جائے کہ اس کے سوا کسی
 طرف نہ ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

وَالْمُرَادُ أَنَّ هِمَّةَ الْعَبْدِ إِذَا تَلَقَّتْ بِأُحْقَ تَعَالَى طَلِبًا
 سَادِقًا خَالِصًا فَحَصَنَّا فِتْلَكَ هِيَ الْهَمَّةُ الْعَالِيَةُ
 وَمَا حَبَّ لِهَذِهِ الْهَمَّةِ سَرِيعٌ وَصَوْلُهُ وَظَفَرُهُ بِطَلُوبِهِ صِيبٌ
 ترجمہ :- مراد یہ ہے کہ بندہ کی ساری توجہ جب خالص اور صرف خداوند تعالیٰ
 کی طرف ہو، اور کسی مخلوق کی طرف نہ ہو تو یہی ہمت عالیہ ہے۔ اور اسی ہمت یعنی توجہ والا
 نفس جلدی اپنے مقصد کو حاصل کرتا ہے۔

اب یہ بات واضح ہو گئی کہ ہمت کا ترجمہ خیال نہیں ہے بلکہ انتہائی توجہ جو خداوند
 تعالیٰ کے لئے خاص ہو جائے اور مخلوق سے بالکل غفلت ہو جائے اسے صوفیہ کرام
 کی اصطلاح میں ہمت کہتے ہیں۔ اور صرف ہمت کا معنی ہے ایسی کامل توجہ کو خدا
 وند تعالیٰ سے ارادۂ ہٹا کر بندہ کی طرف لگانا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب
 صرف ہمت کا معنی لکھتے ہیں خیال لانا۔ اب یہاں حیرانی ہے کہ مولوی صاحب سہیل
 کہا جائے یا متعصب ضدی دونوں لفظ مناسب حال ہیں۔

اصل بات

جہل صوفیوں کی ایک اصطلاح ہے تصور برزخی یعنی نماز میں اپنے پیر یا حضور
 علیہ السلام کا تصور اس طرح باندھتے ہیں کہ آپ کے سامنے کھڑا آپ کی ناز پر پڑھ
 رہا ہوں۔ آپ بطور برزخ اور ظل اللہ میرے سامنے ہیں۔ میں آپ کو رکوع اور
 سجدہ کر رہا ہوں۔ یہ عبادت آپ کی کر رہا ہوں۔ ان جاہلوں کی کوشش یہ ہے
 کہ نماز میں خداوند تعالیٰ سے توجہ بالکل پھر جائے اور خداوند تعالیٰ کی یاد آ بھی جائے
 تو کوشش کر کے اپنی توجہ ہٹا کر پیر یا حضور علیہ السلام کی طرف لگاتے ہیں۔ چنانچہ نماز
 کے تمام الفاظ مَسْجُودًا اَللّٰهُمَّ وَغَيْرَہُ کو جو خداوند تعالیٰ کی تعریف اور حمد و
 ثناء ہے پیر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق کرتے ہیں۔ یہی صرف ہمت ہے

اور یہی بڑی ذہنیت ہے جسے علامہ شہید بدترین دوسوہ اور شرک فرما رہے ہیں
کیا کوئی مسلمان اس بات پر خوش ہے کہ نماز کو اس طرح بگاڑا جائے۔ ہاں ہر ایک
کی ادب بات ہے۔ مولانا شہید نے کس قدر بات کو صاف کیا فرماتے ہیں:-
”ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصودے شود یہ شرک نہ کشد“

ترجمہ: جب نماز کا مقصد غیر اللہ کی تعظیم اور بڑائی ہو جائے تو شرک بن جاتا ہے۔
بریلوی حضرات فرماتے ہیں کہ ایسی نماز بھی شرک نہیں ہے تو آخر شرک کیا چیز ہے؟
ہاں ایک بات باقی ہے وہ یہ کہ تصور شیخ کی صورت بھی ہے جسے صوفیہ کرام
کی زبان میں رابطہ کہتے ہیں یہ بہت بڑی نعمت ہے یعنی محبوب کے حالات اور
ادب صاف سنتے سنتے بوجہ غلبہ محبت اکثر تصور ان کا بلا ارادہ اور بلا قصد سامنے
رہتا ہے اور یہ صورت بعض اوقات نماز میں بھی بلا اختیار سامنے رہتی ہے اس کو
حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں بیان فرمایا ہے دیکھو صفحہ ۴۴ یہ بے شک
کیفیت ہے بڑے اولیاء اللہ نے اسے تسلیم کیا ہے شاذ لیہ سلسلہ میں اس کی درج
زیادہ ہے۔ دیکھو مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۹، ص ۳۰، ص ۳۱، ص ۳۲
ایسے بالکل لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار سوتے جاگتے ہر وقت حاصل
رہتا ہے۔ بندہ کے رسالہ حیات النبیؐ میں اس کا کچھ بیان موجود ہے۔ حضرت مولانا
اسماعیل شہید بھی اس کے قابل ہیں چنانچہ اسی کتاب صراط مستقیم کے ص ۱۰ پر فرماتے ہیں:-
”از انجملہ شدت تعلق است بر شد خود استقلالاً“

لیکن پیر پرستوں کا عقیدہ تصور برزخی یقیناً مردود اور بڑا ہے اسی کو علامہ شہید
نے گائے اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر فرمایا۔ کیونکہ یہ لوگ نماز
میں اپنی پوری توجہ کو خداوند تعالیٰ سے پھیر کر پیر یا حضور علیہ السلام پر ارادہ لگاتے ہیں
اور ان کو اپنے ارادہ سے مہرود قرار دیتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ موت
دہلوی نے اسی بدعتی تصور کو اپنی تفسیر میں رد فرمایا ہے۔ دیکھو اقسام شرک ص ۱۰
فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا (الایہ)

معلوم ہوا کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا اور لانا دونوں ایک
میزیں ہیں۔ تصور برزخی بنا کر آپ کا خیال لانا شرک ہے۔
ناظرین! ہم معافی کے خواستگار ہیں کہ بیک مارکیٹ کی یہ دکان ذرا علمی اصطلاحات
میں گھری ہوئی تھی ممکن ہے یہاں آپ کو کھوٹا کھرا پہچاننے میں دقت پیش آئی ہو۔
یہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے کارنامے آپ نے دیکھے تھے۔ اب ہم آپ کو بیک
مارکیٹ کی ایک اور دکان پر لے جاتے ہیں۔ یہاں سفید جھوٹ اور سیاہ بہتان دونوں
شہایت واضح نظر آئیں گے۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب کے استاد گرامی ہیں فقیہ قادری
ابوالبرکات سید احمد ناظم مرکزی انجمن حزب الاخاف ہند لاہور۔ انہوں نے حضرت
امام ربانیؒ کے مجدداً الف ثانیؒ کے مکتوبات شریف کا ایک خلاصہ بنام چالیس ارشادات امام
ربانیؒ شہار اور پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا ہوا ہے۔ یہ اشتہار عموماً بریلویوں کی جگہ
میں لٹکے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ اس اشتہار میں حضرت مجددؒ کے مکتوبات پر جو
حکم کیا ہے اس کا کچھ نمونہ دیکھتے تاکہ دودھ دودھ اور پانی پانی کی مثال صادق آئے۔

طوفان نمبر ۱

پمفلٹ کے ص ۱ نمبر ۱ میں مکتوبات شریف سے ایک حدیث نقل کی ہے جس
میں بہت زیادہ جھوٹ تو نہیں بولا صرف مابین نہیں کا لفظ کاٹ کر بنا دیا۔ ہاں
اور نہیں میں کتنا فرق ہوتا ہے یہ تو آپ سمجھتے ہیں بس سید صاحب نے اتنا
کام کیا ہے۔ سید صاحب فرماتے ہیں:-

”حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ
سے عرض کی اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَاَنَا وَمَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِحُجَّتِكَ
ترجمہ یہ کیا ہے:-

اے اللہ تو ہے اور میں ہوں اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں

نے تیرے لئے چھوڑ دیا۔

ناظرین! اس عبارت اور اس کاریگری میں وہی بریلوی ذہنیت کا ردِ مابہ اصل جھگڑا ہمارا ان سے یہی ہے کہ انبیاء کو خداوند تعالیٰ کے سامنے مقابلہ اور امام میں لاتے ہیں۔ مکتوبات شریف میں حدیث قدسی کی اصلی عبارت یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا الخ

اے اللہ تو ہے اور میں نہیں ہوں۔ یعنی تیرے سامنے میری ہستی کچھ نہیں ہے جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عبدیت سے واقف ہے وہ اس سے سمجھ سکتا ہے کہ حضور پر نور اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب میں یہ جرأت کب کر سکتے تھے کہ خداوند! تو بھی ہے اور میں بھی کچھ ہوں۔ میری بھی کچھ ہستی ہے۔

یہ بات اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ لوگ توحید کے دشمن کیوں ہیں یہاں سید صاحب نے نہیں کا لفظ کاٹ کر ہاں بنا دیا۔ حدیث بگاڑی وہ بھی قدسی۔ پھر امام مجدد الف ثانیؒ کو بدنام کیا۔ مسئلے بنتے نہیں تو بنائے جا رہے ہیں جب تحریر اور تصنیف میں یہ علانیہ فریب ہیں تو تقریر کا کیا حشر ہوگا؟ ان کی تقریر ہمیشہ جہلاد سنتے ہیں۔ وہاں ان کو دل کھول کر جھوٹ بولنے کا موقع ملتا ہے۔ جب بات پھسکی ہونے لگتی ہے تو جھوٹ قرآن کی کوئی آیت پڑھ دیتے ہیں۔ کوئی شعر پڑھ دیا۔ کسی بڑے عالم کا نام لے لیا۔ فلاں علامہ فلاں کتاب میں یوں فرماتے ہیں۔ یہ معمولی غلطی نہیں ہے جس کا دل چاہے مکتوبات شریف میں ما کا لفظ دیکھ لے۔ ادھر سید صاحب کا اشتہار بھی دیکھ لے۔ انصاف اور طلبِ حق شرط ہے۔

سید صاحب کی یہ جرأت دیکھ کر ہم حیران رہ گئے اور قصور شہر کے ایک اہل علم نصیحت کرنے گئے۔ عرض کیا سید صاحب یہ ما آپ کس طرح ہضم کر گئے؟ فرمایا بھائی کیا نام، کیا نام وہ ارے ایک قلمی نسخہ ہے ہمارے پاس وہ صیغہ ہے باقی سب دنیا کے نسخے غلط ہیں۔ ہمارے دوست نے عرض کیا سید صاحب جس کتاب کے صفحات کا حوالہ آپ نے دیا ہے اس میں جب ایسا نہیں ہے تو آپ کو غلط لکھنے کا

کیا حق تھا؟ اچھا لائیے صحیح نسخہ۔ وہ کیا نام چابیاں نہیں ملتیں۔ وہ ارے کہاں گیا بھائی لاہور میں؟ ہمارے دوست اڑ گئے کہ دیکھ کر جاؤں گا۔ آخر ہزار بہانہ کے بعد قلمی نسخہ آیا تو اس میں بھی ما لکھا تھا، آنکھیں زمین میں گر گئیں اور دہنی زبان سے کہا بھائی غلطی ہو گئی ہے۔ ہمارے دوست نے کہا اگر غلطی مان لی ہے تو اسے شائع کیجئے تاکہ لوگ گمراہ نہ ہوں مگر اصلی بریلوی وہی ہوتا ہے جو پکا ضدی ہو۔ سید صاحب کو اپنی غلطی شائع کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ یہ حضرت بریلویوں کے کرتادھرتا ہیں۔ ان کے کثرت یہ ہیں چھوٹے چھوٹے مذہبی نالوں کا کیا کہنا جب سمندروں کا یہ حال ہے۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب کو مرکز حزب الاخاف میں شاید ہی جھوٹ کے سمندر نظر آئے ہوں۔ ہم حیران ہیں کہ بندگی اور خلائی کے تعلق میں میں اور تو کی گنجائش ہی کہاں ہے؟ یہاں سید صاحب بریلویوں کا اصول ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دیکھو حضور نبی کریم خداوند تعالیٰ کے سامنے کس طرح اکڑ کر بولتے ہیں اے خدا تو بھی ہے اور میں بھی ہوں۔ اصل حدیث یوں ہے۔ اے خدا تو ہے اور میں نہیں ہوں۔ تیری شانِ جلالی کے سامنے میں سرتاپا عبدیت ہوں۔ انانیت ہی تو ابلیس کا جرم ہے۔

اے آفتاب خضر رہ معرفت ہے تو!
کتنے ستارے اور تیری محفل میں کچھ نہیں

طوفان نمبر ۲

بریلویوں کی بلیک مارکیٹ ناظرین کے لئے اچھے خاصے لطائف بتیا کر رہی ہے مگر دراصل یہ خوش طبعی کا سامان نہیں رونے کا مقام ہے۔ سید صاحب اسی پمفلٹ کے نمبر ۱ میں مکتوبات جلد سوم نمبر ۱ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ حضرت امام مجتہدؒ نے فرمایا ہے:-

”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت کسی بشر کی خلقت کی طرح

نہیں، بلکہ عالم ملکات کی کوئی چیز بھی حضور کی خلقت سے کچھ نہایت نہیں رکھتی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔

مکتوبات شریف کی اصل عبارت یہ ہے:-

”باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ سائر افراد انسانی نیست بلکہ خلقت بیسج فرد سے از افراد عالم مناسبت نہ دارد کہ او صلی اللہ علیہ وسلم با وجود نشاء عنصری از نور حق جل و علی مخلوق گشتہ است۔“

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش تمام افراد انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ کائنات کے کسی فرد سے بھی آپ کی پیدائش کچھ مناسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ آپ جسم عنصری یعنی آگ پانی مٹی ہوا کا مادی جسم رکھنے کے باوجود اللہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔“

واضح رہے کہ دنیا کے ہر جسم کا اصل یہی چار چیزیں ہیں۔ اب یہاں بشر کا لفظ تو ہے ہی نہیں انسان کا لفظ ہے۔ چونکہ ان کو ہر جگہ بشر سے کہہ لے انسان کی بجائے بشر کا لفظ لکھ دیا۔ مطلب یہ نکالنا چاہتے ہیں کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ حضور علیہ السلام کو بشر نہیں مانتے۔ مگر یہ نہ سوچا کہ حضرت مجددؑ نے مکتوبات میں کتنی جگہ بشریت کا صاف صاف اقرار کیا ہے۔ دیکھئے مکتوب ۱۲، دفتر اول ص ۱۱ میں حضرت امام مجددؑ فرماتے ہیں:-

”اے برادر! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاں علوشان بشر بود و بدایع حدوث و امکان قسم۔ بشر از خالق بشر پیدا شد۔ ترجمہ: اے بھائی! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر بلند شان کے باوجود بشر تھے اور حدوث و امکان کے دان سے داغ سے داغ تھے۔ بشر خالق بشر کے متعلق کیا معلوم کر سکتا ہے؟

آگے چلئے جلد اول ص ۳۲۹ میں فرماتے ہیں:-

”سے مبنی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام باعامہ در نفس انسانیت برابرند و در حقیقت و ذات ہمہ متحد۔ تفاضل باعتبار صفات کاملہ

آمدہ است۔“

ترجمہ: کیا تو نہیں دیکھتا کہ انبیاء علیہم السلام نفس انسانیت میں عام لوگوں کے ساتھ برابر ہیں، اور حقیقت اور ذات میں سب ایک دوسرے سے متحد ہیں ایک دوسرے سے افضل ہونا صفات کاملہ کی وجہ سے ہے۔

اہل بدعت اس لفظ پر غور فرمائیں۔ تم لوگ غلط و غلطوں میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیتے ہو۔ امام مجددؑ نے خوب فیصلہ فرمادیا کہ حقیقت اور ذات میں سب ایک ہیں۔ نفس انسانیت میں عام لوگ نبیوں کے ساتھ برابر ہیں۔

مکتوب ۲۰، دفتر اول ص ۲۱ میں حضرت امام مجددؑ فرماتے ہیں:-

”حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم را با کد و جہل امر ہے فرماید بانہا بشریت خود کا قال سبحانہ و تعالیٰ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یٰوَحٰی اِلٰی آتِیَانِ لَفْظِ مِثْلُكُمْ از برکت تاکید بشریت است۔“

ترجمہ: خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تاکید کیساتھ حکم فرمایا ہے کہ اپنی بشریت لوگوں پر ظاہر کریں۔ جیسا کہ فرمایا کہ یٰوَحٰی تم جیسا بشر ہوؤں مِثْلُكُمْ کا لفظ تاکید کے لئے لایا گیا ہے تاکہ شک شبہ نہ رہے۔“

دیکھئے امام مجددؑ کیا تفسیر بیان فرماتی ہے؟ کچھ دیوبندی سے معلوم ہوتے ہیں۔

مکتوب ۳۱، دفتر دوم ص ۶۲

”حضرت عمرؓ نے یہ سمجھا ہو گا کہ یہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے اُردو سے بشریت بلا ارادہ زبان پر جاری ہوا ہے۔
مکتوب ۹۶ دفتر دوم ص ۱۶۹، منہ الامام محمد والہ ثانیؒ فرماتے ہیں کہ
”شیعوں نے جو کاغذ، قلم، ادوات طلب کرنے والی حدیث اور حضرت
عمرؓ کے قول اجماع استغفروہ پر اعتراض کیا ہے اس کا
جواب معلوم کرنے کے لئے پہلے چند اصول معلوم کر لو۔ ہر اصول
مستقل جواب ہے۔“

اصول نمبر ۱

اول یہ کہ تمام منطوق و معقول یعنی جو لفظ آپؐ زبان سے بولتے اور
جو کچھ عقل سے سمجھتے تھے سب کے سب وحی نہ تھے اگر آپؐ کی
سب باتیں وحی ہوتیں تو آپؐ کی بعض باتوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے
اعتراض نہ ہوتا اور بعض باتوں کو معاف کرنے کی گنجائش نہ پیدا ہوتی۔ خدا
وند تعالیٰ نے فرمایا ہے خدا نے آپؐ کو معاف کر دیا، کیوں ان کو
اجازت دی تھی؟ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى عَفَى اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنَتْ لَكَ
یعنی اگر مہربان وحی سے ہوتی تو کسی بات پر اعتراض اور معافی نہ ہوتی۔

اصول نمبر ۲

اجتہادی اور عقلی معاملات میں فَاَعْتَبُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَالِ
اور سَتَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کے مطابق تو صحابہؓ کو آپؐ سے گفتگو کی
اجازت تھی اور رد و بدل کی گنجائش تھی۔ کیونکہ سوچ بچار اور مشورہ
کا حکم جو قرآن نے دیا ہے رد و بدل کے سوا اس کی کوئی صورت

نہیں ہو سکتی و مطلب یہ ہے کہ اگر مہربان آپؐ کی وحی الہی سے
ہوتی تو وحی کے مقابلہ میں مشورہ کی کیا حیثیت ہے؟
اگر فرماتے ہیں:-

بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے اور فدیہ لینے میں جو اختلاف ہوا تھا،
حضرت عمرؓ نے قتل کا مشورہ دیا تھا اور آپؐ نے حضرت صدیقؓ
اور دوسرے صحابہؓ کی رائے سے فدیہ لے کر کافر قیدیوں کو چھوڑ
دیا، وحی حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل ہوئی جُصُورٌ عَلَيْهِ الْقِتْلَةُ
والسلام نے فرمایا اگر اس بات پر غدا نازل ہوتا تو عمرؓ فاروق اور
سعد بن معاذؓ کے سوا کوئی نہ سمجھتا کیونکہ سعدؓ کی رائے حضرت عمرؓ
کے ساتھ تھی

اصول نمبر ۳

میسرا اصول یہ ہے کہ بھول جانا پیغمبر کا جائز ہے بلکہ ایسا واقعہ ہوا
ہے۔ ذوالیہدین صحابی کی حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ علیہ السلام
نے چار رکعت والی نماز فرض میں بھول کر دو رکعت پر سلام پھیر دیا،
صحابی نے عرض کیا، کیا نماز کم ہو گئی یا آپؐ بھول گئے؟ آپؐ نے
دوسروں سے پوچھا ذوالیہدین صحابی کی سچائی ظاہر ہونے پر آپؐ
نے نماز پوری کی، اور سجدہ ہو کیا۔ ہر گاہ کہ تندرستی اور فراغت کی
حالت میں آپؐ کا بھول جانا از روئے بشریت جائز ہے تو فرض
الموت میں بلا ارادہ درد کے غلبہ کے وقت بوجہ بشریت کے بھول
جانا کیوں جائز نہ ہو گا؟

لیجئے ایہ مسئلہ بشریت ہے اس کو یاد رکھئے۔ ناظرین! یہ ارشادات سر نہند شیخ

سمجھیں؛ جب حقیقت محمدیہ پر نظر پڑتی ہے تو بشریت سے انکار کر بیٹھتے ہیں اور سچی عقل رکھنے والے لوگ جب بشریت کو دیکھتے ہیں تو حقیقت محمدیہ کو بھول جاتے ہیں اور بعض گستاخ یہاں تک کہہ لیتے ہیں کہ ہم میں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کیا فرق ہے؟ فرق بہت زیادہ ہے مگر انکھیں نہ دیکھیں۔

طوفان نمبر ۳

سید صاحب لاہوری اسی اشتہار کے نمبر میں فرماتے ہیں:-
”مکتوب نمبر ۱۸۵۸ دفتر اول ص ۳۷ میں حضرت امام ربانیؒ نے فرمایا ہے کہ انبیاء و اولیاء کی پاک روحوں کو عرش سے فرش تک ہر جگہ برابر کی نسبت ہوتی ہے کوئی چیز ان سے اونز و یک نہیں۔ مکتوبات شریف کھول کر دیکھ تو اصل عبارت یہ نکلی:-
”روح نسبت با جمیع اسکنہ با وجود لامکانیت برابر است اور عرش نفس معنی دیگر است، تا ایں جانہ رسی توانی دریافت“

ترجمہ: روح کے لیے لامکان ہونے کے باوجود تمام جگہوں سے ایک جیسا تعلق ہے۔ روح کو عرش سے باہر کی چیز کہنا دوسری بات ہے جب تک تو اس مقام پر نہ پہنچے نہیں سمجھ سکتا۔ نہایت واضح بات ہے کہ جو چیز زمان و مکان میں محدود ہو اس کے لئے دوری اور نزدیکی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لامکان ہونا روح کی صفت ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي اس کی دلیل ہے شیخ برعلی سینا نے اشارات میں اس کو خوب واضح کیا ہے مگر سید صاحب نے جو جھوٹ کا مسئلہ میں حاضر ناظر کا مسئلہ ثابت کرنے کے لئے یہاں انبیاء و اولیاء کا لفظ بڑھادیا کیا جھوٹ سے جھوٹ کو ثابت کرنا بنیادیوں کے جماعتی نظام میں داخل ہو چکا ہے؟

انفوس! یہ دنیا میں رہا دین کا پردہ لے کر گمراہ کیا نام خدا کا لے کر۔ سید صاحب یہاں انبیاء و اولیاء کا لفظ حضرت مجدد نے نہیں لکھا اور مطلق روح کی بات ہو رہی ہے تو آپ نے علم غیب گلی اور حاضر ناظر کے لئے یہ پاؤں کیوں بیلایا؟ اور جناب سید صاحب یہ عرش سے فرش تک کا لفظ بھی تو آپ نے ہی بڑھایا ہے۔ کیا یہ عجز و بھی معافی کے قابل ہے؟

طوفان نمبر ۴

اسی اشتہار کے نمبر ۳ میں سید صاحب لکھتے ہیں:
مکتوب ع ۱ دفتر اول ص ۳۷ میں امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:-
”مسلمان کہلانے والے بد مذہب کی صحبت کھلے ہوئے کافر کی صحبت سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔“
اصل کتاب کے الفاظ یہ ہیں:-

”یقیناً تصور فرمائیے کہ فساد صحبت بتدریج زیادہ از فساد صحبت کافر است“

ترجمہ: یقیناً جانئے کہ بدعتی کی صحبت کا لگاؤ کافر کی صحبت سے زیادہ ہے، یہاں پھر وہی بریلوی ذہنیت کا فرما ہے۔ امام ربانیؒ نے بدعتی کا لفظ فرمایا ہے بدعتی کون ہوتا ہے؟ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور امام مجدد الف ثانیؒ کے حوالے گزر چکے ہیں۔ جہاں نام لے کر پیر پرستوں کو بدعتی اور مشرک کہا ہے۔ سید صاحب کو اس آئینہ میں اپنی صورت جو نظر آئی تو بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹے اور بدعتی کی بجائے بد مذہب کا لفظ جلدی سے لگا دیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ امام مجدد بھی کیسے بزرگ ہیں بروقت ان کے کانوں پر مارتے ہی رہتے ہیں بھائی بات یہ ہے کہ بدعت کے دشمن نہ ہوتے تو مجدد کس طرح ہوتے۔ مجدد تو بدعت کو توڑنے کے لئے ہی آئے ہیں۔ خیر سید صاحب نے ایک بات کام کی تباہی۔ بدعتی کا معنی ہے بد مذہب، اے دین بد دین خوب جزاک اللہ! قل یدق الکنوب۔

طوفان نمبر ۵

یہاں سید صاحب نے دل کھول کر جھوٹ بولا۔ ناظرین پہلے حضرت امام مجددؒ

کی اصلی عبارت سمجھیں، پھر سید صاحب کا جھوٹ خدا کی پناہ بہت بڑا ہے۔
مکتوب ۳۱۵ دفتر ۳ یہ خط مرزا حسام الدین احمد کے خط کے جواب میں امام محمد
رکھا ہے۔ مرزا حسام الدین کا سوال یہ ہے جس کو حضرت امام مجددؒ سوال کی
میں لکھتے ہیں۔ لکھ رہے ہیں:-

”دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود۔ در نفس قرآن خواندن
بصوت حسن و در قضا و لغت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است
تحریف و تغیر حروف قرآن است و التزام رعایت مقامات نعمہ و تزیید
صوت باطن طبع اہل انصاف مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح است
اگر برہنج خوانند کہ تحریف در کلمات قرآنی واقع نشود و در قضا و لغت
شرائط مذکورہ متحقق نہ گردد و آن را ہم بغرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع است
ترجمہ:- دوسرا جو مولود خوانی کے متعلق آپ کے خط میں درج تھا کہ صرف
اچھی آواز سے قرآن پڑھنے اور لغت و منقبت کے قصیدے پڑھنے
میں کیا ہرج ہے؟ منع چیز تو یہ ہے کہ قرآن کے حروف بدلے
اور لگاڑے جائیں۔ اور راگ کے مقامات کا خیال رکھنا اور آواز کو پھیر پھیر
کر اور راگ کے طریقہ پر راگ کے مناسب تالی بجانا کیونکہ ایسا کرنا عام
شعروں میں بھی مباح نہیں ہے چہ جائیکہ لغت و منقبت ہو۔ اگر مجلس مولود
میں اس طرح پڑھا جائے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں حرف نہ بگڑیں
اور لغت کے اشعار میں بھی راگ کے اصول نہ ہوں اور اس محفل مولود
کو صحیح غرض کے لئے تجویز کریں یعنی اس میں کوئی منہ پرکھنا نہ ہو
نہ ہو تو کیا ہرج ہے؟

نوٹ: واضح رہے کہ یہ قیام کی رسم حضرت امام مجددؒ کے زمانہ میں نہ تھی بعد کی پیداوار
ناظرین!! اس عبارت کو غور سے پڑھیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام محمدؒ
الف ثانی کے مبارک زمانہ میں بیہودہ بہت زور دیا پڑھتی۔ بدعتی لوگ میلاد کی محفل کرتے

حضرت امام ربانیؒ کی صورت میں اجازت نہ دیتے تھے، مطلقاً منع فرماتے
تھے۔ حضرات علماء دیوبند تو خاص خاص شرائط کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔
امام محمدؒ علماء دیوبند میں ہم نے لکھ دیا ہے۔ مگر امام مجددؒ الف ثانیؒ کی
اس ہی اڑاتے ہیں دفتر اول کے ایک مکتوب میں عجیب انکشاف فرمایا انہی مرزا
حسام الدین نے ایک خط لکھا تھا کہ آپ مولود کی محفلوں کو سختی سے بند کرتے ہیں
میں بعض لوگوں نے میلاد کی محفل کرا لی تو رات خواب میں ان کو حضور علیہ
الصلوٰۃ والکرام کی زیارت نصیب ہوئی اس لئے اب یہ چھوڑنا مشکل ہے حضرت امام
محمدؒ فرماتے ہیں کہ خواب کا کچھ اعتبار نہیں۔ حضور کی شکل تو شیطان نہیں بنا سکتا۔
لیکن آپ کی اصلی صورت تو فقط صحابہؓ نے دیکھی ہوئی سخی ہمارے دماغ شیطانی
اشارات سے محفوظ نہیں ہیں اس لئے میلاد کی محفلیں بالکل چھوڑ دو۔ ورنہ
ہمارا راہ راہی مریضی کا تعلق ختم ہے۔ یہ مضمون مکتوبات شریفہ کے دفتر
اول مکتوب ۳۱۵ میں منقل ہے نظیرین ترجمہ لے کر ضرور پڑھیں۔ ہمارے زمانہ
کے مجددی غور فرمائیں کہ آج کل کے مجددی پیران کو اکہرے جارہے ہیں۔
معلوم ہوا اسی خط کے جواب میں مرزا حسام الدین نے پھر لکھا ہے کہ اگر میلاد
کی محفل میں قرآن کریم راگ میں نہ پڑھا جائے اور لغت بھی راگ میں نہ پڑھی
جائے تو پھر مولود کی محفل میں کیا ہرج ہے؟ منع تو راگ ہے۔ دیکھئے آج
جو لغت خواں بھیرویں اور ملہار نہ جانتا ہو اس غریب کو کون پوچھتا ہے اس میں
کوئی شک نہیں کہ بریلوی جاہل تھیکر کا شوق محفل میلاد اور مجلس کیا دعویٰ میں پورا
کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کسی دن شہر میں اچھا راگی لغت خواں اچھا ہے تو تھیکر
بے رونق ہو جاتے ہیں۔ یہ نفس پرستی ہے۔ اسے دین پرستی سمجھ رکھا ہے۔

ہاں تو حضرت مرزا حسام الدین حضرت مجددؒ سے پوچھتے ہیں کہ اگر محفل میلاد
تمام غیر شرع راگ راگنی سے پاک ہو تو پھر کیا ہرج ہے؟ پورے ایک ہزار سال
کی تجدید جس بزرگ کو خداوند تعالیٰ نے بخشی ہے اس کا جواب سنیں اور خوب غور سے

سنے فرماتے ہیں:-

”مخدوم! بخاطر فقیر سے رسد تاسدائیں باب مطلق نہ کنند بوالہوساں
منور نے گرد نہ اگر اندک تجویز کنند منجر بہ بسیار خواهد شد۔ قلیلہ نقصان
الحی کثیرہ قول مشہور است۔“

ترجمہ:- اے مخدوم! اے بزرگ! فقیر کا خیال یہ ہے کہ جب تک یہ دروازہ
مطلق بند نہ کریں بوالہوساں لوگ نہیں کریں گے۔ اگر عقوڑی سی چیز
جائز کی جائے گی تو کھینچ کر بہت بنالیں گے۔ قلیل چیز کثیر بن جاتی ہے
یہ قول مشہور ہے۔

ناظرین! یہاں مخدوم کے لفظ سے جواب شروع ہوتا ہے حضرت امام مجددی کی
عادت ہے کہ مرزا احسام الدین احمد کو ٹوٹا مخدوم کے لفظ سے مخاطب کرتے ہیں۔
چنانچہ اس کی مثال دفتر اول ص ۴۲، ص ۴۳، ص ۴۴ ہے۔ دفتر دوم ص ۴۵، ص ۴۶ ہے۔
دفتر سوم ص ۴۷ ہے۔ مگر سید صاحب نے جب دیکھا کہ یہاں محفل مولود پر امام مجددی
کلمہ اچلا رہے ہیں تو پہلی عبارت سے سوالیہ نشان

”دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود“ اڑا دیا اور دوسری عبارت سے
یہاں جہتہ ”مخدوم! بخاطر فقیر سے رسد“ لکھا گئے اور ساری عبارت کو مجدد صاحب کا فتویٰ
قرار دیا حضرت امام مجددی کے مکتوبات کی اصلی عبارت بھی آپ نے دیکھ لی ہے۔ اب سید
صاحب کی چالاک دیکھئے۔ اسی مغلط کے ص ۴۲ پر اس عبارت کو بگاڑ کر ان لفظوں میں
ظاہر کرتے ہیں۔

”مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت
کی جائے۔ اور حضور اقدس کی لغت شریف اور صحابہ کرام اہل بیت
عظام، اور اولیائے اعلام رضی اللہ عنہم المنعم کی منقبت کے قصیدے
پڑھے جائیں تو ہمیں کیا ہرج ہے۔ ناجائز بات تو یہ ہے کہ قرآن عظیم
کے حروف میں تغیر و تحریف کر دی جائے اور قصیدے پڑھنے میں

راگنی اور موسیقی کے قواعد کی رعایت و پابندی کی جائے اور تالیان
بجائی جائیں، جس مجلس میلاد میں یہ ناجائز باتیں نہ ہوں اس کے
ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ ہاں جب تک راگنی اور تال نثر
کے ساتھ گانے اور تالیان بجانے کا دروازہ بند نہ کیا گیا۔ بوالہوساں لوگ
باز نہ آئیں گے اگر ان نامشروع باتوں کی ذرا سی بھی اجازت دے دی جائے
گی تو نتیجہ بہت خراب نکلے گا۔“

یہ ہے کہ سید صاحب کا کارنامہ۔ یہاں سید صاحب نے مرزا احسام الدین کے
وال کو مجدد صاحب کا فتویٰ قرار دیا۔ ناظرین اس بھوٹ اور نفا کو کھولنے کے لئے خدا
کے واسطے مکتوبات کا اردو ترجمہ خرید کر پڑھیں تاکہ سید صاحب کا بھول کھلے۔
مرزا احسام الدین پوچھتے ہیں کہ محفل میلاد اگر ناجائز باتوں راگ وغیرہ سے پاک ہو
تو کیا ہرج ہے آپ فرماتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ جب تک یہ دروازہ بالکل بند نہ کیا
جائے نفس پرست باز نہیں آئیں گے۔ چھوٹا سا سوراخ کھول کر بڑا ہمالیہ اس لئے یہ
بالکل بند کرنا چاہیئے۔ یعنی مولود کی محفل بالکل بند کرو۔ یہ مجدد صاحب کا فرمان ہے کیونکہ
اس میں جو خرابیاں اور بے ادبیاں ہوتی ہیں لوگ ان سے باز آنے والے
نہیں ہیں۔

سید صاحب نے یہاں چھ سطر عبارت ساری کی ساری بگاڑ دی۔ سوال جواب
کے نشان حذف کر دیئے۔ اہل علم بریلوی غور فرمائیں کن کے پیچھے چلتے ہو؟ یہیں
ہمارا یقین پختہ ہوتا ہے کہ حضرات علماء و دیوبند حضرت امام مجدد الف ثانی کے سچے
جانشین ہیں ورنہ مولود کی محفل کو مجددی نظر سے نہ دیکھتے۔

نوٹ:- مولوی عبدالعزیز صاحب سے متعلق عبارت حذف کر دی گئی کیونکہ

لہ مولوی محمد سعید نقشبندی مجددی خطیب مسجد اٹاکہ بخش لاہور نے بھی مسلک امام
ربانی میں سید ابوالبرکات کی طرح اس مکتوب کو بگاڑا ہے اور کبھی پرکھی ماری ہے
اس بات کی پوری تفصیل ہم نے اپنی کتاب ”مرشد جیلانی کے ارشادات حقانی“ میں لکھی ہے۔ (ریز آئی)

ترجمہ: نہیں کیا ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے واسطے ہمیشہ زندہ رہنا کیا اگر آپ مرجائیں گے تو کافر ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ انہیں ایسا نہیں ہے کیونکہ ہر جان والی ہے موت کو۔

اس کے علاوہ پارہ ۴ کے چھ رکوع کے شروع میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موت کا لفظ آیا ہے۔

قرآن مجید کے بعد امت کی بارگاہی ہے۔ امت میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب سے پہلے موت کا لفظ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ حدیث کی تمام کتابوں میں یہ لفظ بڑی تعداد میں ملتا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند حوالے دیکھئے:-

صحیح بخاری شریف کتاب الجنائز میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ کے حجرہ میں آئے۔ چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر بوسہ دیا پھر رو کر کہا میرے ماں باپ قربان اے اللہ کے نبی خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتیں نہیں جمع کرے گا۔ جو موت آپ پر لکھی ہوئی تھی وہ آپ پر وارد ہو چکی ہے۔

پھر حضرت صدیق اکبر نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی کرتا تھا۔ (وہ تو آج چھوڑ دیوے) کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک مر گئے ہیں، اور جو شخص اللہ کی بندگی کرتا تھا وہ جاری رکھے کیونکہ خداوند تعالیٰ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا۔

واضح رہے کہ یہ روایت اور موت کا لفظ بخاری شریف میں کئی جگہ آیا ہے۔ صحیح مسلم شریف کتاب الفضائل میں ہے مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ ۖ ۲۶ ترجمہ: جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف ۶۲ برس تھی۔

حدیث کی کتابوں میں یہ لفظ عام اور مستقل ہے۔ اگر اس میں کچھ بے ادبی ہوتی تو اتنے بڑے بڑے بزرگ محدث اپنی کتابوں میں کیوں لکھتے۔ پھر ان حدیثوں کے راوی

ان الفاظ کی روایت کیوں کرتے۔ بندہ کے خیال میں حدیث اور تفسیر کی ایسی کوئی کتاب یقیناً نہ ہوگی جس میں حضور علیہ السلام کے لئے موت کا لفظ نہ آیا ہو۔ اب علما دین کے ارشادات دیکھئے۔ علامہ قاضی عیاض امام اہل سنت نے شفا شریف میں ایک فصل اس عنوان سے لکھا ہے:-

اور جان لو کہ ادب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور تعظیم آپ کی آپ کی موت کے بعد اسی طرح ضروری ہے جس طرح آپ کی زندگی میں ضروری تھی۔ اسی فصل میں فرماتے ہیں:-

یعنی آپ کا ادب اس حالت میں کہ آپ میت ہیں ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کی زندگی میں تھا۔ شفا شریف ص ۳۸ د ۳۹۔

نیز فرماتے ہیں:-

”انبیاء کے جسم بشری صفتوں سے متصف ہیں۔ ان پر بیماری، موت، فنا اور تمام انسانی صفتیں آتی ہیں۔“ (شفا شریف جلد دوم ق ۱۱۱)

نیز امام اہل سنت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف جلد دوم باب ثانی کے شروع میں فرماتے ہیں:-

”وَأَنَّ حُرْمَتَهُ مَيِّتًا كَحُرْمَتِهِ حَيًّا۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے انبیاء اور رسول بشر سے ہیں (یعنی بشر ہیں) اور بے شک آپ کا جسم مبارک اور آپ کا ظاہر خالص بشر ہے۔ آپ کے جسم مبارک پر تبدیلیاں، دکھ درد، بیماریاں اور موت کا پیاہلہ پنا اسی طرح جائز ہے جس طرح بشر کے لئے جائز ہے اور یہ سب چیزیں آپ کی شان میں کی نہیں کرتیں۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا والوں پر لکھ دیا ہے کہ یہاں زندہ بھی رہیں گے اور مریں گے اور زمین سے نکلیں گے۔ خداوند تعالیٰ نے تمام بشر کو تبدیلیوں کے مقام پر پیدا کیا ہے بے شک آپ بیمار ہوئے۔ آپ کو گرمی سردی ملتی تھی، بھوک اور پیاس لگتی تھی، غصہ اور دل تنگی بھی ہوتی تھی، تھکان اور تکلیف بھی ہوتی تھی کمزوری اور بڑھاپا بھی آپ پر آیا، آپ گھوڑے سے گئے اور آپ کا پہلو پھیلا گیا کافور نے پتھر مار کر آپ کے دانت مبارک شہید کر دیئے۔ آپ کو زہر بھی پلایا

کے برابر تلقین کے الفاظ ناممکن ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم میں بھی تلقین کے لئے اس سے زیادہ جامع مضمون کہیں نہیں ہے پھر دُنبًا لَا تُؤْخِذُنَا سے جو دعا شروع ہوتی ہے انصاف سے سوچئے کہ وہ کس قدر حسبِ حاصل اور مناسب ہے مگر افسوس کہ لوگوں کو مسائل پیدا کرنے کا شوق لگ گیا ہے، ان کو قرآن کے الفاظ اور سنت طائفوں میں کچھ نور بھی نظر نہیں آتا، یاد رکھو کہ بدعت کا ٹھکانا ہوا چراغِ پل صراط پر بکھر جائے گا، اور فقہاء کا حال پر اطلاع حاصل ہونے کے بعد افسوس کے سوا کیا حاصل ہے؟

واقع ہو کہ دفن کے بعد اذان دینا ایک نیا مسئلہ ہے، نہ حدیث میں، نہ فقہ حنفیہ میں، بزرگانِ دین کے مبارک زمانہ میں ان بدعتوں کا نام و نشان اور رواج ہرگز نہ تھا، چنانچہ کئی صدیوں تک تو قریب اذان کا ذکر تک نہیں آتا۔ پچھلے زمانہ میں بعض غیر قابلِ ذکر شافعی لوگوں نے اس کو جاری کیا، اور فقہاء و اخلاف نے اس کو بدعت کا خطاب دیا چنانچہ حنفی فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ شامی ص ۳۵ میں ہے:-

”علامہ خیر الدین ربلی نے بحر الرائق کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ میں نے شافعی مذہب کی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ کہیں کہیں نماز کے علاوہ بھی اذان کہنا سنت ہے، جیسا بچہ کے کان میں اذان کہنا، غرود، مگنی والا، مخصب ناگ بدلتی انسان یا جانور کے کان میں اذان کہنا، جنگ کے وقت، آگ لگ جانے کے وقت اذان کہنا بھی سنت ہے کسی نے یہ بھی کہا ہے۔

کہ میت کو قبر میں اتارتے وقت، اس قیاس پر کہ جب دنیا میں پیدا ہوا تھا اس وقت بھی بچہ کے کان میں اذان کہی جاتی ہے۔ لیکن علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو شرحِ عباب میں رد کر دیا ہے۔۔۔ الخ

ظاہر ہے کہ یہ کتابیں شافعی مذہب کی ہیں ہم اس کے جواب دہ نہیں ہیں، پھر غور کیجئے کہ بریلوی مذہب کا مسئلہ ہمارا لفظ سے شروع ہوتا ہے۔ قیل کسی گناہ شخص نے کہا ہے کہ میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہی جائے لیکن علامہ ابن حجر نے شرحِ عباب میں اس کو رد کر دیا ہے۔

صراط نے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے
حنفی مذہب میں تو اس اذان کا نام نشان ہی نہیں، شافعی مذہب میں بھی اس بدعت کا یہ حال ہو رہا ہے عند انزالِ العیت کا لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ شافعی مذہب میں یہ رواج تھا کہ میت کو اتارتے وقت اذان کہتے تھے۔ دفن کے بعد اذان کہنے کی بدعت آج تک اہل علم میں سے کسی کو نہ سوجھی۔ دین کی تمام کتابیں آج تک اس کے متعلق خاموش ہیں چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی ص ۳۴ میت کو قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھنے کے بیان میں ایک تنبیہ بیان فرماتے ہیں:-

”احادیث میں جو الفاظ میت کو رکھتے وقت پڑھنے کے لئے وارد ہوئے ہیں۔ انہیں سے بند رہنے سے اس بات کا اشارہ نکلتا ہے کہ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت اذان کہنا جیسا کہ آج کل دستور بن گیا ہے سنت نہیں ہے اور علامہ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں صاف صفا لکھ دیا ہے، کہ دفن کے وقت اذان کہنا بدعت ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ جن لوگوں نے پیدائش کی اذان پر قیاس کر کے اسے سنت کہا ہے انہوں نے غلطی کھائی ہے۔“

اس کے بعد علامہ نے ایک زریں اصول بیان کیا ہے جس پر غور کرنے سے بریلویوں کے نااہل ہونے کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:-

”بعض علماء حنفیہ وغیرہ نے فرض نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کے موجو رواج کے متعلق صاف صاف لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے باوجودیکہ مصافحہ کرنا سنت ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ خاص نماز فرض کے بعد مصافحہ کرنا کہیں منقول نہیں ہے، تو اب اگر ایسا کام پابندی سے کیا جائے تو عام لوگ اس وہم میں پڑ جائیں گے کہ یہ سنت ہے۔ اس لئے نمازِ غائب پر جمع ہونے سے لوگوں کو منع کیا گیا ہے جس کو بعض عبادت گزاروں نے

ایجاد کیا تھا کیونکہ یہ نماز خاص ان راتوں میں کہیں منقول نہیں ہے اگرچہ نماز بہترین چیز ہے۔

اب یہ سنئے کہ نمازِ رغائب کیا ہے، بحر الرائق ص ۵۳ میں ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الرغائب جو رجب کے پہلے جمعہ کی رات کو پڑھی جاتی ہے اس پر لوگوں کا جمع ہونا مکروہ ہے، اور یہ بدعت ہے۔

واضح ہو کہ بہت سے لوگ مسجد میں جمع ہو کر رجب کے اول جمعہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان ۱۲ رکعت نفل دود و کر کے پڑھتے تھے۔ اس زمانہ میں اس کا رواج چل گیا تھا سوچنا یہ ہے کہ علماء نے اس سے کیوں منع کیا؟ نفل عبادت کی ہر روز اجازت ہے، پھر منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک عام چیز کو کسی جگہ، یا وقت، یا مقرر تاریخ پر متعین کر لینا، اور اس میں خصوصی تاثیر سمجھنا دین پر زیادتی ہے اس بنا پر ہر نماز کے بعد مصافحہ سے علامہ شامی منع کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج علماء حق دفن کے بعد اذان سے منع کرتے ہیں گو اذان میں اللہ کا ذکر ہے لیکن قبر پر قرآن پڑھنے اور دعا استغفار کا موقع ہے یہ رسم چھوڑ کر اذان و سلام جو رسم بھی نکالی گئی، دین کو دو نقصان پہنچیں گے، ترک سنت اور ایجاد بدعت۔

بھائی مسلمانو! قبر پر اذان پڑھنے کا ذکر حنفی کتابوں میں بس اتنا ہی تھا جو آپ نے دیکھ لیا بعض گناہ شافعی علماء نے اسے تجویز کیا تھا جس کو شافعی علماء نے ہی بدعت کہہ دیا حنفیوں میں تو اس مسئلہ کا نشان ٹک نہیں ملتا اور شافعی علماء نے بھی صرف قبر میں رکھتے وقت اذان کہنے کو بدعت کہہا ہے دفن کے بعد اذان کہنے کا تو کہیں نام تک نہیں ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے رسالہ ایذان الاجر کی پہلی سطر میں اس بات کو تسلیم بھی کر گئے فرماتے ہیں:-

”بعض علماء دین نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا۔“ مگر افسوس کہ علماء ناقابل ذکر بلکہ نامعلوم ہیں ورنہ مولوی صاحب حسب عادت ان کے نام بعد القاب ضرور درج کرتے، پھر فرماتے ہیں۔

”علامہ ابن حجر مکی اور خیر الدین رمی نے ان کا یہ قول نقل کیا۔“

بجائے لیکن کس انداز میں ذکر کیا؟ ان لفظوں کو اردو میں بیان کرنے سے مولوی صاحب جھجکتے ہیں کہ یہ سخت کمزور پہلو ہے یہ تلخ ٹھونٹ ایک خاص تدبیر کے ساتھ گلے سے اتارتے ہیں کہ جس بات میں اپنی کمزوری ظاہر ہوتی تھی اسے عربی میں بیان کیا تاکہ اہل علم کے اعتراض سے بھی بچ جائیں اور اردو پڑھنے والے بظن بھی نہ ہونگے۔ فرماتے ہیں:- اَمَّا الْكَلْبُ فَبِیْ فِتَاوَاةٍ وَفِي شَرْحِ الْعَبَابِ وَعَارِضٍ وَاَمَّا التَّوَلُّیُّ فَبِیْ حَاشِیَةِ الْبَحْرِ الرَّائِقِ وَمَوْضُیْ۔

ترجمہ:- علامہ ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ اور شرح عباب میں ان گناہ بعض علماء کی تردید کر دی ہے یعنی شافعی مذہب کے جن علماء نے میت کو اتارنے وقت اذان کہنا سنت کہا ہے علامہ ابن حجر مکی نے ان کی دلیل کو تسلیم نہیں کیا ان کی تردید کر دی ہے اور رمی نے اس مسئلہ کو بیمار قرار دیا ہے۔

ناظرین! یہ عبارتیں آپ ابھی ابھی فتاویٰ شامی کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں۔ دیکھئے مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے زبان سے ملتے ہیں کہ دفن کے بعد اذان کہنے کا تو کہیں ذکر بھی نہیں۔ البتہ قبر میں اتارتے وقت بعض ناقابل ذکر لوگوں نے اسے سنت کہا۔ مگر علامہ ابن حجر مکی اور خیر الدین رمی نے تردید کر دی میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنا نامعلوم شخص نے سنت کہا ہے اور اس کی تردید میں یہ دو بڑے بڑے فقیہ موجود ہیں۔ خدا کے لئے دیکھئے یہ مسئلہ کتنا کمزور ہے مگر حیرانی ہے کہ مولوی صاحب اتنا اقرار کرنے کے باوجود مندر پڑھتے ہو جاتے ہیں

”جو شاخ نازک پر آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا“

جو بیس صفحات کا رسالہ ہے اس میں کوئی عبارت ایسی نہیں ہے جس میں دفن کے بعد اذان کہنے کا حکم ہو، تمام قیاسات ہیں وہ بھی مہمل چند الفاظ میں رسالہ کا نمونہ دیکھ لیجئے۔ فرماتے ہیں۔

۱۔ قبر میں شیطان کے گمراہ کرنے کا خطرہ ہے اور اذان سے شیطان بھاگتا ہے اس لئے اذان کہنی چاہیے۔

جواب

موت کے بعد انسان سے شیطان اور نفس کی کشش ختم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء علوم صلیب میں فرمایا ہے کیونکہ قبر آخرت کی منزل میں شمار ہوتی ہے۔

حدیث میں شر شیطان سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا سے دل پر شیطان کا جو اثر لے کر آیا تھا اس سے خداوند تعالیٰ بچائیں اور اذان میں جو شیطان کو بھگانے کی تاثیر ہے، وہ اس صورت میں ہے کہ فرض نماز کے لئے اذان کہی جائے جیسا کہ حدیث میں ہے (إِذَا أُذِّنَ لِلصَّلَاةِ... الخ)

۲۔ حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ کو دفن کرنے کے بعد آپ نے دیر تک سُبْحَانَ اللہ پڑھا۔ صحابہؓ نے بھی آپ کی اتباع میں پڑھا۔ پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور صحابہؓ نے بھی کہا اذان میں بھی اللہ اکبر ہے اس لئے اذان کہنا چاہیے۔

جواب:۔ حضرت جابر کی حدیث میں تو اذان کا نام تک نہیں ہے صرف تسبیح اور تکبیر کا ذکر ہے کیا اذان میں تسبیح بھی آجاتی ہے اور حدیث پر غور کرنے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی گھٹن اور تنگی دور کرنے کے لئے اصلی چیز تسبیح تھی۔ جب حضرت سعدؓ پر آسانی ہوئی تو آپ نے خوشی میں اگر تکبیر فرمائی تھی، حدیث کے لفظ یہ ہیں: وَفَبِحَمْدِ اللَّهِ تَبَدَّلَ ثَعْلَبُ فَلَکَبُوا ہم دیر تک سُبْحَانَ اللہ پڑھتے رہے پھر حضور علیہ السلام نے اللہ کہا تو ہم نے بھی اللہ اکبر کہا۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کُلُّ التَّكْبِيرِ کَانَ بَعْدَ التَّسْبِيحِ یعنی تکبیر تو قبر کھل جانے کے بعد کہی گئی تھی علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح مشکوٰۃ میں یہی لکھا ہے اَنَّمَا کَبَرُوا عِنْدَ وَقْعِ التَّحْنِیْمِ عَنْ سَعْدٍ یعنی تکبیر تو اس وقت فرمائی تھی جب حضرت سعدؓ پر قبر کھل چکی تھی۔ اصلی چیز جس سے قبر کھلتی ہے وہ تو

تسبیح ہے جس میں آپ دیر تک مشغول رہے اہل بدعت نے اصلی چیز کو چھوڑ دیا اور تکبیر پر اذان کا حاشیہ چڑھا دیا حقیقت یہ ہے کہ تکبیر تو کسی عظیم الشان قدرت کو دیکھ کر بے اختیار زبان پر آ جاتی ہے معافی مانگنے کا لفظ تو سُبْحَانَ اللہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے نیز فرشتوں نے کہا۔ سُبْحَنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا (الآیت) قرآن کریم میں یہ استعمال ہے اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔

دلیل ۳۔ اذان میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بھی ہے۔ اس سے میت کی تلقین بھی ہو جاتی ہے لَقِّنُوا مَوْتَاکُمْ کا حقیقی محل یہی ہے۔

جواب:۔ میت کی تلقین اگر شرعی چیز ہوتی تو سلف صالحین کیوں اس سے محروم رہتے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں مروجہ تلقین سلف میں نہ تھی بلکہ یہ نئی ایجاد ہے اس لئے حدیث کو اس پر محمول نہ کرنا چاہیے تلقین کی بحث گزر چکی ہے اس کے بعد مولوی صاحب کی کوئی دلیل اس قابل بھی نہیں جسے قبر پر اذان دینے کے ساتھ دور کا واسطہ بھی ہو، اس لئے سر دست یہ بحث ختم کی جاتی ہے، اور بریلوی حضرات کی خدمت میں چند سوالات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حقیقی فقہاء میں سے کسی قابل ذکر شخص کا نام لیں جو دفن کے بعد اذان کو جائز قرار دیتا ہو۔ اگر ایک شخص بھی نہ ملے تو خدا کا خوف کیجئے دین میں تصرف کرنے کا اختیار آپ لوگوں کو کہاں سے مل گیا۔

۲۔ ذکر کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ عام اذکار جو کسی وقت اور جگہ سے خصوصیت نہیں رکھتے۔

ب۔ خاص ذکر جو خاص ذکر قیود و شرائط خاص اوقات اور مناسک سے مخصوص ہیں ان میں خاص خاص شرعی ہدایات ہیں۔

آپ یہ بتائیں کہ اذان آپ لوگوں کے خیال میں عام ذکر ہے یا خاص؟ اگر عام ہے تو شریعت میں نماز عید، نماز جنازہ، نماز کسوف، نماز خسوف، نماز استسقاء وغیرہ کے لئے اس کی اجازت کیوں نہیں دی گئی اگر خاص قسم کا ذکر ہے تو اس کے ہر جگہ

استعمال کی اجازت آپ کہاں سے لائے ہیں؟

۳۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے قبر پر اذان دینے کو جائز، پھر مستحب پھر سنت کہنے پر جتنے دلائل قیاس اور اکتل سے تجویز کئے ہیں ان دلائل کو اذان سے کوئی خصوصی تعلق نہیں ہے، بلکہ تمام عبادت میں جتنی بدعتیں جاری ہو سکتی ہیں ان سب بدعات پر یہ دلائل معمولی تبدیلی سے منطبق ہو سکتے ہیں پھر اذان کی کیا خصوصیت رہ جائے گی، مثلاً ایک بدعت پسند مولوی کہتا ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں کے لئے آنے والے نمازی نماز شروع کرنے سے پہلے بلند آواز سے بل کر پچاس دفعہ درود اور سلام پڑھا کریں، جو نہ پڑھے گا وہ وبائی اور تارک سنت ہے ایک اور مولوی صاحب پانچ نمازوں کے ساتھ چھٹی نماز تجویز کرتے ہیں کہ اس چھٹی نماز کی ہر رکعت میں دو رکوع اور چار سجدے کئے جائیں ایک بدعتی صاحب یہ تجویز کرتے ہیں کہ ہر شخص قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے قرآن مجید کا ختم کرائے ورنہ تارک سنت ہے ایک بدعتی صاحب اس بنیاد پر کہ نجاست اور غلاظت کے مقام پر شیاطین رہتے ہیں اور حدیث سے بھی ثابت ہے تو پاخانہ میں جاتے وقت نوکر کو حکم دیتے ہیں کہ حب تک میں پاخانہ میں ٹھہروں تم بلند آواز سے اذان کہتے ہو جیسا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس رسالہ میں بہت زور دیا ہے کہ اذان سے شیطان بھاگتے ہیں اس لئے یہ اذان بھی سنت ہوئی چاہئے۔ نیز صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جمار سے پہلے اللہ کا نام لے کر شیطان سے بچنے کی دعا کرنی چاہئے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی شیطان کا خطروہ ہے اس لئے ایک بدعتی مولوی صاحب یہ نیا مسئلہ نکالتے ہیں کہ جمار سے پہلے شیطان کی شرارت سے بچنے کے لئے اذان بلند آواز سے کہنا چاہئے۔

اب ہم مولوی احمد رضا خان صاحب کا دین و مذہب رکھنے والوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ ان تمام مسائل کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ فاضل بریلوی نے قبر پر اذان کو جائز کرنے کے لئے جتنے دلائل قائم کئے ہیں، وہ تمام کے تمام، یا اکثر دلائل ان بدعات پر جاری ہو سکتے ہیں بلکہ ہر بدعت چونکہ دین کا لباس پہن کر آتی ہے اس لئے ان دلائل سے

ہر بدعت جائز ہو سکتی ہے، اگر قبر پر اذان جائز ہو سکتی ہے تو یہ تمام چیزیں بھی جائز ہونی چاہئیں اور جناب ان چیزوں میں ہرج بھی کیا ہے؟ شریعت میں ان کو منع بھی نہیں کیا گیا۔ قرآن حدیث اور فقہان ان مثال کی موجود شکل کے متعلق خاموش ہیں۔

۴۔ قبر پر اذان کی ضرورت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو آج دنیا میں نیا مسئلہ پیدا ہوا ہے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ تابعین، تبع تابعین مجتہدین، بزرگان دین کے ہر زمانہ میں یہ ضرورت پیش آتی رہی ہے آج تک بزرگان دین ان مبارک زمانوں کے دستور پر عمل کرنا دوجہان کی سعادت سمجھتے رہے۔ آپ لوگوں نے اس ضد میں آکر کہ ہم بریلوی ہیں، سنت طریقیہ چھوڑ دیا ہے اس کی جگہ اذان اور سلام پڑھنا ایجا کر لیا ہے تو کیا یہ سنت کو تبدیل کرنا نہیں ہے؟ اور جو چیز سنت کو بدلتی ہے کیا اس کے بدعت ہونے میں بھی کوئی شک ہے؟ حضرت شیخ عبدالحق کا ارشاد بھی یہی ہے اور بات یہ ہے کہ جس معاملہ میں مخصوص ذکر اور عمل کا مخصوص طریقہ موجود ہو، اس میں ایجادات کی ضرورت ہی کیا ہے؟ مشکوٰۃ شریف باب العطاس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے سامنے ایک شخص نے چھینک لگائی پھر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ اللّٰہِ۔ حضرت ابن عمر نے اسے منع کرنے کے لئے فرمایا میں بھی کہتا ہوں یعنی دو نو لفظ اپنی جگہ پر درست ہیں، لیکن رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھینک کے موقع پر درود و سلام پڑھنا نہیں سکھایا، بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہنے کی تعلیم دی ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس موقع پر فرماتے ہیں صاحب شریعت کے پیچھے چلنا چاہئے اور کئی ایسے کام ہیں جو اپنی جگہ اچھے ہیں لیکن خاص موقع میں وارد نہیں ہوئے، اور سنت میں نہیں آئے، جیسا کہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا وغیرہ اشعة العات ص ۱۲ مدارج شریف میں اسی موقع میں فرماتے ہیں، درود شریف کی فضیلت میں کیا شک ہے، لیکن جیسا کہ ارشاد ہوا ہے وہی کام کرنا چاہئے۔ صاحب شریعت نے ہر چیز کا مقام اور موقع مقرر کر دیا ہے، وہ بات اسی جگہ کہنی چاہئے اور کرنی چاہئے جیسا کہ کوع میں قرآن پڑنا منع ہے

بریلوی حضرات غور فرمائیں جس موقع کے لئے ہماری شریعت میں تعلیم موجود ہے اس جگہ یہ گستاخیاں کتنی بدنامعلوم ہوتی ہیں۔

۵۔ شریعت جس معاملہ میں خاموش ہو، اور اس کے متعلق ہمارے دین میں واضح ہدایت موجود نہ ہو، اس مسئلہ میں قیاس اور اجتہاد کی گنجائش بشرط اہلیت موجود ہے، لیکن جس مسئلہ کے متعلق حدیث میں خیر الہدیٰ و ہدیٰ مہتدٰی اللہ علیہ وسلم یعنی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا سنت صحابہ کا عملی نمونہ موجود ہو وہاں عقل کی ٹانگ اڑانا سنت کی ہیک نہیں تو کیا ہے۔

۶۔ موت کے وقت شیطان کے گمراہ کرنے کا واقعی اور شدید خطرہ ہے، آپ اس وقت اذان کیوں نہیں کہتے؟

۷۔ اعمال و افعال کی تاثیرات اور فوائد پر بزرگان دین کو نہایت گہری بصیرت اور غور و فکر حاصل تھا۔ اذان کے یہ فوائد ان کی نگاہ میں کیوں نہیں آئے۔
۸۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے رسالہ میں قبر پر اذان دینے کی اجازت کا ذکر تک نہیں اپنی اکتل اور تخمین سے انہوں نے اس کو جائز کہنے کی کوشش کی ہے یہ ان کی ذاتی رائے ہے، کیا ایک شخص کی ذاتی رائے مذہب کی بنیاد بن سکتی ہے؟

۹۔ جب بھی آپ لوگوں سے ان باتوں کی کوئی سند دریافت کی جاتی ہے تو جواب یہ ملتا ہے کہ گو قبر پر اذان کہنا ثابت نہیں، لیکن یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ منع ہے، رسالہ انہما کے شروع میں منع کے دلائل جو حنفی فقہ کی معتبر کتابوں سے لکھے گئے ہیں، اس کے بعد آپ لوگوں کے پاس کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔

۱۰۔ اصل اشیاء میں حرمت ہے، یا اباحت، یا توقف، حرمت اور اباحت کے دلائل سخت متعارض ہیں، اس لئے یقیناً دونوں ساقط

ہو جائیں گے، اور دونوں کی عدم موجودگی میں توقف کے متعین ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ اور جب ثابت ہو گیا کہ اصل توقف ہے تو پھر قابل غور یہ امر ہے کہ اصل فی الاشیاء کے متعلق یہ اختلاف امور عادیہ کے متعلق ہے یا تعبیدی امور کے متعلق؟ اس مسئلہ کے متعلق حنفی فقہاء کی تشریحات پیش کریں۔ واضح رہے کہ کتاب الاعتصام میں امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ اختلاف تعبیدی امور میں نہیں ہے، کتاب الاعتصام

ص ۱۱۱

۱۱۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو عید کے دن، نماز عید سے پہلے نفل پڑھتے دیکھ کر منع فرمایا، اس شخص نے جواب دیا، اے امیر المؤمنین میں جانتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا (کیونکہ نماز اللہ کی عبادت ہے) حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا، میں جانتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کسی کام پر ثواب نہیں دیتے جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نہ ہو، یا اس کی رغبت نہ دی ہو (اور چونکہ یہ نماز نفل عید کے دن نماز عید سے پہلے نہ آپ نے پڑھی ہے، اور بے فائدہ کام حرام ہے، تو شاید خداوند تعالیٰ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر عذاب دے۔ (مجمع البحرین)

اس روایت کی روشنی میں اذانِ قبر کے متعلق آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ ص ۳۶ پر ایک زیر اصول بیان فرمایا ہے کہ: "دعا بعد از جس طرح کرنے کے کاموں میں ضروری ہے، اسی طرح چھوڑنے کے کاموں میں بھی ضروری ہے، پس جو شخص ایسے کام کو ہمیشہ کرے جسے صاحب شریعت نے نہ کیا وہ بدعتی ہوتا ہے۔"

بالکل یہی عبارت مرقاة شرح مشکوٰۃ حدیث اقل کی شرح میں موجود ہے۔ بھائی مسلمانو! غور کرو! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان بھی بدعت تھی

اور دقین میت کا دستور بھی، پھر آپ کا اذان کو چھوڑ دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے لئے بھی اس کا چھوڑنا ضروری ہے، اور جو شخص، نہ چھوڑے گا، وہی بدعتی ہوگا۔
والسلام



باب سوم

بریلویوں کی تاریخ

یوں تو بریلوی طرز خیال میں چار صدیوں سے درو سر بنا ہوا ہے چنانچہ امام مجددؒ بھی اسکے شاکی ہیں مگر ایک سو سال سے یہ سازش منظم ہو کر سنت رسولؐ پر حملہ کر رہی ہے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کو بعض اتفاقات کی بنا پر آخر عمر میں تحفہ اثناعشریہ لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ یہ کتاب شیعوں کی تردید میں لاجواب ہے۔ سرکار اودھ بھی شیعہ تھے انکے تنخواہ دار سنی مولویوں کو حق نمک ادا کرنے کے لیے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے بعض عداوت پیدا ہونا قدرتی بات تھی مگر شاہ صاحبؒ کے علم و فضل کے سامنے ان کی دال نہ گلی حضرت شاہ صاحبؒ کے بعد ان کے بھتیجے شاہ اسماعیل شہیدؒ نے بدعت اور قبر پرستی کی بڑھتی ہوئی رفتار کے پیش نظر رسالہ تقویۃ الایمان لکھا۔ یہ رسالہ تلخ ضرور ہے مگر اس وقت

کے تاریخی حالات شاہد ہیں کہ علامہ شہیدؒ کی یہی تلخ تصنیف بدعت کو لگام دینے کا باعث ہوئی ورنہ قریب تھا کہ تمام ہندوستان بیجا ریوں کا مندر بن جائے۔ اس خاندان کے حاسد شیعہ پرستوں کو موقع ہاتھ آیا مگر تمام ہندوستان میں شاہ ولی اللہی خاندان کے علم و فضل کا طوطی بول رہا تھا۔ مجبوراً مولوی فضل حق خیر آبادی مرحوم کا تعاون حاصل کیا۔ یہ حضرت منطقی تو تھے ہی، اور علامہ شہیدؒ کے ہم عصر ہونے کی وجہ سے رقابت اور حسد میں بھی مبتلا تھے بل جُل کر ایک پروگرام طے کر لیا۔ یہ چنگاری دہکتی رہی اور سنت کے مقابلے میں شیعہ پرستی منظم ہوتی رہی یہاں تک کہ انقلابات زمانہ نے حضرات علمائے دیوبند کو علم و فضل، تقویٰ طہارت اور دینی خدمات میں خاندان ولی اللہی کا جانشین بنا دیا۔ قاعدہ ہے کہ محبت اور عداوت وراثت میں تقسیم ہوتی ہے۔ ادھر انگریز بہادر نے ہندوستان میں قدم رکھتے ہی بھانپ لیا کہ یہاں کے مسلمان علمائے دیوبند سے والبتہ ہیں حضرات

علمائے دیوبند حریت اور آزادی کے علم بردار تھے۔ ان کا وجود انگریز کی رگ گردن
بدموت کا نشتر تھا۔ یہ حضرات درس و تدریس، وعظ و نصیحت کے ساتھ خانقاہی
نظام کے بھی متواتر تھے اور اس کے باوجود حلقہ شاگردی وسیع ہونے کی وجہ
سے تمام ہندوستان بلکہ روم شام، عرب و عجم، کابل قندھار، بخارا خراسان، چین
تبت بلکہ دنیا کے تمام گوشوں میں اسلامی انقلاب کے لیے وسیع عالمگیر منصوبہ
اور یکمیں بناتے اور چلاتے تھے۔ انگریز کی سیاست مشہور ہے۔ انگریز ہمیشہ
قوت کی بجائے تدبیر سے کام لیتا ہے۔ حضرات علمائے حق کو بدنام کرنے پر تکل گیا
اور جب اسے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں ایک برائے نام جماعت ان کے مخالفین
کی بھی موجود ہے تو انگریز بہادر نے ان سیاسی اور علمی یتیموں کے سر پر اپنا
سایہ عاطفت اور دست شفقت پھیلا دیا۔ اب کیا تھا بریلویوں کے وارے
نیارے ہو گئے، دولت کے دہانے کھول دیئے گئے۔ روپیہ اور پیرس ان پر
قربان ہونے لگا۔ حکومت کے علم سے وسیع مراعات ملنے لگیں۔ ہر جگہ سرکاری
لوگوں نے یہی کام کرنا شروع کر دیا۔ ہر صوبہ میں ان کا باقاعدہ کام شروع ہوا
چنانچہ لاہور میں سید دیدار علی شاہ صاحب اور بریلی میں مولوی احمد رضا خان
اس محکمہ کے انچارج تھے۔ جہاد منسوخ کرنے کے لیے انگریز بہادر نے حضرت
مرزا قادیانی کو اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور مجاہدین کی بدنامی کے لیے
بریلوی مبعوث ہوئے۔ اسلام کے سینے میں یہ دونوں خنجر اس طرح پیوست
کر دیئے گئے کہ اسلام انگریز کا یہ احسان کرم فرمائی کبھی نہ بھولے گا۔ سوئے
اتفاق یہ بھی تھا کہ جاہل پیروں کی خدائی بھی نذر و نیاز، علم غیب اور حاضر ناظر
کے عقیدہ پر کھڑی ہے اور پیر پرستی ہندوستان کی بہت بڑی پیداوار ہے
پیروں نے بھی بریلویت کو سہارا دیا۔ یہ کمزور یتیم جو مرض الموت میں مبتلا سمجھا جاتا
تھا چند دنوں میں تندرست، شوخ اور جوان ہو گیا اور تمام سابقہ اہل البدع
والا ہوا کی طرح اس کا لغزہ بھی کلمۂ حق اُسرید بھا الباطل کا مصداق تھا

انگریز نے حضرات علمائے دیوبند کو بہت زیادہ بدنام کرنے کے بعد جیل کی کال کوٹھڑیوں
میں ٹھونسنا شروع کر دیا۔ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کے روحانی فرزند زبیب
زندان ہونے لگے۔ خانہ تلاشی وارنٹ گرفتاری دیوبند میں رات دن کا مشغلہ
تھا اور جب بھی کسی بندہ خدا کو گرفتار کر لیا جاتا تھا، جیل سے رہائی اُن وقت
ہوتی تھی جب سول سرجن کی طرف سے مرض موت کا سرٹیفکیٹ میسر آتا۔ بریلوی
مذہب نے جو ان ہوتے ہی انگریز بہادر کے اشارے سے مندرجہ ذیل
خطوط پر کام کرنا شروع کیا:

- ۱۔ شیعیت اور افضیت کی روح کو اہل سنت میں عملاً و اعتقاداً داخل کرنا۔
 - ۲۔ مرجوع اور مجروح اقوال غیر معتد اور ضعیف روایات کی پناہ میں بدعت کے
خنجر سے سنت رسولؐ کو زخمی کرنا۔
 - ۳۔ اولیاء اللہ کی محبت کی آڑ میں انگریز دشمن سنت دوست حضرات علمائے دیوبند کو
بھوٹ، پردہ پیگنڈا، اشتہار بازی اور گالی گلوچ سے بدنام کرنا۔
 - ۴۔ سیاسی جمود پیدا کرنا، مسلمانوں کو سیاست سے دور رکھنا، ہر سیاسی جماعت پر
نامور سپاہی اور دینی مفکر کو بے دریغ ایلا استثناء و کافر کہنا۔
 - ۵۔ اپنے پیر کے علاوہ ہر بزرگ کو بدنام کرنا، نفرت سے دیکھنا، پارٹیاں بنانا،
قوم کو لوٹانا۔
- ناظرین! بریلوی مذہب کے یہ پانچوں اصول دراصل اس مذہب کے
ارکان خمسہ ہیں۔ سب سے پہلے نمبر کو لیجئے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اس مذہب
کی پیدائش کے اصلی اسباب اور محرکات میں سے ایک سبب شیعہ لڑائیوں کی نمک
خواری بھی ہے۔ جو تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف کے بعد دہلوی خاندان سے مستقل
بعض و عناد کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اس لیے بریلوی عقاید اور عمل میں شیعیت
کا عنصر شامل ہونا لازمی اور ضروری تھا۔ چنانچہ آج جتنے مسائل ہمارے اور
بریلویوں کے درمیان زیر بحث ہیں ان تمام مسائل میں شیعہ اور بریلوی ایک ہیں

متفق ہیں مثلاً علم غیب، حاضر ناظر، بشریت، نور کا مسئلہ، تیجا، پوتھا، چہلم سالہ کی تعیین، کھڑے ہو کر سلام پڑھنا، بلند آواز سے درود شریف پڑھنا ضروری سمجھنا، حضرت امام جعفر صادق کا کوٹڑا، اور نذر اولیاء کو جائز سمجھنا، مدد کے لیے پکارنا اور یا علی مدد! تو شیعوں کا سلام ہے، شیعہ انبیاء کے علاوہ بارہ اماموں کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں، ان کو سمندر کے قطروں، درختوں کے پتوں تک کا عالم سمجھتے ہیں، شیعہ انبیاء اور اماموں کو نور کہتے ہیں، اور اسی بنا پر بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ بریلوی واعظ اور بھی ترقی کر گئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا ماننے لگے ہیں۔ چنانچہ ایک لائبریری واعظ سید پیر صاحب نے سورہ حشر کی آخری آیات **هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ...** کا مصداق حضور کو قرار دیا ہے۔ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں، قرآن بھی نور ہے، یعنی نور ہدایت۔ اور یہ مضمون قرآن میں کئی جگہ موجود ہے، مگر بریلوی حضرات نور کے معنی بشریت کے برعکس سمجھتے ہیں۔

تعیینات اور بدعی رسوم میں تو شیعہ اور بریلوی کا ایسا سمجھوتہ ہے کہ من تو شدم تو من شدی کا نظارہ ہے۔ مجلس ختم ہوتے وقت اٹھ کر سلام پڑھنا عیسائیوں اور یہودیوں سے شیعہ نے سیکھا تھا۔ اب شیعوں میں ضروری ہے اور بریلوی بھی ناغہ نہیں کرتے۔ شیعوں کی سوزی اور مرثیہ خواں، ادھر بریلویوں کے نعت خواں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ ان کی حرکات، ناز و انداز، ادائیگی راگ کی مہارت، معرکہ بندی اور چال ڈھال بالکل ایک ہے۔ **إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ** اور مجلس کے اطوار تو اس قدر ملتے جلتے ہیں کہ آہ، واہ، جزاک اللہ انداز بیان، مبالغہ آمیزی، تبرّازی، تہمت سازی اور دشنام طرازی میں دونو ایک ہیں اصل میں دونوں ایک ہیں۔

شیعہ اور بریلوی مقررہ دورانِ تقریر میں آرام لینے کے لیے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد حاضرین کو بلند آواز سے درود شریف اور مومنین صلوات پر مجبور کرتا

ہے اور یہ بھی ایک فیشن ہے۔

اور سب سے بڑی چیز نذر اولیاء کا مسئلہ ہے۔ شیعہ بارہ اماموں کی نذرین مانتے ہیں اور اس کو تبرک سمجھتے ہیں، ہر بات میں ان کو مالک مختار مانتے ہیں ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ دنیا کا نظام بہجتین چلا رہا ہے ہیں اور بریلوی بھی نذر اولیاء کے دلدادہ ہیں۔ بزرگوں کو نیاز پر مسجدوں میں جہاد ہوتا رہتا ہے۔ الغرض! بریلویوں نے شیعوں کے تمام مسائل کو وہاں سے اٹھا کر اہل سنت کے سر پر دے مارا اور بزرگانِ دین کی محبت کے پردہ میں شیعہ کی تمام رسومات کو اہل سنت میں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ نام کو اہل سنت بنتے ہیں اور کام شیعوں کا کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ جماعت شیعوں کی ایجنٹ ہے اور شیعیت اس سے پہلے بھی اسلام کی تاریخ میں اہل سنت پر بار بار ایسے حملے کر چکی ہے۔

۲۔ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ بریلوی مذہب کے دلائل طبقہ رابعہ کی حادثہ قصہ کہانی، داستان مذہب مجتہدین کے مخالف اقوال، موضوع روایات اور خوش آوازی ہے۔ حضرت امام مجددؒ نے کیا خوب فرمایا: کہ

”بدعت کا سرچشمہ پیر اور بدعتی مولوی ہیں۔“

۳۔ حضرات علمائے دیوبند کی سیاسی اور دینی بصیرت، انگریز دشمنی، استقامت فی الدین پر کئی دفتر لکھے جا چکے ہیں۔ ان حضرات نے انگریز کے منحوس دور میں جس توکل و ثبات قدمی اور استقلال سے انگریزی ظلم و ستم کا مقابلہ کیا ہے وہ تاریخ اسلام کا ایک زریں باب ہے جس پر بلند نظر مورخین بہت کچھ لکھ رہے ہیں۔ مگر چمکا ڈر کی آنکھ کیا دیکھے؟

ادھر بریلویوں کی ناز پروردگی، آرام طلبی، جاہ پرستی کا یہ حال ہے کہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے گزارتے تھے۔ سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت حقہ میں کستوریاں بھر کر پیتے تھے، مرتے مرتے بھی اُمت سے وسیع دسترخوان مانگتے ہیں۔ انگریز کے زمانہ

میں اگر کسی بریلوی نے اُن بھی کی ہو، یا کسی بریلوی کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھا ہو تو بتائیں۔ آج تک بریلوی جماعت کی طرف سے کوئی تنظیم یا اقامت دین کی کوئی کوشش وجود میں نہیں آئی۔ ہاں یہ خدمت ضرور کی کہ مسلمانوں کو کافر بنایا اور انگریزی دور میں ہندوستان کو دارالاسلام بنایا کتاب الامارۃ والجهاد میں جہاد کی ایسی شرائط بیان کیں جن سے جہاد کو منسوخ تو نہ کیا ختم کر دیا۔

۴۔ سیاسی جمود:- بیان ہو چکا ہے کہ بریلویوں نے آج تک کسی سیاسی تنظیم کا ساتھ نہیں دیا اور کوئی تنظیم جو ہندوستان کو انگریز کے آہنی پنجہ سے آزاد کرنے کے لیے قائم ہوئی تو انگریز کو جاتا دیکھ کر بریلوی سٹیٹس، فتویٰ بازی کی، ہر ایک سیاسی جماعت سیاسی فرد، سیاسی لیڈر کو بلا تمیز کافر کہا اور سچ یہ ہے کہ حضرات علمائے دیوبند کو کافر کہنے کی وجہ بھی صرف یہی ہے۔ مفکر ملت علامہ اقبال کا سب سے بڑا گناہ یہی ہے کہ وہ حریت، آزادی اور خودی کے معلم ہیں۔ جھٹ مولوی دیدار علی شاہ صاحب نے ان پر کفر کا فتوے دے دیا۔ اس وقت پیش نظر بریلویوں کے چند رسائل ہیں۔ ان کی سیر سے ناظرین اندازہ کر سکیں گے کہ تقسیم ہند کے موقع پر بریلوی علماء نے کس دینی اور دنیوی تدبیر کا ثبوت دیا۔

ایک رسالہ ہے الدلائل القاطعۃ علی الکفر النیاشہ دوبارہ کاٹھیاواڑ ایجوکیشنل مسلم کانفرنس۔ جس میں مولوی احمد رضا خاں صاحب سے لے کر مولوی دیدار علی شاہ صاحب علماء ہڑتلی، کلکتہ، جبل پور، بہار، کانپور، سندھ حیدرآباد، سیٹاپور، کاٹھیاواڑ، شاہجہان پور، رام پور، لاہور کے اسی بریلوی مقتدر علماء کے دستخط موجود ہیں، بالاتفاق لکھا ہے کہ اس مسلم کانفرنس میں شمولیت اور مالی امداد دینا حرام ہے اور اسی فتویٰ سے مسلم لیگ کی شمولیت حرام ثابت کی ہے۔

دوسرا رسالہ احکام تودیدہ شریعہ بر مسلم لیگ مصنفہ مولوی حشمت علی

رضوی ص ۱ پر لکھتے ہیں:

”کانگریس کھلے ہوئے کافروں کی جماعت ہے۔۔۔۔۔ اس کے

ہمنوا مثلاً جمعیت العلماء مجلس احرار وغیرہم اشرار کلم فی النار“

ص ۱ پر تشریح فرماتے ہیں:

”حسین احمد اجدوہیا باشی، شبیر احمد دیوبندی اسلام سے دور

کفایت اللہ“

یعنی مولانا حسین احمد مدنی، علامہ شیخ الاسلام پاکستان محدث شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی۔ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی۔ آگے مسلم لیگ کے متعلق فرماتے ہیں:

”وہ اغراض و مقاصد جن کے لیے مسلم لیگ بنائی گئی ہے۔۔۔

وہی اصول شرعیہ و احکام اسلامیہ کے مضاد اور مخالف ہیں“

(ذرا بتائیں تو مسلم لیگ کے اساسی دستور میں کون سی کفریات ہیں؟)

اب سنیے مسلم لیگ کا گناہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں:

”تھانوی کو بیگیوں کی تقریروں، تحریروں میں شیخ الاسلام کہا

جاتا ہے۔ حکیم الامت لکھا جاتا ہے۔ لیگ کے اجلاس میں

تھانوی کا پیغام خاص احترام اور اہتمام سے لیا اور سنا جاتا ہے“

فاظین! یہ ہے مسلم لیگ کا گناہ۔ مگر افسوس کہ بریلویوں کے فتوے دھڑ

رہ گئے اور تھانوی کے فتویٰ پر پاکستان بن کر رہا۔ بریلوی اپنے گھر میں

میاں مٹھو بٹتے رہیں۔ ایسی انقلابی تحریکوں میں ایسے کوڑ مٹھو، ناعاقبت اندیش

کو تاہ نظر ملاؤں کے فتوے کون سنتا ہے؟ ہر جگہ تصور شہر تو نہیں ہے۔

اس کے بعد تیسرا رسالہ دیکھیے: ”مسلم لیگ کی زریں بخینہ دری مصنفہ سید

اولاد رسول قادری برکاتی مارہروی سجادہ نشین مارہرو شریف۔ ان کے چلے گئے

الفاظ بھی سنئے۔

فرماتے ہیں :-

”لیگی جب خود فخر سے کہتے ہیں کہ کیا حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی لیگ کے حامی نہیں ہیں؟ اور تو اور اکثر علمائے دیوبند لیگ میں موجود ہیں۔ اور جب لیگی جلسے میں حضرت مولانا اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ اور جب لیگ کی خاص کمیٹی میں اشرف علی تھانوی کو عملاً خصوصی امتیاز دیا جاتا ہے کہ وہ اس میں بذریعہ نمائندہ شریک ہو تو.....“

دیکھئے ہندوستان کی بھتیس کروڑ آبادی اپنی قسمت کا فیصلہ کر رہی ہے مگر بریلوی اسی علماء نہ کانگریس کا ساتھ دیتے ہیں نہ لیگ کا۔ نہ الگ اپنی تنظیم کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ کانگریز کی جدائی ناقابل برداشت ہے۔ دس کروڑ مسلمانوں کا مفاد ایک طرف اور اسی بریلوی مولویوں کا ایک طرف۔ خیر مان لیا کہ پاکستان حضرت تھانویؒ کے فتویٰ سے بنا ہے۔ اب اس دیوبندی کے پاکستان سے ہجرت تو کر جائیں، مگر جائیں کہاں؟ کانگریس کو بھی کھلے کافروں کی جماعت کہ چکے ہیں۔ مسلمان تو وہی تھا جو انگلینڈ جا بسا۔

اس کے بعد ایک اور رسالہ دیکھیے الجوابات السنیہ علیٰ نرہاء السؤالات التلیکیہ مصنفہ اولاد رسول مہرودی۔ یہ بریلویوں کے بڑے حضرت ہیں۔ فرماتے ہیں :

”جو لوگ ان مقاصد اساسیہ لیگیہ کو سمجھتے ہوئے ممبر بنیں گے۔ وہ خود بد مذہب ہو جائیں گے؟ (بالاختصار) ص ۱۱

اس سے معلوم ہوا کہ بریلوی مولویوں کے نزدیک پنجابی پیر صاحبان اور خواص و عوام دس کروڑ مسلمان جو لیگ میں شامل ہوئے سب کے سب بد مذہب ہیں۔ معاذ اللہ ایہ کیسی بکواس ہے۔ یہ لوگ کسی کو بے دین، بد مذہب کہنا معمولی سمجھتے ہیں۔ پیروں کا یہ حال ہے تو علماء پھر عوام کا کیا گناہ؟ کافر اور بد مذہب

کہنا ان کا عام مشغلہ ہے۔ آگے فرماتے ہیں :

”لیگ کے مقاصد اساسیہ..... جو صریح محرمات، ضلالت

بلکہ منجر بکفریات ہیں“ ص ۱۲

اسی رسالہ شریف کے ص ۲۹ تا ص ۳۲ پر درج ہے فتویٰ مبارکہ مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور یعنی مولوی محمد عبداللہ صاحب کے استاد کا اس میں نفید صاحب لاہوری فرماتے ہیں :

”لیگ کی حمایت کرنا، اس میں چندے دینا، اس کا ممبر بننا، اس

کی اشاعت و تبلیغ کرنا، منافقین و مرتدین کی جماعت کو فروغ دینا ہے، اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے“

یعنی تمام لیگی، پیر بزرگ اور نیک و بد دس کروڑ مسلمان منافقین و مرتدین ہیں۔ یہاں بریلویت پوری برہنہ ہو کر سامنے آ رہی ہے۔ ان سب رسالوں میں قائد اعظم مرحوم کو نہایت نازیبا الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اس لیے بریلوی حضرات سے ہمارے تین سوال ہیں :

۱۔ کیا قائد اعظم مرحوم پر آپ کا وہی فتوے باقی ہے کہ قائد اعظم کئے دالے کی بیوی نکاح سے نکل گئی، یا فتویٰ بدل لیا ہے؟ اگر فتویٰ بدل سکتا ہے تو پاکستان بنانے والے حقیقت میں علماء دیوبند اور مولانا تھانویؒ ہیں۔ جیسا کہ حوالوں سے ثابت ہے۔ ان کی بھی جان چھوڑیے اور اگر نہیں بدلا تو قائد اعظم دس کروڑ مسلمانوں نے کہا ہے۔ کیا سب مسلمان عورتوں کا نکاح فسخ ہو گیا؟ نکاح کا معاملہ نازک ہے اس لیے جلدی جواب دیں۔

۲۔ جتنے مسلمان لیگ میں شامل ہوئے کیا سب مرتدین و منافقین ہیں؟ معاذ اللہ !

۳۔ مرتدوں کی حکومت میں رہنا کیسا ہے؟ بینوا تو حیر و ا۔ ناظرین! یہ فتوے بازی یہاں ختم نہیں ہوتی۔ آگے چلیے شرقپور میں

میاں غلام اللہ صاحب کے زیر اثر ایک کفر کی مشین گن تھی۔ جس کا نام ہے مولوی محمد طیب قادری، برکاتی، دانا پوری۔ بریلویوں میں ان کی اہمیت یہ ہے کہ سید صاحب کے اس فتوے پر ان کے دستخط بھی ہیں۔ ان محمد طیب صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے۔ تجانب اهل السنۃ اس میں بلا استثناء اور بلا تیز مولانا محمد علی، شوکت علی، علامہ اقبال، ظفر علی زبیدار سے لے کر کانگریسی، یلگی، اتحادی، خاکساری، احراری، جمعیتہ العلمائی، خلافتی، غرض ہر مسلمان کو کافر کہا ہے ناظرین ناک بند کر کے یہاں سے گزر جائیں۔ یہ بریلوی سیاست کا سنا اس ہے۔ مجبوراً آپ کو دکھایا گیا ہے تاکہ بریلویوں کی حقیقت آشکارا ہو۔

ناظرین! بریلویوں کی فتویٰ بازی آپ نے دیکھ لی، کس قدر بے حقیقت اور فضول ہے۔ اب یہ بات واضح ہو گئی کہ ان بے حقیقت لوگوں کا کسی کو کافر کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سچے مسلمان ہیں۔ پس حضرات علمائے دیوبند کا مقام آپ کو معلوم ہو گیا۔

۵۔ یہ ایک بد زبان اور منہ بھٹ جماعت ہے۔ اپنے پیر اور اہل سلسلہ کے سوا ہر بزرگ کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہر پیر کے مرید انگ پارٹی ہے اور اس پارٹی نے اسلامی وحدت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت امام مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بانی خاندان دہلویہ کو خوب دل کھول کر بدنام کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت امام مجدد الف ثانی کو لیجئے مولوی احمد رضا خاں ان کا نام بہت نفرت سے لیتے ہیں چہ جائیکہ کسی معزز لفظ سے یاد کرے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنی کتاب "الکوکبۃ الشہابیہ" میں سترہ وجوہ سے مصنف تقویۃ الایمان کو کافر ثابت کیا ہے۔ اس میں جس طرح فقہاء و محدثین کی عبارتیں نقل کی ہیں اسی طرح جا بجا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوبات متبرکہ سے بھی مدد لی ہے مگر حضور کا ذکر کس

پیرایہ اور کس لفظوں میں کیا ہے۔ ذرا ملاحظہ ہو:

"تمام خاندان دہلی مصنف تقویۃ الایمان اور ان کے آباؤ اجداد

کے آقائے نعمت، خداوند دولت و مرجع و منتہی و مفزع و ملجا و

سید و مولیٰ جناب شیخ مجدد صاحب" (ص ۴۱ زیر بحث کفریہ ۵۲، ۵۴)

جس شخص نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور جو

ان کے انداز تحریر سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ الفاظ کس

مرض قلبی کے ترجمان ہیں۔ علاوہ ازیں یہ مقصد بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو اس

کتاب کو دیکھے وہ یہ سمجھے کہ وہ ایسے لوگوں کے آقا اور ملجا و ماویٰ اور مرجع و

منتہی ہیں جن کے ایک نہیں ستر کفریات فاضل بریلوی نے اس رسالہ میں

مرتب کیے ہیں باقی مولوی صاحب کے شدت غیظ کا اندازہ اس سے کیا جا

سکتا ہے کہ جناب نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے اہم گرامی کے ساتھ

رحمۃ اللہ علیہ بھی نہ لکھا۔ ممکن ہے کوئی صاحب یہ تاویل کریں کہ ایک جگہ سو ہو گیا

ہو گا۔ اس لیے دوسری جگہ بھی دیکھیے۔ ملاحظہ ہو ص ۴۲ سطر ۴: جناب شیخ مجدد

نے فرمایا "سطر ۴۲ ص ۹: جناب مجدد صاحب" ص ۴۲ سطر ۱۵: جناب

شیخ مجدد ص ۴۲ سطر ۱۶: مکتوبات جناب موصوف ص ۴۵: جناب شیخ

مجدد صاحب ص ۴۶: (زیر بحث کفریہ ۲۸، ۲۹) (شارہ بسوئے خاندان دہلی)

"ان سب کے پیر سلسلہ جناب شیخ مجدد صاحب کی تصنیفات و تحریرات

میں اہل گہلی پھر رہی ہیں؟

یہ اپنے دوسرے رسالہ الیاقوتتہ الواسطہ کے ص ۱ پر لکھتے ہیں:

"تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت، خداوند دولت و مرجع

و منتہی و مفزع و ملجا و سید و مولانا شیخ مجدد صاحب اپنے مکتوبات

کی جلد ۱۰۰۰۰

پہلے مجھے مولوی احمد رضا خاں صاحب سے ایک گونہ حسن تحقیق تھی اور

اگر کوئی جزئی اختلاف ہوتا تو اس کو نظر انداز کر کے میں ان کی توفیر ہی کرتا تھا لیکن جب ان کی اس قسم کی تحریریں میرے سامنے آئیں تو مجھے افسوس ہوا اور میری ہمت کی کوئی انتہا نہ رہی اور اسی کو میں اس وقت ظاہر کرتا ہوں:

مرد بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بواجبھی است

حالانکہ مولوی صاحب جب کبھی اپنے والد بزرگوار کا نام لکھنے لگتے ہیں تو چار سطر پہلے سے القاب کا سلسلہ ہو جاتا ہے اور نام کے بعد بھی تین چار سطر دعائیہ جملوں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ ممکن ہے عام ناظرین کرام اس کو کوئی اہمیت نہ دیں۔ لیکن جو شخص مولوی صاحب موصوف کے انداز نگارش سے کچھ واقف ہے اور اس نے ان کی دو چار ہی تحریریں دیکھی ہیں اس کے لیے ضرور سوچنے کا مقام ہے کہ جو شخص ہر اس شخص کے لیے جس کی کوئی بھی عزت اس کے دل میں ہوتی ہے دو دو چار چار سطر کے مرقع القاب لکھا ہے وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی قدس سرہ کی جناب میں کیوں اس قدر استکبار و انکار کا پہلو اختیار کیے ہوئے ہے۔ کہیں اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوب شریف میں بدعت اور اہل بدعت کا بڑا نام لگایا ہے۔

ناظرین! جب مجدد الف ثانیؒ کو دیوبندیوں کا ہیرو بزرگ ظاہر کیا تو ائمہ ملت ہمیں اس نسبت سے سچا فخر ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں اس بزرگ کی برکات سے محفوظ فرمائیں۔ اب آپ سمجھ چکے کہ حضرت امام مجدد کے پتے جانشین حضرات علمائے دیوبند ہیں جو شاہ اسماعیل شہیدؒ کے نام پر بدنام ہیں۔ دہلوی خاندان یہی ہے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے چچا شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ عبدالقادر صاحب، شاہ رفیع الدین صاحب، شاہ عبدالغنی صاحب اور ان کے والد شاہ ولی اللہؒ مجدد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ مولوی محمد عمر صاحب نے بھی 'مقیاس حقیقت' میں اس خاندان کو بہت برا بھلا کہا ہے، کیونکہ بدعت

مولوی محمد عمر اچھروی نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ جب حج کر کے دہلی آئے تو مشہور ہو گیا کہ شاہ ولی اللہؒ وہابی ہو گیا، کافر ہو گیا۔ 'مقیاس حقیقت' (طبع اول) (ریزدانی)

کامزاج ایک ہے۔ مزید اطمینان کے لیے ایک اور حوالہ دیکھیے۔ ملفوظات مولوی احمد رضا خاں حصہ سوم ص ۶۵، ۶۶

عرض! کیا حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی تفصیل بھی لکھی ہے؟

امرشاد: تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

پھر فرمایا:۔ مکتوبات کی اول دو جلدوں میں تو ایسے الفاظ ملیں گے جن میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تو کیا گنتی۔ تیسری جلد میں فرماتے ہیں: "جو کچھ فیوض و برکات کا مجمع ہے وہ سب سرکار غوثیت سے ملے ہیں۔ "نور القلم مستفاد" من نور الشمس" اسی میں لکھا ہے۔

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں نے اگلی جلدوں میں کہا صحو سے کہا نہیں بلکہ زیادہ سُکڑ ہے، اب اگر کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے، ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا، خدا کے فرمانے سے کہا۔ تمام جہان کے شیوخ نے جو زبانی دعوے کیے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا سُکر ہے اور ایسی غلطیاں دو وجہوں سے ہوتی ہیں: یا ناداقی، یا سُکر۔ سُکر تو یہی ہے اور ناداقی..... الخ

دیکھا آپ نے یہاں بھی وہی بے ڈھنگی چال۔ ادھر مجدد الف ثانیؒ ادھر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کیا ہندوستان بھر کے اس عمرین اعظم کے لیے بریلویوں کے قلم سے رحمۃ اللہ علیہ بھی میسر نہیں۔ جب کہ دوسرے بزرگوں کے لیے سب کچھ ہے۔ افسوس کہ اس قہوڑی سے عبادت میں مولوی بریلوی نے تین ڈبل جھوٹ بوئے ہیں۔ سُکر غلبہ وقت کو کہتے ہیں یعنی سالک کی طبیعت بعض اوقات واردات الہیہ سے متاثر ہو کر بے خود ہو جاتی ہے اور ایسے راز کہہ جاتا ہے جن کا افشا کرنا صحو یعنی باخود کی حالت میں جائز نہیں ہوتا۔ ان کلمات کو

شطح کہتے ہیں۔ اگر سُکر زیادہ ہو تو شطح بھی زیادہ ہوتا ہے اور قابلِ تاویل ہو جاتا ہے مگر امام مجدد الف ثانیؒ کی عبارت جس کو مولوی احمد رضا خاں نے دل کھول کر لگا رکھا ہے اصل میں یہ ہے:

”ایں فقیر کہ ایں ہمہ دفاتر در بیان علوم و اسرارِ ایں طائفۂ علیہ بنوشتہ ظاہرِ بجا خاطرِ شما قرار یافتہ است کہ از روئے صحیحِ خالص نوشتہ است بے مزجِ سُکر حاشا کہ آں حرام و منکر است“

ترجمہ: اس فقیر نے یہ تمام دفاتر جو حضراتِ صوفیہ کرام کے علوم و اسرار کے بیان میں لکھے ہیں بظاہر تمہارا خیال یہ ہے کہ خالص باخودی میں لکھے ہیں جس میں سُکر یعنی بے خودی کی ملاوٹ بھی نہیں ایسا نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا حرام اور بُرا ہے۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مکتوباتِ شریف میں جو مکتوبِ صوفیہ کرام کے علوم و اسرار، احوال و مقامات کے متعلق لکھے ہیں۔ یہ خالص صحوا اور باخودی میں نہیں لکھے گئے کیونکہ خالص صحو میں اسرار کو فاش کرنا کفر ہے اور اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر سمجھنا شرک ہے۔ بلکہ اس قسم کے مکتوبات لکھتے وقت صحو خالص نہ تھا سُکر کی کچھ ملاوٹ ضرور تھی چنانچہ فرماتے ہیں: ”بقیہ سُکر در صحو در زنگِ نمک است کہ مصلحِ طعام است“ یعنی سُکر کی اتنی قھوڑی ملاوٹ جو کھانے میں نمک کی طرح ہو۔ یہاں آپ نے سُکر کی ملاوٹ بقدرِ نمک در طعام کا ذکر کیا ہے وہ بھی فقط ان مکتوبات کے متعلق جن میں اسرارِ صوفیہ کا بیان ہے مگر بریلوی خاں تاک میں رہتے ہیں۔ انہوں نے پاؤ کا پہاڑ بنا دیا، اور نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ چونکہ امام مجدد صاحبؒ نے جو کچھ لکھا ہے اس میں زیادہ سُکر ہے اس لیے مجدد صاحبؒ کی کوئی بات قابلِ اعتبار نہیں۔ یہ تین جھوٹ ہم بریلویوں کو کسی طرح معاف کرنے والے نہیں ہیں:

۱۔ ایں ہمہ دفاتر کا ترجمہ اگلی جلد میں کیا ہے،

۲۔ علوم و اسرارِ صوفیہ کا ترجمہ کرتے ہیں جو کچھ میں نے پہلی جلدوں میں لکھا ہے خواہ مسائلِ شریعت ہوں۔

۳۔ مزجِ سُکر مع تشریح در زنگِ نمک در طعام یعنی سُکر کی ملاوٹ نمک برابر کا ترجمہ کرتے ہیں زیادہ سُکر ہے کیا کوئی بیوقوف کھانے میں نمک کے معنی کر سکتا ہے کہ نمک زیادہ ہے کھانا قھوڑا ہے۔

یہ تین ظالمانہ جھوٹ بنا کر یہ مضمون مرتب کیا کہ مجدد صاحبؒ نے جو کچھ لکھا ہے زیادہ بے ہوشی میں لکھا ہے۔ اس پر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اب اگر کوئی مجددی ان کے قول سے دلیل پکڑے، اس کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ یعنی مجدد صاحبؒ کی کوئی بات معاذ اللہ مسائلِ شریعت بھی قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔ قصور کے مجدد دیو! دیکھو تو بریلوی مولوی نے تین جھوٹوں میں امام مجدد الف ثانیؒ کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ کچھ خبر ہے آپ کو جو شخص ایسے بزرگوں پر اس بدینتی سے حملہ آور ہوتا ہے وہ علمائے دیوبند پر بہتان لگانے سے کیوں ڈرنے لگا؟ آگے لکھتے ہیں:

”ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا، خدا

کے فرمانے سے کہا۔ یعنی حضرت امام مجدد خدا کے فرمانے سے باہر کی باتیں کرتے تھے، ہمارا پیر خدا کی باتیں بتاتا ہے“

یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ اسی مکتوب میں حضرت امام مجددؒ نے ارشاد فرمایا کہ صاحبِ غوارِ قدس سرہ حضرت شیخ محبوب سبحانی کے اس قول قدھی ھنم علی دقبتہ کئی و لچی کو سُکر پر عمول کیا ہے۔ اور یاد رہے کہ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ ”علومِ شرعیہ کے متعلق اپنی کامل باخودی کا ذکر دفترِ سوم نہایتیں کیا ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ“

فتویٰ مبارکہ سید العلماء حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

ناظرین کی مزید تشفی کے لیے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ کا ایک فتوے درج کیا جاتا ہے۔ یہ فتویٰ آئینہ مذہب بریلویہ کے نام سے مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی نے شائع کیا تھا۔ اس میں پنجاب کے اہل علم حضرات سے، حضرات علمائے دیوبند کے متعلق استفسار کیا گیا تھا، قطب الوقت حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف نے مفتی مولانا غلام محمد صاحب لکھتے ہیں:

”واضح ہو کہ علماء مسکول عنہم شکروا للہ سعیمہم ان کی نیت مبنی بر خیر تھیں، اغنی یہ لوگ نیک نیت تھے، اور اغراض ان کے حسنہ اور افعال ان کے حسنہ تھے، اور چند مسائل کی وجہ سے جو ان کے متعلق زبان دراز نہیں ہیں، ہمیں اس سے خداوند کریم نے محفوظ رکھا ہے اور آئندہ بھی اس کی درگاہ عالی سے ان کے لیے خیر خواہ ہیں۔ فقط

نیز فخر پنجاب علامۃ الدہر حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھولوی شیخ الجامعہ عباسیہ بہاول پور، خلیفہ اعظم حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ارشاد فرماتے ہیں:-

”مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد کا زمانہ میں نے نہیں پایا مولانا خلیل احمد صاحب و مولانا محمود الحسن صاحب کی زیارت ایک دفعہ کی ہے، مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا۔ مولانا اشرف علی صاحب کی ایک دفعہ زیارت اور ایک دفعہ وعظ سنا ہے اس

سے زیادہ ان حضرات کے ساتھ کسی مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر میرا اعتقاد ان بزرگوں کے متعلق یہ ہے کہ یہ سب حضرات علمائے ربانیتین اور اولیاء امت محمدیہ سے تھے۔ احقر کو بعض مسائل میں ان سے اختلاف بھی ہے۔ مگر اعتقاد یہی ہے اور اس اعتقاد کے اختیار کرنے کا سبب ان کی تصانیف کا مطالعہ اور استفادہ، اور ان کا قبول عام ہے۔ بالخصوص مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کے خدمات طریقت پر نظر کر کے شبہ ہوتا ہے کہ شاید وہ اس صدی کے مجدد ہیں۔ فقط ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

نوٹ: اس رسالہ آئینہ مذہب بریلویہ کے مولف نے رسالہ میں لکھا ہے کہ ان فتوؤں کی اصل کاپی ہمارے پاس محفوظ ہے۔

پنجاب کے چند شہروں میں سوء اتفاق سے بریلوی پروپیگنڈا جابل پیروں اور دین فروش ملاؤں کی برکت سے پھیلا۔ لیکن اہل اللہ کی اجتماعی سرگرمیاں ہمیشہ حضرات علمائے دیوبند کے ساتھ رہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت قبلہ عالم سید پیر مہر علی شاہ صاحب اور حضرت میاں صاحب شرقپوری کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت میاں صاحب قدس سرہ اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری کے حالات زندگی میں جو کتاب ”خوینہ معرفت“ صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نے تصنیف فرمائی ہے اس میں حضرات علمائے دیوبند کے ساتھ آپ کے تعلقات آمد و رفت اور عقیدت کا اظہار واضح طور پر موجود ہے اور یہ بھی فرمایا کہ دیوبند میں چار ٹوڑی وجود ہیں، لیکن حضرت پیر صاحب گولڑوی قدس سرہ کی اپنی تصنیفات سے علمائے دیوبند کی انتہائی تعظیم اور عقیدت ظاہر ہو رہی ہے۔ چنانچہ رسالہ ”فیوضات شمسیہ“ جو طاعون زدہ جگہ سے نکلنے یا وہاں جانے کے متعلق مولوی عبدالاحد صاحب خانپوری کے جواب

۱۔ اور اس کتاب میں یہ بھی درج ہے کہ جب میاں صاحب علاقہ قصور میں تشریف لاتے تو صوفی ولی خواص فتویٰ والے سے مل کر بات کرتے تھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہماری مطبوعات ایک نظر میں

- شرح اسماء الحسنیٰ راندہ تعالیٰ کے نانو سے ناموں کی منظر شرح (راز قاضی محمد سیان منصور پوری) ۴۰/-
- اصحابِ بدر در غزوہ بدر کی تفصیلات اور ۳۱ صحابہ کے حالات (" " " " ") ۲۱/-
- عشرہ مبشرہؓ در ان دس صحابہؓ کے حالات جنہیں دنیا میں دماغی صیب الرحمنؓ برادر زادہ (" " " " ") ۱۵/-
- ہی میں جتنی ہونے کی بشارت دی گئی محمد سلمان منصور پوری (" " " " ") ۱۵/-
- مکالمات نبویؐ مختلف دفعہ سے باہمی گفتگو اور سوالات کے جوابات (راز مولانا ابو یحییٰ امہ خان غفری) ۱۸/-
- حضرت عمرؓ کے سیاسی نظریے (یعنی آپ کا طرز حکومت) (" " " " ") ۳۰/-
- آداب الدعاء جس میں دعا کے فضائل و مسائل کے علاوہ سماع موتی (راز مولانا محمد حنیف یزدانی) ۲۱/-
- زیارت قبور کا شرعی طریقہ اور آیت وسید کی تفسیر (" " " " ") ۱۵/-
- مرشد جیلانیؒ کے ارشادات حقانی (دربارہ توحید ربانی) (" " " " ") ۲۱/-
- قرآنی دعائیں (" " " " ") ۵/-
- محمد رسول اللہؐ غیر مسلموں کی نظر میں (" " " " ") ۵۱/-
- تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہؒ کی تجدیدی مساعی (شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلمیٰ)
- حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات کا مرقع (مجمع و ترتیب: مولانا محمد حنیف یزدانی)
- مقالات مولانا محمد داؤد غزنوی (" " " " ") ۱۰/-
- تفسیر سورہ اخلاص (مشرکانہ اعدائے خیالات کی مفصل مدلل تردید) (راز امام ابن تیمیہؒ) ۳۶/-
- تفسیر آیت کریمہ (توحید و اہل توحید کی مفصل تائید) (" " " " ") ۲۱/-
- اصحابِ صفہؓ (صوفی اور تصوف کے متعلق چند سوالات کے جوابات) (" " " " ") ۱۲/-
- شہدائے اُحدؓ (دستِ صحابہ کرامؓ کے حالات) (مولانا عبد الجلیل رحمانی) ۹/-
- عظمت صحابہؓ و اہل بیتؓ (قرآن و حدیث کی روشنی میں فضائل) (راز شاہ اسماعیل شہید) ۱۵/-

منے کا پستہ

مکتبہ ندیریہ، جناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

ایمان افروز کتابیں

اصحاب بدر : غزوہ بدر کی تفصیلات اور ۳۱۳ صحابہ کرامؓ کے حالات :
از علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری

شرح اسماء الحسنی : اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی بے نظیر شرح :
از علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری

مقالات مولانا محمد داؤد غزنوی : جمع و ترتیب مولانا محمد حنیف یزدانی

عشرہ مبشرہ : ان دس صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی جسکو دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت فرمائی گئی : (قاضی حبیب الرحمن) برادر زادہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری

معیار الحق : عمل بالحدیث اور رد تقلید میں اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب : پیش لفظ از حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی : تصنیف لطیف : حضرت شیخ اکمل مولانا سید محمد حسین محدث دہلوی

تحریک آزادی فکر : اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تجدیدی مساعی : جمع و ترتیب مولانا محمد حنیف یزدانی
یعنی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا مرقع : از شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی

تفسیر سورہ اخلاص : از امام ابن تیمیہ : تفسیر آیت کریمہ از امام ابن تیمیہ

عظمت صحابہ اور اہل بیت : از حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

اصحاب صفہ : از حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ

مرشد جبلانی کے ارشادات حقانی : —
در بارہ توحید ربانی (مولانا محمد حنیف یزدانی)

آداب الدعاء : دعا کے فضائل و مسائل :
تفسیر آیت وسید اور دعائیں

قرآنی دعائیں : بتائی ہوئی دعائیں :
مرزائے قادیان اور علماء اہل حدیث

اسلام کا نظام عفت و عصمت :
از مولانا حفیظ الدین ندوۃ المصنفین دہلی

مکالمات نبوی : از مولانا امام خاں شہرہ :
۵۰ مکالمات کا مجموعہ

شہدائے احد : ان سترہ صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی جو غزوہ احد میں شہید ہوئے

ہمارے مکتبہ کی تمام کتابیں خوبصورت چھپی ہیں اسکے علاوہ آپ کو جس کتاب کی ضرورت ہو ہمیں لکھیں !

پتہ : مکتبہ نذیریہ لاہور